کے پاس پہنچ گیا۔

حضور علیہ السلام کا معمول مبارک تھا کہ جب رات کے وقت کسی لشکر کو لے کر کسی قوم میں پہنچتے تو صبح ہونے کا انتظار فرماتے اگر آذان کی آواز اس قوم سے آتی تو حملے کا ارادہ ترک فرما دیتے۔ بصورت دیگر صبح کی نماز پڑھ کر حملے کا حکم فرماتے تھے۔

خیبر میں یہودی اپنے لشکر کو روز اکھٹا کرتے اور اس کو پریڈ کراتے تھے اور اپنے لشکر کو دیکھ کر بڑے فخر سے کہتے تھے۔

''کیا محمد (ﷺ) ہم پر حملہ کرینگے؟ ناممکن ناممکن''

لیکن جس رات حضور علیہ السلام یہاں لشکر لے کر پہنچے اس دن صبح سویرے سب پر نحوست طاری رہی۔ اور ان میں سے ہر کوئی دیر تک سورج چڑھے سوتا رہا۔ حتیٰ کہ ان کے مرغوں نے بھی اذانیں نہ دیں۔

صبح سورج چڑھے جب خیبر کے یہودی اپنی زمینوں وغیرہ کی دیکھ بھال کے لیے آلات وغیرہ لے کر جب باہر نکلے تو اچانک جب حضور علیہ السلام کے لشکر کو دیکھا تو مارے خوف کے ان کی چیخیں نکل گئیں اور وہ الٹے قدموں واپس بھاگ کر قلعے میں آئے اور اس دروازے کو بند کرلیا۔

حضور علیہ السلام نے جب یہودیوں کو بھاگتے دیکھا تو فرمایا

''اللہ سب سے بڑا ہے خیبر اجڑ گیا جب ہم کسی قوم کے میدان میں خیمہ زن ہوتے ہیں تو جن کو ڈرایا جاتا ہے انکی صبح بڑی خوفناک ہوتی ہے۔''

یہودیوں کا سردار سلام بن شکم یہودیوں کو کہنے لگا کہ میں تمہیں نہ کہتا تھا کہ پہلے جا کر محمد (ﷺ) پر حملہ کردو۔ لیکن تم نے میری بات نہ مانی اب تم لوگ ثابت قدمی اختیار کرو۔''

حضور علیہ السلام نے نطاۃ کے قلعوں کے نزدیک ہی اپنے لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیا۔ یہاں نشیبی علاقہ تھا اور کھجور کے درختوں کے جھنڈ بھی تھے۔

حضرت حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے ہوئے اور عرض کی کہ حضور علیہ السلام اگر یہاں پڑاؤ اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے ہے تو ہم یہاں ہی رہتے ہیں اور اگر اس میں مشورہ کی گنجائش ہے تو پھر ہمیں عرض کرنے دیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم مشورہ دے سکتے ہو۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم نشیب میں قلعوں کے نزدیک ہیں۔ نطاۃ کے یہودی بلا کے تیر انداز ہیں اور ان کے تیر دور تک جاتے ہیں۔ دوسرا یہاں کھجوروں کے جھنڈ ہیں۔ یہودی یہاں شب خون مار سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ کسی اور جگہ پڑاؤ کیا جائے۔ حضور علیہ السلام نے ان کی عرض قبول فرمائی اور محمد بن مسلمہ کی ڈیوٹی لگائی کہ کوئی مناسب جگہ تلاش کریں۔

انہوں نے گھوڑا لیا ارتمام جگہوں کا معائنہ کیا۔ اور واپس آ کر عرض کی کہ حضور علیہ السلام رجیع کی وادی لشکر کے قیام کے لیے مناسب ہے حضور علیہ السلام نے ان کا مشورہ قبول فرمایا اور لشکر اسلام کو حکم فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر نئی قیام گاہ میں منتقل

ہو جاؤ۔

وادی رجیع نام کا ایک علاقہ مکہ اور طائف کے درمیان بھی ہے۔ عفل اور قارہ کے لوگ دھوکے سے حضرت حبیب اور ان کے چھ ساتھیوں کو مدینہ طیبہ سے اپنی بستی میں تعلیم و تربیت کے لیے لے گئے تھے یہاں انہوں نے دھوکہ سے سب کو گرفتار کرنا چاہا تو انہوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ باقی شہید ہو گئے اور حبیب اور ان کے ایک ساتھی کو انہوں نے گرفتار کر کے مکہ مکرمہ میں کفار کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جہاں انہوں نے ان کو شہید کر دیا۔

حضور علیہ السلام نے لشکر میں سے چند چھوٹی ٹولیاں نکالیں اور ان کو مختلف دوسرے قلعوں کی طرف بھیجا۔ اِس طرح دوسرے قلعوں کے لوگوں کو اپنے دفاع پر مجبور کر دیا۔ اس طرح وہ سب اکٹھے ہو کر مسلمانوں پر حملہ نہ کر سکے اور زیادہ لشکر کا جم غفیر لے کر حضور علیہ السلام ایک ایک کر کے سب قلعوں کو فتح کرتے چلے گئے۔

سب سے پہلے حضور علیہ السلام نے نطاۃ کے قلعوں میں سے حصن ناعم کا محاصرہ کیا۔ عربی میں حصن قلعے کو کہتے ہیں۔

(سبل الہدیٰ ۵/ ۱۸۵) (تاریخ الخمیس ۲/ ۴۵)

جنگ کا قلعہ ناعم سے آغاز

حضور علیہ السلام نے دشمن کا محاصرہ کرنے سے پہلے مجاہدین اسلام کو نصیحت فرمائی۔

''کہ دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے رہو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ دشمن کے مقابلے میں تمہیں کس طرح آزمایا جائے گا۔ لیکن جب دشمن سے مقابلے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو۔ اور آمنا سامنا ہو جائے تو یہ دعا مانگو۔ اے اللہ ہماری پیشانیاں اور ان کی پیشانیاں تیرے ہاتھ میں ہیں تو ہی ان کو موت کے گھاٹ اتارنے والا ہے۔ یہ دعا مانگنے کے بعد زمین پر جم کر بیٹھ جاؤ جب وہ تم پر حملہ کریں تو کھڑے ہو جاؤ اور نعرہ تکبیر بلند کرو۔ اور جنگ شروع کر دو۔''

سبحان اللہ حضور علیہ السلام کی کیا شان پاک ہے ہر ہر کوئی جو جس جس شعبہ زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ حضور علیہ السلام کی زندگی مبارک سے نمونہ حاصل کر سکتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ: تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اسوہ حسنہ کی تقلید ہے۔ (سورۃ احزاب، ۲۱)

تمام صحابہ اکرام نے حضور علیہ السلام کی اجازت سے سے حصن ناعم یعنی قلعہ ناعم کا محاصرہ کر لیا۔

سارا دن جنگ ہوتی رہی۔ حضور علیہ السلام نے سر مبارک پر خود سجایا ہوا تھا اور دو زرہیں زیب تن فرمائی ہوئی تھیں۔ ہاتھوں میں نیزہ اور ڈھال لیے ''الظرب'' گھوڑے پر سوار تھے تمام دن جنگ ہوتی رہی۔ شام کو حضور علیہ السلام تمام لشکر کو لے کر واپس مقام رجیع پر تشریف لے آئے۔

حضور علیہ السلام کو کبھی کبھی دردشقیقہ ہوجاتی تھی۔ اور درد کے باعث حضور علیہ السلام دوسرے دن جنگ پر تشریف نہ لے جاسکے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم دے کر رخصت فرما دیا سارا دن صحابہ اکرام داد شجاعت دیتے رہے۔ یہود کے ساتھ بہت شدید جنگ کی۔لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ دوسرے دن حضور علیہ السلام نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا کہ جنگ فرمائیں یہ بھی علم لے کر صحابہ اکرام سمیت سارا دن داد شجاعت دیتے رہے بہت شدید جنگ ہوئی۔لیکن قلعہ فتح نہ ہوسکا شام کو یہ واپس تشریف لے آئے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ''کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دونگا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس قلعہ کو فتح فرمائے گا۔ وہ شخص فرار نہیں ہوگا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت کرنیوالا ہوگا۔ اور قوت بازو سے اس قلعہ پر قابض ہوجائے گا۔

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ آشوب چشم کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے ساتھ تشریف نہیں لاسکے تھے جب لشکر اسلام چلا گیا تو دل بے چین ہوگیا۔حضور علیہ السلام کی ہمرکابی کے شوق نے دل کو بے چین کردیا۔ جلوہ جاناں کی دوری برداشت نہ ہوسکی۔دکھتی آنکھوں کے ساتھ ہی منزل عشق کی طرف چل پڑے اور خیبر میں حضور علیہ السلام کے پاس اپنی اونٹنی بٹھائی آپ نے شدید تکلیف کی وجہ سے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔

حضور علیہ السلام نے اس دن نماز جمعہ ادا فرمانے کے بعد فرمایا کہ این علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہیں؟ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر حضور علیہ السلام کے پاس لائے۔ پوچھنے پر آپ نے بتایا کہ میری آنکھیں دکھتی ہیں اور مجھے اپنے سامنے سے بھی کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لٹا کر سَر مبارک اپنی گود مبارک میں رکھ کر اپنا لعاب دہن مبارک ان کی دونوں آنکھوں پر ملا تو وہ فوراً ٹھیک ہوگئیں۔گویا کہ ان کو کبھی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔ اور لعاب دہن کی برکت سے آپ فرماتے ہیں کہ مجھے پھر ساری زندگی کبھی بھی آنکھوں کی تکلیف نہ ہوئی۔حضور علیہ السلام نے اِس دن جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکڑایا۔

جھنڈا پکڑ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ حضور علیہ السلام میں اس وقت تک ان سے لڑوں گا جب تک یہ اسلام نہ لے آئیں۔حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ آہستہ آہستہ ان کے میدان میں جاؤ اور وہاں پہنچ کر انہیں اسلام کی دعوت دو۔ نیز انہیں بتاؤ کہ اگر وہ مسلمان ہوجائیں گئے تو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے کون سے حقوق ان پر واجب الادا ہونگے۔ اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بخدا اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے گا۔تو وہ تمہارے لیے سُرخ اونٹوں سے بدرجہا بہتر ہے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلعہ ناعم کے سامنے اپنا جھنڈا گھاڑ دیا۔ ایک یہودی نے قلعہ کے اوپر سے سوال کیا کہ آپ کون ہیں آپ نے فرمایا کہ میں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں وہ چیخ اٹھا اس خدا کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی کہ آپ ضرور یہودیوں پر غالب آئیں گے۔

مرحب کا بھائی حارث آپ سے مقابلے کے لیے آیا۔ آپ نے اس کا کام تمام کر دیا پھر ایک لمبے قد کا عامر نامی یہودی آپ سے لڑنے کے لیے آیا۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس پانچ گزے کو تم دیکھ رہے تو اس کے ساتھ آپ نے خوب جنگ کی لیکن وہ ہر بار بچتا رہا۔ اچانک آپ نے اس کی پنڈلیوں پر وار کیا۔ اور انہیں کاٹ کر رکھ دیا۔ وہ دھڑام سے زمین پر آ گرا۔ آپ نے فوراً اس کا کام تمام کر دیا۔

اس کے بعد یاسر نامی ایک یہودی آپ سے مقابلے کے لیے نکلا تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے اور اس کے درمیان حائل نہ ہوں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان کو اس کے مدمقابل جاتے دیکھا تو بے چین ہو گئیں اور حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ شخص میرے بیٹے کو قتل کر دے گا۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا

بل ابنك يقتله ان شاء الله

اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ کا بیٹا اس کو قتل کر دے گا۔ حضور علیہ السلام کے فرمان کے مطابق آپ نے فوراً اس کو قتل کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے فرط محبت سے ان سے فرمایا کہ میرا چچا اور میرا خالو تم پر قربان ہوں پھر فرمایا کہ ہر نبی (علیہ السلام) کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری میری پھوپھی کا لڑکا زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔

اس کے بعد مرحب یہودی رجزیہ اشعار پڑھتا ہوا میدان میں نکلا اس کے مقابلے میں حضرت عامر بن اکوع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نکلے۔ یہ ایک دوسرے پر وار کرتے رہے۔ حضرت عامر بن کوع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اچانک ایک زوردار وار اس پر کیا۔ مرحب ایک دم فوراً پیچھے ہو گیا۔ آپ کی تلوار تیزی میں خود آپ کے گھٹنے پر آلگی اور اس طرح آپ شہید ہو گئے۔

حضور علیہ السلام نے آپ کی شہادت کا اشارہ اس وقت فرما دیا تھا جب آپ اونٹوں کو تیز چلانے کے لیے حدی خوانی کر رہے تھے۔

مرحب کا غرور سر میں ملانے کے لیے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ تشریف لائے آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

''میں وہ ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے جنگل کے شیروں کی طرح میں بڑا خوفناک ہوں

میں ان کو ایک صاع کے بدلے میں بہت بڑے پیالے سے ناپ کر دوں گا۔''

جب مرحب آپ سے لڑائی کے لیے آگے بڑھا تو آپ نے اپنی تلوار کا وار اس تیزی سے اس پر کیا کہ وہ سنبھل نہ پایا۔ اور آپ کی تلوار اس زور سے اس کے سر کو دو حصوں میں تقسیم کرتی اس کے دانتوں تک اتر گئی۔ اور وہ دھڑام سے زمین پر آ گرا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا سر کاٹ لیا۔ اور اسے لے کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں لائے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حدیث بریدہ بن الحصیب کے مطابق حضرت محمد بن مسلمہ نے مرحب کو موت کے گھاٹ اتارا

لیکن صحیح مسلم کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی مرحب کو موت کے گھاٹ اتارا۔ اور یہ بات زیادہ قوی ہےؐکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ خیبر کی جنگ میں شریک نہ تھے۔ علامہ ابن کثیر کے مطابق بھی سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہی مرحب کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

محمود بن مسلمہ کی شہادت

ایک روز آپ نے قلعہ ناعم کے محاصرے کے دوران گرمی کی شدت سے اپنے سر کا خود اتارا۔ قلعے کی دیوار کے سائے میں بیٹھے تھے۔ کہ یہودیوں نے جن میں مرحب بھی تھی اوپر سے چکی کا پاٹ ان کے سر پر گرادیا۔ یہ فوراً یہاں ہی شہید ہوگئے۔

جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرحب کو موت کے گھاٹ اتارا تو حضور علیہ السلام نے محمود بن مسلمہ کے بھائی محمد بن مسلمہ کو مبارک دی کہ ”تمہارے بھائی کا قاتل قتل کردیا گیا ہے۔ مرحب بھی اُسی دن مارا گیا تھا۔ جس دن آپ شہید ہوئے تھے۔

سیاہ فام حبشی

یہ ایک یہودی کا غلام تھا اس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی روشنی سے بھر دیا۔ اور یہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو بھیڑیں بکریوں کا ریوڑ اس کے ساتھ تھا۔ اس نے حضور علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ کہو کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی خدا نہیں۔ اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرنا۔ اس نے عرض کی کہ اگر میں یہ گواہی دے دوں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤں تو مجھے کیا ملے گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تجھے جنت ملے گی۔ وہ مسلمان ہوگیا۔

اس نے عرض کی اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ میں ایسا شخص ہوں جس کی رنگت کالی ہے جس کا چہرہ بدصورت ہے۔ میرے پاس کچھ مال بھی نہیں اگر میں یہودیوں کے ساتھ جنگ کروں اور قتل کردیا جاؤں تو کیا میں جنت میں داخل ہوؤں گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک اس نے عرض کی کہ ان بکریوں کا کیا بنے گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کو لشکر سے باہر نکال کرلے جاؤ اور ان کو کنکریاں مار کر ان کے مالکوں کی طرف بھگا دو اس نے ایسا ہی کیا۔ اور وہ بڑی تیزی سے قلعے کی طرف بھاگ گئیں۔ سبحان اللہ حضور علیہ السلام کی کیا شان ہے کہ اتنی زیادہ بکریاں اور لشکر میں بھوک کا یہ عالم تھا کہ کوئی چیز کھانے کو نہیں تھی۔ صحابہ کرام سخت بھوک میں لڑ رہے تھے۔ لیکن اس غلام کی امانت کو لوٹانے کیلئے حضور علیہ السلام نے اس کو حکم دیا کہ تمام بکریاں واپس لوٹا کر سرخرو ہوجاؤ۔ سوائے نبی علیہ السلام کے تایخ عالم میں ایسا واقعہ کوئی نہیں بتا سکتا۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کے اس طرح کوئی کرسکتا ہی نہیں۔ بکریوں کو بھگانے کے بعد غلام بڑی بہادری سے یہودیوں سے لڑتا ہوا شہید ہوگیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کو خیمہ میں لے جاؤ۔ حضور علیہ السلام اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے حبشی

غلام تیرے چہرے کو اللہ تعالیٰ نے خوبصورت بنا دیا ہے۔تیری بد بو کو خوشبو میں بدل دیا ہے۔اور تیرے مال کو بہت بڑھا دیا ہے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے دو حوروں کو اس کے چہرے پر لگے غبار کو صاف کرتے دیکھا ہے اور وہ کہہ رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو خاک آلود کرے۔جس نے تیرے چہرے کو خاک آلود کیا ہے۔اور اس شخص کو ہلاک کرے جس نے تجھے شہید کیا ہے۔

حضور علیہ السلام کی پیشین گوئی کے مطابق اس دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر قلعہ ناعم فتح ہوگیا اور یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔(سیرۃ النبویہ ابن کثیر ۳/ ۳۵۹ تا ۳۵۶۔امتاع الاسماع ۱/ ۲۳۸)

حصن (قلعہ) صعب

اب مسلمانوں نے دوسرے قلعے (صعب) کا محاصرہ کرلیا۔بھوک سے مسلمانوں کا برا حال ہو رہا تھا۔ایک یہودی اپنا ریوڑ لے کر باہر نکلا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کون ہے جو اِس ریوڑ سے بکریاں پکڑ کر لائے۔حضرت کعب بن عمر نے اپنے آپ کو پیش کیا۔حضور علیہ السلام کے حکم سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ گئے اور دو بکریوں کو اپنی بغل میں دبا کر اپنے لشکر میں واپس تشریف لے آئے۔حضور علیہ السلام کے حکم سے ان کو ذبح کیا گیا اور تمام لشکر میں ان کا گوشت تقسیم کیا گیا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہماری مقدار بہت زیادہ تھی۔لیکن سب نے سیر کر کھایا۔ یہ سب حضور علیہ السلام کی برکت تھی۔حضور علیہ السلام نے دعا مانگی کہ اے اللہ ان قلعوں میں سب سے بڑا قلعہ ان کے لیے فتح کردے۔جس میں خورد نوش کا سامان اور گھی اور چربی کثیر مقدار میں ہو۔قلعے صعب کا محاصرہ دو دن جاری رہا۔تیسرے دن حضور علیہ السلام نے اس روز جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا۔اور لوگوں کو آپ کے ساتھ جانے کی ترغیب فرمائی یہودیوں کی طرف سے ''یوشع'' آپ کے مقابلہ کے لیے آیا حضرت حباب رضی اللہ عنہ نے اس کو جہنم واصل کیا۔پھر''زیال''نامی یہودی مقابلے کیلئے آیا۔ حضرت عمارہ بن عتبہ غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا کام تمام کیا۔انہوں نے فرمایا یہ لو تلوار کا وار میں غفاری نوجوان ہوں۔بعض لوگوں نے کہا کہ انہوں نے اپنا نام لیا ہے۔اس لیے ان کا جہاد باطل ہوگیا۔لیکن حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کو بلا شبہ اجر دیا جاے گا اور اس کی ستائش کی جائے گی۔یعنی جنگ کے موقع پر بعض ایسی چیزیں جائز ہوتی ہیں جو کسی اور موقع پر نہیں ہوتیں۔جیسے کفار کے سامنے اکڑ کر چلنا وغیرہ یا کوئی ایسی رجز وغیرہ پڑھنا۔

تیسرے روز یہود نے مسلمانوں پر اتنا شدید حملہ کیا تھا کہ مسلمان ادھر ادھر ہٹ گئے۔حضور علیہ السلام اپنے گھوڑے سے نیچے اترے کھڑے تھے آپ کے غلام''مدعم''نے گھوڑے کی باگیں پکڑی تھیں حضرت حباب رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے سامنے ڈٹ گئے۔حضور علیہ السلام نے مجاہدین کو پکارا تو وہ سب پروانوں کی طرح دوڑ کر پھر حضور علیہ السلام کے گرد اکٹھے ہوے اور انہوں نے یہودیوں کو قلعے میں دھکیل دیا۔یہودیوں نے قلعے کے اوپر سے سنگباری شروع کردی۔ پھر اچانک انہوں نے

قلعے کا دروازہ کھول کر اکٹھے ہو کر پھر مسلمانوں پر حملہ کر دیا مسلمانوں نے ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا حضور علیہ السلام نے ایک چلے میں تیر رکھ کر ان کی طرف مارا تو یوں لگا سب یہودیوں پر مسلمانوں کا خوف بھر گیا ہو۔ مسلمانوں نے ان کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا اور باقی یہودیوں کو قیدی بنا دیا اور قلعے پر قبضہ کر لیا۔ حضور علیہ السلام کی برکت سے یہ قلعہ تسخیر ہوا۔ تو اس میں سے گھی چربی، کھجور اور تیل وغیرہ اشیاء کافی مقدار میں دستیاب ہوئیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کھاؤ پیو اور اپنے جانوروں کو کھلاؤ اور اٹھا کر نہ لے جاؤ۔

علاوہ یمن کے کپڑے کی بیس گانٹھیں تانبے اور مٹی کے برتن بھی ملے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ان برتنوں کو خوب دھو کر استعمال کرلو علاوہ بھیڑ بکریوں اور ریوڑ اور گائے کے گلے اور کثیر تعداد میں گدھے بھی ملے۔ اور زیر زمین اسلحہ بھی ملا۔ شراب کے مٹکے بھی ملے جس کو دبا دیا گیا۔ اور مٹکے توڑ دیئے گئے ایک مسلمان جن کا نام عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا اس نے شراب پی لی حضور علیہ السلام نے اس کی جوتوں سے مرمت کی اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اس کی مرمت کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر لعنت کی تو اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔

حصن قلعہ الزبیر

یہ قلعہ سیدنا زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں آیا تھا۔ قلۃ پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں۔ اس کا نام قلۃ الزبیر پڑ گیا مسلمانوں نے اس کا تین روز تک محاصرہ کیے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی برکت سے مسلمانوں پر احسان فرمایا اور غزال نامی ایک یہودی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اسے اور اس اہل وعیال کو امان دے دی جائے تو وہ ایک ایسا راستہ بتا سکتا ہے جس سے قلعے کو فتح کیا جا سکتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس کو اور اس کے اہل عیال کو پناہ عطا فرما دی اس نے بتایا کہ اگر آپ اس قلعے کا ایک مہینہ بھی اس قلعے کا محاصرہ کرتے تو یہود کو پروا نہیں تھی۔ انہوں نے پانی کی سرنگیں بنائی ہوئی تھیں رات کی تاریکی میں نکل کر پانی پیتے تھے اور تازہ دم ہو جاتے۔ اگر ان کی سرنگیں کاٹ دی جائیں تو یہ پیاس سے بے قرار ہو کر باہر نکل آئیں گے۔

حضور علیہ السلام نے ان سرنگوں کو کاٹنے کا حکم دیدیا اس طرح سے یہود اپنے بل سے باہر نکل آئے۔ اور خوب جنگ کی یہودیوں کے دس لوگ مارے گئے اور کئی ایک مسلمان بھی شہید ہوئے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کیلئے اس قلعے کو فتح کر دیا اسی طرح یہ نطاۃ کا علاقہ جس میں تین قلعے تھے فتح ہوئے۔ (ضیاالنبی ۴/ ۲۳۹۔ ۲۱۳)



شق کے علاقے کے قلعے

حصن ابی

اس قلعے کو فتح کرنے کیلئے حضور علیہ السلام نے قیادت حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپی تھی۔ یہودیوں میں سے ایک یہودی قلعے سے باہر آیا اور مقابلہ کیلئے للکارا۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے مقابلے کیلئے نکلے اور کافی دیر تک لڑائی رہی۔ آخر حضرت حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا کام تمام کر دیا۔

پھر ایک اور یہودی ھل من مبارز (ہے کوئی بڑا مقابلہ کرنے والا) کا نعرہ لگا کر میدان میں آیا۔ اُس کے مقابلے میں ایک اور مسلمان گیا لیکن اس نے اس کو شہید کر دیا۔ پھر اس کے مقابلے میں حضرت ابو دجانہ اپنے خود پر سرخ رنگ کا دوپٹہ باندھ کر بڑے فخر سے چلتے ہوئے اس کے مقابلہ پر آئے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ پھر اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے عام حملہ شروع کر دیا۔ اور قلعے کے دروازے توڑ کر اندر داخل ہوئے۔ یہودی ڈر کے مارے بھاگ کھڑے ہوئے اور قلعے کی دیواریں کود کر دوسرے قلعے میں پناہ لینے کیلئے بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو اس قلعے سے بھیڑ بکریاں اور کھانے کا کثیر مقدار میں سامان ملا۔ اس قلعے کو فتح کرنے کے بعد مسلمان دوسرے قلعے البرادی کی طرف متوجہ ہوئے۔

حصن البرادی

یہاں پر دوسرے فتح شدہ قلعوں کے یہودی اکٹھے ہو گئے تھے۔ مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہودیوں نے مسلمانوں پر اچانک پتھروں اور تیروں کی بارش شروع کر دی۔ کئی ایک تیر حضور علیہ السلام کی زرہ مبارک میں پیوست ہو گئے۔

خوب گھمسان کی جنگ ہوئی۔ پھر حضور علیہ السلام نے کنکریوں کی ایک مٹھی لی۔ اور قلعے کی طرف پھینکی۔ جس سے قلعے کی دیواریں لرزنے لگیں۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ بول دیا اور قلعے کی دیواریں توڑتے ہوئے اس میں گھس گئے۔ اور یہودیوں کو جنگی قیدی بنا لیا۔

حصون کتیبہ

سرور دو عالم ﷺ نے یہاں پر بھی یہودیوں کو جو ارد گرد سے اکٹھے ہو کر یہاں جمع ہو گئے تھے۔ چین سے نہیں بیٹھنے دیا اور ان قلعوں کو مختصر وقت میں فتح فرما لیا۔ اس سے پہلے آپ نطاۃ اور شق کے قلعے فتح فرما چکے تھے۔ اب حصون کتیبہ میں سے پہلے حصون القموص کی طرف متوجہ ہوئے۔

حصن القموص

یہ کتیبہ کے علاقے کا سب سے مضبوط اور بڑا قلعہ تھا۔حضور علیہ السلام نے صحابہ سمیت اس کا محاصرہ فرمالیا۔ یہ بہت بڑا قلعہ تھا۔مسلمانوں کو فتح کرنے میں اِسے بیس روز لگ گئے ۔آخرکار سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں یہ فتح ہوگیا۔اس قلعے میں سے حضرت صفیہ جو ام المومنین بنیں اور جو صحابی اخطب یہودیوں کے سردار کی بیٹیں تھیں وہ ملیں ۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کی چچا زاد بہن کو لے کر ان کے باپ بھائیوں کی لاشوں کے پاس سے گزرے تو حضرت صفیہ خاموش رہیں اور آپ کی بہن نے شدت سے گریہ زاری اور سینہ کوبی شروع کردی ۔جب یہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو حضور علیہ السلام نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تمہیں رحم نہیں آتا ان عورتوں کو تم دوسرے راستوں سے لیکر آجاتے کہ ان کی نظریں ان کے رشتہ داروں پر نہ پڑتیں ۔حضور علیہ السلام نے باقی قلعوں کو فتح کرنے کا قصد فرمایا۔

حصن وطیع وسلالم

ان قلعوں میں چالیس ہزار کے قریب نخلستانوں میں کھجور کے درخت تھے ۔مسلمانوں نے خیبر کے باقی تمام قلعے فتح کیئے تو یہودی ان قلعوں سے بھاگ کر ان دوقلعوں میں آگئے ۔لیکن مسلمانوں نے یہاں بھی ان کا محاصرہ کرلیا۔ جو کہ چودہ روز تک جاری رہا۔اس دوران کسی یہودی کو باہر نکل کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی مسلمانوں نے ان قلعوں کو فتح کرنے کیلئے منجقیں نصب کرلیں ۔

جب یہودیوں کو یقین ہوگیا کہ مسلمان قلعے کی دیواریں توڑ کر ان سب کو قتل کردیں گے تو یہ مارے خوف کے بے قرار ہوگئے ۔اورانہوں نے مناسب سمجھا کہ حضور علیہ السلام سے بات چیت کرنے میں عافیت ہے ۔

کنانہ بن ابی الحقیق نے بات چیت کی اجازت کیلئے شماخ نامی ایک یہودی کو بھیجا حضور علیہ السلام نے بات چیت منظور فرمالی اب کنانہ جو کہ حی بن اخطب کا داماد تھا۔اورحضرت صفیہ رضی اللہ عنہ سے بیاہا ہوا تھا۔اور خود حاضر ہوا۔اور مندرجہ ذیل شرائط پر صلح ہوئی ۔

۱۔ حضور نبی کریم روؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قلعے کے اندر یہودیوں کا خون معاف فرمادینگے ۔

۲۔ ان کی اولاد ان کے حوالے کردی جائے گی۔

۳۔ وہ لوگ خیبر کے قلعے اوراس کے مزروعہ رقبوں سے باہر نکل جائیں گے ۔

۴۔ سونے چاندی کے زیورات سواری کے جانور ہر قسم کا اسلحہ اور کپڑے کے تھان حضور علیہ السلام کے حوالے کردیں گے ۔صرف اتنا کپڑا ساتھ لے جائینگے ۔جو ان کی پشت پر لدا ہوا ہوگا۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر ان کپڑوں میں کچھ چھپاؤ گے تو اللہ اوراس کا رسول اس صلح نامہ سے بری الذمہ ہونگے ۔

ان قلعوں میں سے چار سو تلواریں، سو زرہیں، ایک ہزار نیزے، اور پانچ سو عربی کمانیں ترکش کے ملے۔ حضور علیہ السلام نے کنانہ بن حقیق اور اس کے چچا زاد بھائی ربیع کو بلایا اور اس خزانہ کے بارے میں پوچھا۔ یہ مدینہ طیبہ سے روانگی کے وقت وہ ساتھ لایا تھا۔ انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ یہ جنگوں کے اخراجات پر خرچ ہوگیا ہے۔ اور وہ اس بات پر قسمیں کھانے لگے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر یہ خزانہ بازیاب ہوگیا تو اللہ اور اس کا رسول (علیہ السلام) بری الذمہ ہو جائینگے۔ اور وہ بولے کہ بے شک اگر خزانہ دستیاب ہوگیا تو۔

حضور علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ تمہارے اس مال سے جو کچھ میں لوں گا وہ میرے لیے حلال ہو جائے گا۔ اور تمہاری جانوں کا میں مالک ہو جاؤنگا۔ تو انہوں نے کہا کہ بے شک۔

حضور علیہ السلام نے چند مسلمانوں اور چند یہودیوں کو بھی اس بات کا گواہ بنا لیا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ حضور علیہ السلام کی برکت سے ''سعیہ'' نامی ایک شخص نے جو کہ سلام بن ابی الحقیق کا بیٹا تھا نے حضور علیہ السلام کو اس خزانے کے بارے میں بتا دیا۔

یہ خزانہ پاس ہی ایک کھنڈر میں مدفون تھا۔ حضور علیہ السلام نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مع چند ساتھیوں کے یہاں بھیجا۔ انہوں نے اونٹ کے چمڑے میں لپٹا خزانہ یہاں سے نکال لیا۔ کنانہ کی مزید مرمت کرنے پر باقی ماندہ خزانہ بھی اس سے برآمد کر لیا گیا۔

حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قلعہ ناعم میں چکی کا پاٹ گرا کر ہلاک کرنے میں کنانہ بھی شامل تھا۔ حضور علیہ السلام نے کنانہ کو حضرت محمود بن مسلمہ کے بھائی محمد بن مسلمہ کے سپرد کر دیا گیا۔ تا کہ اپنے بھائی کے انتقام میں اس کا سر قلم کیا جاسکے۔ آپ نے اس کو قتل کر دیا۔ (غزوہ خیبر، شوقی ابوخلیل ٦٨۔ امتاع الاسماع ٢٤٢)

حضرت صفیہ بنت حی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ام المومنین نے ایک دفعہ جب وہ کنانہ کی زوجیت میں تھیں تو خواب دیکھا تھا کہ آسمان کا چاند میری گود میں آ گرا ہے۔ جب ان کے خاوند نے ان کا خواب سنا تو غصہ سے بے قابو ہو کر ان کے منہ پر ایسا تھپڑ رسید کیا کہ ان کی ایک آنکھ میں سبز نشان پڑ گیا۔ اور کہنے لگا تم چاہتی ہو کہ میں حجاز کے بادشاہ محمد ﷺ کی ملکہ بنوں۔

جب تمام جنگی اسیران کو ایک جگہ اکٹھا کیا گیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور علیہ السلام کی اجازت سے وحید کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مانگ کر لے گئے۔ کہ کسی صحابی نے عرض کی کہ حضور علیہ السلام یہ یہاں کے سردار کی بیٹی حضور علیہ السلام کے شایان و شان تھی۔ تو حضور علیہ السلام نے حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد فرمایا۔ اور فرمایا کہ تم کوئی اور پسند کرلو۔ اور اس سے دستبردار ہو جاؤ۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بہن کو پسند کر لیا۔ اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دستبردار ہو گئے

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔حضور علیہ السلام نے ان کو آزاد فرمادیا اور فرمایا کہ آپ ﷺ یہ چاہیں تو اپنے رشتہ داروں کے پاس جاسکتی ہیں۔انہوں نے عرض کی کہ میں اللہ اوراس کے رسول ﷺ کو پسند کرتی ہوں اورانہوں نے اپنے خاندان کے پاس جانے سے انکار کردیا۔

ان کا پہلے نام زینب تھا۔حضور علیہ السلام نے ان کا نام بدل کر صفیہ رکھا وران کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔اس وقت ان کی عمر سترہ سال تھی۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کا خواب سچا کردکھایا۔

شب زناف میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری رات حضور علیہ السلام کے خیمہ کے باہر پہرہ دیتے رہے۔رات کو حضور علیہ السلام نے ان کو آہٹ سنی تو ان کو بلایا اور پوچھا کہ کیوں آس پاس پھر رہے ہوانہوں نے عرض کی کہ حضور علیہ السلام حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے اہل خاندان چچا،باپ اوراہل خانہ قتل ہوئے ہیں جن میں ان کا چچا،باپ اورخاوند شامل ہے۔مجھے اندیشہ ہوا ہے کہ یہ نومسلمہ خاتون کوئی ایسی ناشائستہ حرکت نہ کرے۔

حضور علیہ السلام نے حضرت ابو ایوب انصاری کو دعا دی کہ ”یا اللہ جس طرح ابو ایوب رات بھر میری حفاظت میں جاگتا رہا یا اللہ تو بھی اس کی حفاظت فرما“(تاریخ الخمیس ۲/۵۷۔محمد رسول اللہ ۲۸۲)

تورات کے نسخے

اس فتح میں مسلمانوں کو تورات کے نسخے بھی ملے یہودیوں نے عرض کی کہ برائے مہربانی ان کو ہمیں واپس کردیا جائے۔چنانچہ حضور علیہ السلام نے مسلمانوں کو ادب سے انہیں واپس لوٹانے کا حکم دے دیا۔(محمد رسول اللہ ۲۴۱۔محمد رضا)

ایک یہودی عورت کی سازش

ایک یہودی عورت جس کا نام زینب تھا۔اور مرحب جو قتل ہوگیا تھا کی بہن تھی۔اس کے باپ کا نام حارث تھا۔اور یہ سلام بن شکم کی زوجہ تھیں اس نے حضور علیہ السلام کی قلعہ قموص میں دعوت کی حضور علیہ السلام کسی کی دعوت رد نہیں فرمایا کرتے تھے۔اس عورت نے لوگوں سے پوچھا کہ حضور علیہ السلام کو بکری کا کونسا گوشت پسند ہے۔اس کو بتایا گیا کہ بکری کے بازو کا اس نے تمام گوشت میں زہر ملادیا۔اورخاص کر بکری کے بازو میں زیادہ زہر ملایا اور اسے بھون کر حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش کردیا۔حضور علیہ السلام نے گوشت کا ٹکڑا لے کر منہ میں ڈالا اوراسے چبایا پھر اسے تھوک دیا اور فرمایا کہ ”اس بازو نے مجھے خبر دی ہے کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے۔

دیگر ساتھ شریک صحابہ میں حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ گوشت کا ٹکڑا دوسرے صحابہ اکرام سے پہلے منہ میں ڈال لیا تھا۔انہوں نے اسے چبا کر فوراً نگل لیا۔ان رنگ متغیر ہونا شروع ہوگیا۔

انہوں نے پوچھنے پر بتایا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے خدا کی قسم ہے کہ مجھے گوشت کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہی پتہ چل گیا تھا

کہ اِس میں زہر ہے لیکن میں نے آپ علیہ السلام کے ادب سے کہ آپ ﷺ کو کراہت نہ ہو اس کو باہر نہ تھوکا۔

تھوڑی دیر بعد یہ شہید ہو گئے۔

اس یہودن کو بطور قصاص قتل کر دیا گیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد ۵/ ۲۱۰) (سیرت رسول علیہ السلام ۱۰/ ۶۴۹، ڈاکٹر طاہر القادری) (تاریخ الخمیس ۲/ ۵۲)

مال غنیمت

حضور علیہ السلام نے صرف اہل حدیبیہ کو اس معرکے میں شرکت کی اجازت فرمائی تھی۔ یا چند ایک اور لوگوں کو جن کو مال غنیمت کا شوق نہ ہو۔

اہل حدیبیہ میں سے جو لوگ یہاں شریک نہ بھی ہو سکے ان کو بھی مال غنیمت سے حصہ دیا گیا۔

پیدل کو ایک حصہ اور سوار کو اسکے تین حصے دیئے گئے۔

عورتوں میں سے سترہ عورتیں بھی اس غزوہ میں شریک ہوئیں تھیں تاکہ پانی وغیر پلا سکیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کر سکیں ان کو بھی مال غنیمت سے حصہ دیا گیا۔

اس معرکے میں پندرہ مسلمان شہید ہوئے۔

جب حضور علیہ السلام نے یہودیوں کو یہاں سے نکل جانے کا حکم دیا تو انہوں نے آپ ﷺ کے آگے منت سماجت کرنی شروع کر دی اور عرض کی کہ ہم کھیتی باڑی میں ماہر ہیں۔ یہاں جو بھی ہم کھیتی باڑی کرینگے اس کا آدھا غلہ اور کھجوروں میں سے آدھی کھجوریں آپ کو ہر سال ارسال کیا کرینگے۔

چونکہ مسلمان دوسرے بہت سے کاموں میں مصروف تھے اور اتنا کھیتی باڑی کو بھی نہیں سمجھتے تھے اس لیے حضور علیہ السلام نے ان کو کھیتی باڑی کی اجازت مرحمت فرما دی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ ہر سال ان سے غلے کا حساب لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان یہودیوں نے آپ کو رشوت دینے کی کوشش کی۔ تو آپ نے سختی سے ان کو ڈانٹ دیا۔ تو یہ کہنے لگے کہ ایسے لوگوں کی وجہ سے ہی زمین و آسمان قائم ہے۔

حضور علیہ السلام نے تمام مسلمانوں کو سختی سے منع فرما دیا تھا کہ ان کی کوئی سبزی کوئی ترکاری کوئی چارہ وغیرہ ان کی اجازت کے بغیر نہ لیا جائے۔

اس غزوہ میں مسلمانوں کے پندرہ آدمی شہید ہوئے تھے۔ ان میں چار مہاجر اور گیارہ انصار تھے۔

حجاج بن غلاط رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں یہ خیبر کے مقام پر حاضر ہوئے جبکہ حضور علیہ السلام فتح یاب ہو چکے تھے۔ حضور

علیہ السلام کے چاند سے چہرے کو دیکھتے ہی آپ نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا۔کہ یقیناً ایسا رخ انور اللہ تعالیٰ کے نبی حضور علیہ السلام کا ہی ہوسکتا ہے۔

وہ فوراً ایمان لے آئے اور کلمہ طیبہ پڑھ لیا۔

انہوں نے عرض کی کہ میں نے بہت سا مال مکہ مکرمہ میں لوگوں کو قرض کے طور پر دے رکھا ہے اور میرا کافی مال میری بیوی کے پاس بھی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں اس مال کو نکالنے کے لیے کوئی حیلہ سازی کروں۔حضور علیہ السلام نے انہیں اجازت دیدی۔ یہ یہاں سے سیدھے مکہ مکرمہ پہنچے۔

اس وقت تک مکہ مکرمہ میں خبر پہنچ چکی تھی کہ حضور علیہ السلام خیبر میں یہود کا مقابلہ کرنے کے لیے تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔کفار بہت خوش ہورہے تھے کہ یہود کی بہت بڑی طاقت ہے۔اور یقیناً یہود ہی اس جنگ میں فتح یاب ہونگے۔ یہاں کئی لوگوں نے یہود کی فتح یابی پر شرطیں بھی لگارکھی تھیں۔

ان کے مکہ مکرمہ پہنچتے ہی لوگوں نے ان کو گھیر لیا۔اور حالات پوچھنے لگے انہوں نے ان کو کہا کہ تم کو خوشخبری ہو۔کہ (نعوذ باللہ) محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کو شکست ہوئی ہے۔اور محمد (ﷺ) کو یہود نے زنجیروں میں (نعوذ باللہ) قید کردیا ہے۔اور انہوں نے کہا ہے کہ ہم ان کو مکہ میں کفار کے ہاتھ میں دے دینگے۔تاکہ وہ ان سے اپنے مقتولوں کا حساب لے سکیں۔

اہل مکہ کے کفار تو خوشی کے مارے اچھلنے لگے۔اور یہود کی فتح کی اطلاع جنگل میں آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی۔ہر طرف خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔

لیکن حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دوسرے مسلمانوں پر غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تو جیسے سکت ہی نہ رہی ہو۔انہوں نے حجاج بن غلاط کے پاس اپنا غلام بھیجا اور کہلوا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ اس سے (پاک) ارفع واعلیٰ ہے کہ تمہاری یہ خبر سچی ہو"

انہوں نے کہا کہ اپنے آقا سے کہنا کہ خلوت میں ان کو ایک خوشخبری دینا چاہتا ہوں۔آپ نے یہ پیغام سنتے ہی اس غلام کو آزاد کردیا اور مزید کوئی اچھی خبر سننے کی خوشی میں نذر مانی کہ دس غلام آزاد کردونگا۔

حضرت حجاج بن غلاط نے لوگوں سے کہا کہ مسلمانوں کا بہت سا قیمتی سامان جو یہودیوں نے لوٹا ہے۔ بہت سستے داموں مل رہا ہے۔مجھے جن لوگوں سے قرض لینا ہے وہ فوراً دے دیں۔تاکہ میں واپس جاکر انہیں خرید سکوں۔

کفار مکہ نے فوراً ان کو ان کا قرض لوگوں سے لے دیا۔

پھر یہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور اسے بھی کہا کہ میری ساری دولت مجھے واپس کردے تاکہ مسلمانوں کا قیمتی مال میں نہایت سستے داموں خرید سکوں۔



ان کی بیوی نے بھی ان کا سارا مال واپس کر دیا۔

پھر یہ خلوت میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے۔ اور کہا کہ خوشخبری ہو۔ محمد ﷺ اور ان کے رفقاء غالب آ گئے ہیں یہود کو نہایت بڑی شکست ہوئی ہے اور یہود کے سردار حی بن اخطب کی بیٹی سے حضور علیہ السلام نے نکاح فرمالیا ہے۔ اور میں بھی مسلمان ہوگیا ہوں لیکن اس خبر کو آپ تین روز خفیہ رکھنا تاکہ میں ان کی پہنچ سے دور نکل جاؤں۔ میں نے یہ سارا کھیل اس لیے کھیلا ہے تاکہ اہل مکہ سے اپنی دولت واپس لے سکوں۔ بصورت دیگر میری رقم نہ میری بیوی نے اور نہ ہی کفار مکہ نے واپس کرنا تھی۔ تین روز کے بعد آپ ان کو سچی خبر سے آگاہ کر دینا۔

تین رات بڑی مشکل سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاٹے۔ تیسرے روز آپ نے ایک خوبصورت لباس زیب تن کیا اور عصا ہاتھ میں لیے صبح کفار کی محفل میں حرم کعبہ میں تشریف لائے۔

کفار نے آپ کو اس انداز سے آتے دیکھا تو کہا کہ او ابوالفضل آپ ہمیشہ خیر وعافیت سے رہیں۔ اتنے المناک حالات میں اتنا صبر آپ کو ہی زیب دیتا ہے۔''

آپ نے فرمایا کہ میں ہر طرح سے خریت سے ہوں اور مجھے حجاج بن غلاط نے یہ بتایا ہے کہ مسلمان غالب آ گئے ہیں یہود کو شکست فاش ہوئی ہے۔ اور یہود کے سردار کی بیٹی سے حضور علیہ السلام نے شادی فرمائی ہے۔ (سبل الہدیٰ ۵/ ۲۱۶)

اَب کفار مکہ پر یہ خبر بجلی بن کر گری اور کفار مکہ میں صف ماتم بچھ گئی۔

اخلاص عمل کا نمونہ

خیبر کی جنگ کے دوران ایک اعرابی (دیہاتی آدمی بدو) حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوگیا اور عرض کی میں آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا۔ حضور علیہ السلام نے تربیت کے لیے ان کو بعض صحابہ کے سپرد کیا۔ کسی قلعے کی فتح ہوئی تو مال غنیمت کی تقسیم کے وقت یہ اونٹ چرانے گئے ہوئے تھے۔ حضور علیہ السلام نے ان کا حصہ بھی نکالا جب یہ واپس آئے تو دوسرے صحابہ نے ان کا مال غنیمت کا حصہ ان کے سپرد کیا تو یہ اسے لے کر حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں آئے اور عرض کی کہ یہ کیا ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تمہارا مال غنیمت کا حصہ ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ میں نے مال غنیمت کی خاطر اسلام قبول نہیں کیا۔ بلکہ اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس لیے اسلام قبول کیا ہے کہ یہاں پر کوئی تیر لگے میری موت ہو اور میں جنت میں داخل ہوجاؤں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کہ اگر سچے ہو تو یہ بھی اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

خیبر کے ایک اور قلعے کی فتح کے دوران ان کو ایک تیر لگا اور ان کی شہادت ہوگئی کو حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کیا یہ وہی شخص ہے جس نے جنت کی آرزو کی تھی۔ عرض کی گی کہ جی ہاں یہ وہی ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا ثابت ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی خواہش کو سچ کر دکھایا۔

رسول کریم حضور ﷺ نے اپنے جبہ مبارک میں اس کی تکفین فرمائی پھر نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لیے دعا فرمائی ''الٰہی ﷻ یہ بندہ تیری راہ میں ہجرت کے لیے نکلا تھا۔ اس نے تیری راہ میں شہادت پائی اور میں اس کا گواہ ہوں۔

(۱) زاد امعاد۔ ج ا ص ۳۹۴۔ اصح اسیر ص ۱۸۹۔ ۱۸۸۔ رحمت دارین ص ۵۹۷۔

حضرت جعفر اور اشعری صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آمد

حضور علیہ السلام نے ابھی مال غنیمت تقسیم نہیں فرمایا تھا کہ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دوسرے ساتھیوں سمیت جن میں حضرت ابوموسی اشعری بھی اپنے ساتھیوں سمیت شامل تھے۔ حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے یہ حضور علیہ السلام کے چچا زاد بھائی تھے اور عرصہ چودہ سال بعد یہ حضور علیہ السلام سے ملے تھے۔ حضور علیہ السلام کو ان کو دیکھ کر از حد مسرت ہوئی آپ نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا۔

ما ادری با ایّھما انا اَسَرُّ بفتح خیبر ام بقدوم جعفر (صحیح بخاری ج ا ص ۴۴۳)

''میں نہیں جانتا کہ مجھے کس چیز کی زیادہ خوشی ہے خیبر کی فتح کی یا جعفر کے آنے کی''

حضرت موسی اشعری اپنے دو بھائیوں اور پچاس ساتھیوں کے ساتھ مکہ سے یمن چلے گئے ہوئے تھے۔ جب حضور علیہ السلام نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی تو یہ لوگ مدینہ منورہ آنے کے لیے کشتی میں سوار ہوئے۔ راستہ میں سمندر میں طوفان نے آگھیرا اور باد مخالف نے ان کی کشتی کو حبشہ کے ساحل سے آلگایا۔ یہاں ان کی ملاقات حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی آپ نے ان سے فرمایا کہ یہیں رہ جائیں۔

حضرت موسی اشعری اپنے ساتھیوں سمیت یہیں ان کے پاس رہ گئے اب یہ لوگ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ ہی ہجرت فرما کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چلے۔ ان کے ساتھ حضور علیہ السلام کی بیوی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کا نکاح نجاشی نے ان کے خاوند کے مرجانے کے بعد حبشہ میں ہی حضور علیہ السلام کے حکم سے حضور علیہ السلام کے ساتھ فرمادیا تھا۔ تشریف لائیں۔ دوسری عورتیں مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد بھی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سمیت یہیں رہ گئیں اور ان کے دوسرے ساتھی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے پاس خیبر جانے کے لیے چل پڑے (حضور علیہ السلام کے ساتھ یہ ان کی ملاقات کی بے قراری تھی اور یہ بھی تھا کہ شاید جہاد میں حضور علیہ السلام کو ان کی ضرورت پڑ جائے) جب یہ خیبر میں حضور علیہ السلام کے پاس خدمت اقدس میں پہنچے تو خیبر فتح ہو چکا تھا۔ اور ابھی مال غنیمت تقسیم نہیں فرمائے تھے۔ تقسیم شروع ہوئی تو حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے سب ساتھیوں اور حضرت موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے تمام ساتھیوں کو بھی مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا گیا۔

(امام بخاری، الجامع الصحیح، سیرۃ النبویہ ابن کثیر ۳/ ۳۹۰۔ ۳۸۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے قبیلہ بنی دوس کی آمد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کے پاس اس وقت پہنچے جب کہ آپ ﷺ خیبر کے لیے تشریف لے جا چکے تھے۔ انہوں نے سباع بن عرفطہ الغفاری کے پیچھے اپنے اسی قبیلہ دوس کے ساتھیوں سمیت نماز فجر ادا فرمائی اور حضور علیہ السلام کی ملاقات کے اشتیاق میں حضور علیہ السلام کے پیچھے خیبر کی طرف روانہ ہو گئے حضرت سباع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں زاد راہ مہیا کیا۔ اور سواری کے جانور بھی دیے۔ جب یہ حضور علیہ السلام کے پاس پہنچے تو اس وقت تک حضور علیہ السلام نطاۃ کے قلعے فتح فرما چکے تھے۔ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام سے مشورہ فرما کر انہیں بھی مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ (سبل الہدیٰ ۵/ ۲۱۲)

عیینہ بن حصین اور بنو فزارہ کی آمد

بنو فزارہ نے اہل خیبر کی امداد کرنے کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا تھا کہ اہل خیبر کی امداد نہ کریں۔ تو ان کو خیبر کی کھجوروں کے پھل میں سے حصہ عطا کیا جائے گا لیکن انہوں نے کہا کہ یہود تو ہمارے پرانے حلیف ہیں ہم ان کی مدد ضرور کرینگے۔ جب خیبر فتح ہو گیا تو یہ مال غنیمت سے حصہ لینے کے لیے حاضر ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا حصہ ذوالرقیبہ ہے (یہ خیبر کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام تھا۔) انہوں نے کہا کہ ہم آپ سے جنگ کرینگے۔ حضور علیہ السلام نے ان کا چیلنج قبول فرمایا۔ اور فرمایا کہ جنفی کی مقام پر تمہاری ہماری جنگ ہوگی۔ اس بات کو سنتے ہی وہ دم دبا کر بھاگ گئے اور ان پر ایسا رعب طاری ہوا کہ مڑ کر نہ آئے۔

عیینہ بھی حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا اور مال غنیمت کا حصہ دینے کے لیے کہا اور کہنے لگا کہ ہم نے آپ کے لیے فتح کا راستہ ہموار کیا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس لیے واپس لوٹ گئے تھے کہ تم نے اپنے اہل وعیال کی طرف سے ایسا شور سنا تھا کہ جیسے ان پر کوئی حملہ کر رہا ہے۔

اب تمہارے لیے ذوالرقیبہ ہے۔ وہ کہنے لگا یہ کیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ ایک پہاڑ ہے جس کو تم نے خواب میں اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ یہ بھی اپنا سا منہ لے کر واپس آگیا۔ واپس آ کر اس کی ملاقات حارث بن عوف سے ہوئی اس نے اسے کہا کہ میں نے تمہیں مسلمانوں پر حملہ کرنے سے منع نہیں کیا تھا۔ کیونکہ مسلمان ضرور کامیاب ہوں گے اور مشرق ومغرب میں ان کی حکومت ہوگی۔ کیونکہ میں نے یہودی علماء سے سنا ہے کہ ہم ان کو نبی مرسل پہنچانتے ہیں۔ لیکن ان سے ہم اس لیے حسد کرتے ہیں۔ کہ نبوت بنی ہارون سے بنی ہاشم میں منتقل ہو گئی۔ ان میں سے ابو رافع نے کہا تھا کہ اگر یہود نے ہماری بات نہ مانی تو دو دفعہ ان کا قتل عام ہوگا ایک مدینہ میں اور دوسرا خیبر میں۔ (سبل الہدیٰ ۵/ ۲۱۳)

دیگر شرعی احکام

حضور علیہ السلام نے صحابہ اکرام کو مال غنیمت چرانے سے سختی سے منع فرما دیا تھا۔

دوسرا فرمایا تھا ''کہ جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر یقین رکھتا ہے اسے اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ دوسرے کی کھیتی کو اپنے پانی سے سیراب کرے۔''

یعنی اگر کسی کو مالِ غنیمت سے کوئی حاملہ کنیز ہے تو وضع حمل تک اس سے مقاربت نہ کرے۔

حضور علیہ السلام نے خیبر کے موقع پر جب لوگ ہانڈیوں میں گدھے کے گوشت کو پکا رہے تھے اعلان فرمایا تھا۔

''اللہ اور اس کا رسول تمہیں اس بات سے منع فرما رہے ہیں کہ تم گدھوں کا گوشت کھاؤ۔ کیونکہ یہ پلید ہے۔''

حضور علیہ السلام نے خچر کا گوشت بھی منع فرما دیا نیز جنگلی جانوروں میں سے درندوں کے گوشت کو بھی منع فرما دیا۔ اور تیز ناخنوں سے شکار کرنے والے پرندوں کا بھی شکار منع فرما دیا۔

نیز فرمایا کہ کھجور کا پھل جب تک قابل استعمال نہ ہو جائے فروخت کرنا جائز نہیں۔

نیز حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ الوصلۃ الموصولۃ۔ الوشمۃ اور الموشمۃ الخامشۃ وجُھَا اور الشاقۃ جیبہا۔ ان عورتوں پر لعنت فرمائی الوصلۃ سے مراد وہ عورتیں جو دوسری عورتوں کے بال لے کر دوسری عورت کے بالوں سے پیوست کرتی ہیں۔

الموصولۃ جس کے بالوں کے ساتھ کسی دوسری عورت کے بال پیوست کئے جائیں الوشمۃ جو سوئی کی نوک سے کسی خاتون کے چہرے اور ہاتھوں وغیرہ پر نیلے رنگ کے نقش و نگار بناتی ہیں۔ اور الموشمۃ سے مراد وہ عورت جس کے جسم پر ایسے نقش و نگار گوندے جاتے ہیں۔

الخامشۃ وجھھا وہ عورت جو کسی عزیز کی موت پر یا کسی دوسرے کے صدمہ کے وقت اپنے چہرے کو نوچتی ہے۔

اور الشاقۃ جیبہا جو کسی عزیز کی کی موت یا کسی عزیز کی موت یا کسی دوسرے صدمہ کے وقت اپنا گریبان پھاڑ ڈالتی ہیں۔

ان کے علاوہ المجثمۃ وہ جانور جسے میدان میں کھڑا کر کے اس پر نشانہ بازی کی جاتی ہے۔ کیونکہ اس کو ازیت دی جاتی ہے۔ اس لیے اسے حرام قرار دیا۔

الخلیۃ کو بھی حرام قرار دیا۔ یہ وہ جانور ہے جسے درندے نے اپنی گرفت میں لیا ہو اور درندے کی گرفت سے چھوٹنے کے بعد ذبح کرنے سے پہلے ہی مر جائے۔ اور النہبہ کو بھی حرام قرار دیا کہ کسی زندہ جانور سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیا جائے۔

حضور علیہ السلام نے خیبر کے موقع پر عورتوں کو قتل کرنے سے بھی منع فرما دیا۔ (ضیاء النبی ۴/ ۲۶۱)

متعہ کی حرمت کا اعلان

مُتعہ سے مراد کسی عورت سے رقم کے بدلے مقررمیعاد تک بغیر ولی کے راز داری سے ایجاب و قبول سے میاں بیوی کے تعلقات ہیں۔ جو کہ زیادہ سے زیادہ دو حیض یا پینتالیس دن کے بعد خود بخود بغیر طلاق کے ختم ہو جاتے ہیں نیز مُتعہ میں کوئی وارثت نہیں ہوتی اور مرد لعان کے بغیر بھی انکار کرسکتا ہے۔



ان سب امور سے حضور علیہ السلام نے منع فرما دیا۔

یاد رہے کہ حرمت کا حکم حضور علیہ السلام نے غزوہ خیبر کے موقع پر پندرہ سو مجاہدین کے سامنے بیان فرمایا۔

''حضرت زید بن علی نے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے روز پالتو گدھوں کے گوشت اور مُتعہ کے نکاح کو حرام قرار دے دینے کا اعلان کیا تھا۔'' اضیاالنبی ۴۔ ۲۷۳۔

متعہ کی رسم زمانہ جاہلیت سے چلی آرہی تھی ایک دفعہ مجاہدین اسلام جو کہ کافی عرصہ سے اپنی بیویوں سے دور تھے کو حالت اضطرار میں اس کا اذن ملا تھا۔ بعد میں یہ منسوخ کر دیا گیا۔ضیاالنبی ۴۔ ۲۶۹۔

یہ اسی طرح ہے جیسے قرآن پاک میں حالت اضطرار میں محض زندگی بچانے کے لیے مردار یا حرام چیز کھا لینے کا حکم ہے۔حرام چیزوں میں خنزیر۔مردار۔خون اور وہ چیزیں جن کو بتوں کے نام پر ذبح کیا جاوے شامل ہیں۔

(ضیاالنبی ۴۔۲۶۹)

اہل فدک کے ساتھ معاہدہ صلح

حضور علیہ السلام نے خیبر کے قلعوں کی طرف جاتے ہوئے اہل فِدک کے یہودیوں کی طرف حضرت محیصہ بن محمود کو روانہ فرمایا اور انہیں کہلا بھیجا اِن کو حکم دیا کہ پہلے ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا اگر وہ قبول نہ کریں تو انہیں کہنا کہ بنی علیہ السلام تم پر اس طرح لشکر کشی کرینگے۔جس طرح اہل خیبر پر کی ہے۔اور تمہارے میدان میں آ کر مجاہدین اسلام خیمہ زن ہوں جائیں گے۔اس کا جو نتیجہ نکلے گا وہ تم سے پوشیدہ نہیں''

انہوں نے حضرت محیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پاس دو دن تک جواب دینے کے لیے ٹھہرائے رکھا۔اور کہا کہ ہم آپس میں صلح ومشورہ کر رہے ہیں اصل میں یہ ٹال مٹول اِس لیے کر رہے تھے کہ حضور علیہ السلام خیبر کے قلعوں کی طرف گئے ہوئے ہیں اور وہاں پر مرحب سمیت جو کہ اکیلا ایک ہزار آدمی پر بھاری تھا اور بہت سے یہودی سورما اور بہترین لڑاکا دس ہزار کی فوج اور اسلحہ کے انبار سمیت موجود ہیں دیکھتے ہیں کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت محیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس جانے کی تیاری کر رہے ہیں تو آپ کی منت سماجت پر اتر آئے اور اس بات پر رضا مند ہو گئے کہ اپنے چند یہودی اکابرین حضور علیہ السلام کی خدمت میں صلح کے لیے بھیجتے ہیں اس دوران ان کو مرحب یہودی اور دوسرے سورما یہودیوں کے قتل کی اطلاع مل گئی تھی۔اور نطاۃ کے قلعوں پر حضور علیہ السلام کے قبضے کی اطلاع بھی مل گئی تھی۔ان کے آدمی لون بن یوشع کی سرکردگی میں حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش ہوئے۔

حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں صلح کی درخواست پیش کی جو حضور علیہ السلام نے قبول فرمائی۔



اہل فدک کی شرائط صلح

۱۔ حضور علیہ السلام سارے یہودیوں کی جان بخشی فرمادینگے۔

۲۔ یہودی فدک کے علاقہ سے نکل جائیں گے۔

۳۔ تمام غیر منقولہ جائیدادیں، مکانات، نخلستان اور کھیت حضور سرورِ دوعالم ﷺ کے حوالے کردینگے۔

انہوں نے شرائط پر عمل درآمد میں پس وپیش کیا۔ تو حضرت محیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو انجام سے ڈرایا تو یہ اس بات پر راضی ہوگئے کہ فدک کی نصف زمین یہود کی ملکیت رہے گی اور نصف زمین کے حضور علیہ السلام مالک ہونگے۔ (ضیا النبی ۴/ ۲۷۴)

حضور علیہ السلام کا مال فدک کا تصرف

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فرمان عالی شان ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۘ۷

ترجمہ: جو مال پلٹ دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں کو تو وہ اللہ کا ہے اور اس کے رسول (علیہ السلام) کا ہے۔ اور رشتے داروں یتیموں، مسافروں کے لیے ہے۔ تاکہ وہ مال گردش نہ کرتا رہے۔ تمہارے دولتمندوں کے درمیان۔ (سورۃ حشر، ۷)

مال غنیمت وہ ہوتا ہے جو کسی قوم پر لشکرکشی کے بعد حاصل ہو اس کا حکم اور ہے قرآن پاک میں ارشاد الٰہی ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا

ترجمہ: اور جان لو جو چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ او راس کے رسول کے لیے رشتہ داروں یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ تعالیٰ پر اور اس (قرآن) پر جسے ہم نے اپنے بندے پر اتارا۔" (سورۃ انفال، ۴۱)

اس آیت شریف میں کھول کر بتادیا گیا ہے کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے لیے ہے۔ اور اس کا مصرف حضور علیہ السلام کو بتایا کہ رشتہ داروں یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس احد پہاڑ جتنا بھی سونا ہو۔ تو

اسے تم لوگوں پر تین دن کے اندر اندر بانٹ دوں۔ 

حضور علیہ السلام کے پاس جو کچھ آتا تھا سب غریبوں وغیرہ میں بانٹ دیتے تھے۔اور اَپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے۔

ایک دفعہ کہیں سے کوئی لونڈی غلام آئے حضور علیہ السلام کی خدمت میں آپ کی پیاری ولاڈلی بیٹی خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں کہ والد پاک ﷺ کے پاس جا کر کسی لونڈی غلام کے لیے عرض کرتی ہوں۔لیکن حیا نے بات کرنی کی اجازت نہ دی۔

حضور علیہ السلام کی خیر خیریت دریافت فرمانے کے بعد واپس تشریف لے آئیں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ آپ تو لونڈی وغلام وغیرہ کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے گئیں تھیں۔آپ نے فرمایا کہ حیا نے اجازت نہ دی۔آپ ان کو لے کر حضور علیہ السلام کے پاس دوبارہ آئے اور عرض کی کہ حضور علیہ السلام ان کے آنے کا یہ مقصد تھا۔لیکن بیان نہیں کرسکیں۔حضور علیہ السلام نے ان کو کوئی لونڈی وغلام وغیرہ دینے سے انکار فرمادیا۔اور فرمایا کہ میں ان کو بیچ کر پہلے اپنے اہل صفہ پر خرچ کرونگا۔پھر حضور علیہ السلام نے اس سے بہتر چیز کا فرمایا کہ ان کو تحفہ دوں۔تو حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ رات سونے سے پہلے تینتیس دفعہ سبحان اللہ۔تینتیس دفعہ الحمدللہ اور چونتیس دفعہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آقا علیہ السلام کا ارشاد گرامی میں جنگ صفین کی رات کو بھی نہ بھولا۔

فِدک کوئی عام جگہ نہیں تھی بلکہ یہ ایک زرخیز وسیع اراضی تھی۔جس میں زرخیز میدان اور شاداب باغات کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔جس میں نخلستان کھجوروں کے جھنڈ بھی تھے۔اس کی سالانہ آمدنی چوبیس ہزار دینار یعنی اس وقت کے اڑھائی لاکھ روپیہ کے اوپر نیچے تھی۔ یہ ایک کثیر آمدنی تھی۔لیکن حضور علیہ السلام اس میں سے تیز ہوا سے بھی زیادہ لوگوں پر تصرف فرمادیتے تھے۔اور اپنی ضرورت کو بھی نہیں دیکھتے تھے۔اور خود کئی کئی دن فاقے سے رہتے تھے۔ یہی حال ازواج مطہرات کا بھی تھا۔کئی کئی دن چولہے میں آگ بھی نہیں جلتی تھی۔

آسان سنتیں

ہم لوگ آسان آسان سنتیں تو خدا کے فضل ومہربانی سے ادا کر لیتے ہیں لیکن یہ وہ سنت ہے جس کو کوئی قسمت والا ہی ادا کرسکتا ہے۔

حضور علیہ السلام کی سخاوت اور اہل بیت کی سخاوت کے بارے میں لکھا جائے تو کئی ابواب بھی کم پڑ سکتے ہیں۔

سیدنا حضرت علی اوران کے گھر والوں کے بارے میں ہی جب ان حضرات نے تین دن تک روزہ افطار کے وقت جو کچھ تھا۔ہر روز یتیم پھر مسکین اور پھر اسیر کو عطا فرمادیا۔اور خود بھوکے رہے تو یہ آیت شریف نازل ہوئی:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۸

ترجمہ: (یعنی وہ محض رضائے الٰہی کے لیے) اپنا کھانا (اپنی ضرورت کے باوجود) مسکین و یتیم کو اور اسیر کو کھلا دیتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی سائل مانگنے کے لیے آیا۔آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر بعد ایک ہزار سونے کی اشرفیوں سے بھری پوٹلی لے کر روتے ہوئے باہر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ گھر میں یہی کچھ تھا جو کہ تھوڑی دیر پہلے ہی مجھے پہنچا ہے۔لائے اور سائل کو دے دیا۔ اِس نے اشرفیاں قبول کیں اور عرض کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے آپ رو کیوں رہے ہیں۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس لیے رو رہا ہوں کہ مجھے تیری حالت کا پہلے کیوں نہ پتہ چل گیا۔اور تجھے سوال کی شرمندگی کیوں اٹھانا پڑی۔

آج کون اس سنت پر پورا اترتا ہے۔

یہ صحابہ اکرام پاک کی ہی شان پاک تھی۔آج اگر ہم حضور علیہ السلام کی آسان سنتیں (حالانکہ یہ بھی آہستہ آہستہ کم ہوتی جا رہی ہیں) چہرے پر یا جسم پر سجا لیتے ہیں تو ہم کو شیطان ورغلاتا ہے کہ تم سے بڑا نیک و پرہیز گار اور کوئی نہیں۔حالانکہ یہ تو اس مکتب پاک کی ایک وردی ہے جسے ہم نے زیب تن کیا ہے۔جب کوئی بچہ کسی سکول میں داخلہ لیتا ہے تو وہ پہلی کلاس کا طالبعلم اگر اس سکول کا لباس پہن لے تو کیا اس لباس سے اس کو سب کتابوں وغیرہ کا علم جو استاد کئی کئی سال لگا کر پوری زندگی حاصل کرتے رہتے ہیں پر حاوی تو نہیں ہو جاتا۔

یہ وہ راستہ ہے جس پر ساری زندگی چلنے کے بعد بھی آدمی طالبعلم ہی رہتا ہے۔اور اس کا پہلا سبق ایمان ہے جو آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے عشق میں بدل جاتا ہے۔

''ایمان سلامت ہر کوئی منگے۔عشق سلامت کوئی ہو۔میرا عشق سلامت رکھلئیں باہو۔ایمانو دیاں دَہائی ہو۔''

(حق باہو رحمۃ اللہ علیہ)

آج ہم پہلا سبق پڑھنے کے بعد ہی خود کو عالم و فاضل سمجھنے لگتے ہیں۔

''حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ورد۔وظیفہ۔نماز،روزہ،تو بیوہ عورتیں تم سے زیادہ کر لیتی ہیں کوئی مَردوں والا کام کرنا چاہئے۔؟

یہ وہ پرخطر سفر ہے اور یہ عشق کی وہ خار دار وادی ہے جس کو سوائے پیر کامل کی نظر کرم سے کوئی عبور نہیں کر سکتا ہے۔

ہمارے پیر و مرشد خواجہ گوہر دین موضع جیندڑ شریف کڑیانوالہ ضلع گجرات فرماتے تھے کہ لوگ آگ تو جلاتے ہیں لیکن پھر خود ہی اس کو سینکنے لگتے ہیں اور آپ فرماتے تھے کہ سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔پیری فقیری۔بھی مل جاتی ہے۔دعا،بد دعا بھی قبول ہونے لگتی ہے کشف کرامت بھی حاصل ہو جاتی ہے لیکن ایک چیز مشکل ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی پہچان۔

اور آپ فرماتے تھے کہ سالک پر ایک ایسا وقت بھی آتا ہے کہ اس کے لیے غوثیت اور قطبیت بھی خدا کی راہ میں حجاب

بن جاتی ہے یعنی وہ خدا کا بندہ جو کہ خالص اس کا ہوتا ہے وہ خدا سے خدا ہی مانگتا ہے۔ ان درجوں پر بھی اس کی نظر نہیں ٹھہرتی حالانکہ یہ بہت ہی بڑے درجے ہیں۔

بس جس کسی نے بھی حضور علیہ السلام کی شان بیان کی اس نے اپنا علم جہاں تک کہ اس کی نظر گئی کو ہی بیان کیا۔ ان کی شان اس سے بھی وراء الوراء ہے۔ حضور علیہ السلام کی صفات پاک کی بھی اللہ تعالیٰ کی ہی مہربانی سے کوئی حد نہیں۔ کو مخلوق میں سے کوئی نہیں پہنچ سکتا حضور علیہ السلام بزم رونق وجہ کائنات جیسا نہ کوئی آپ ﷺ سے پہلے ہوا اور نہ ہی کوئی بعد میں ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے۔

''الدنیا الزور'' دنیا ایک دھوکہ ہے۔

ہر کوئی اس میں کہیں نہ کہیں پھنسا ہوا ہے۔ عالم اپنی علمیت کے حجاب میں پھنسا ہوا ہے دولتمند اپنی دولت کے حجاب میں پھنسا ہوا ہے اور جاہل اپنی جاہلیت کے حجاب مں پھنسا ہوا ہے۔ کوئی عزت و وقار کے حجاب میں پھنسا ہوا ہے حالانکہ دوزخی لوگوں سے یہ بھی فرمایا جائے گا۔

ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿٤٩﴾

ترجمہ: آج مزہ چکھ (دوزخ کا) تو دنیا میں بڑی عزت و تکریم والا تھا۔

کوئی کسی دنیاوی عورت یا کوئی عورت کسی مرد کے عشق میں مبتلا ہے حالانکہ محبت کے قابل تو صرف اس خدائے پاک کی ذات پاک ہے۔ یا اس کے رسول پاک ﷺ اور اس کے نیک بندوں کی محبت ہے جو کہ نہ ختم ہونے والی ہے۔

فانی چیز کی محبت سے بھی کیا دل لگانا۔

لیکن یہ کسی قسمت والے کو ہی نصیب ہوتی ہے پیر مہر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف والے فرماتے ہیں کہ

؎ کوئی ورلیاں موتی لے تریاں اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی انہی اشعار پر وجد کے عالم میں وفات ہوئی کہ

؎ کشتگان خنجر تسلیم را ہر زمان از غیب جانے دیگر است

یہ میں میں اور غرور بندے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''غرور میری چادر ہے جس نے اس کو اوڑھنے کی کوشش کی میں اس کا سر پاش پاش کر دونگا''

حضرت بیدم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

؎ جو بنا یہاں وہی مٹ گیا جو مٹا یہاں وہی بن گیا

اور آپ فرماتے ہیں کہ۔

؎ بے ہوشی ہے ہوشیاری ہوشیاری ہے بے ہوشی
اب ہوش نہ لینے دے مجھ کو میری بے ہوشی

غورطلب بات یہ ہے کہ ہم یہاں اس دنیا میں کس لیے آئے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ

ترجمہ: ہم نے زندگی اورموت کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ تمہیں آزمائیں کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔

(سورۃ ملک، ۲)

ہر ایک کے لیے مختلف قسم کے حالات واقعات ترتیب دے دیے جاتے ہیں کہ کسی کو دولت دے کر آزمایا جاتا ہے کسی سے دولت لیکر آزمایا جاتا ہے۔کسی کو کچھ دیا جاتا ہے کسی سے کچھ لیا جاتا ہے۔یہ اس خدائے پاک کا نظام ہے جس کی باریکیاں وہی سمجھ سکتا ہے۔

کیونکہ وہ ''لطیف خبیر'' ہے نہایت باریک بین جاننے والا ہے۔

حضور علیہ السلام کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عافیت کا میدان بہت وسیع ہے اور آپ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا کرو ہم لوگ آزمائشوں کے قابل نہیں۔یا اللہ ہم تجھ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں ہم کو اور حضور علیہ السلام کی ساری امت کے مسلمانوں کو عافیت سے رکھ اور آزمائشوں کو دور فرما کر ہم پر حضور علیہ السلام کے صدقے عافیت ورحم کا معاملہ فرما اور یا اللہ تو اپنے پیارے محبوب رسول مکرم محترم آقا دو جہاں حضور علیہ السلام پر ہمیشہ ہمیشہ ایسا درود پاک نازل فرماتا رہ جس کی کوئی حد نہ ہو۔جو پاکیزہ ہو۔طیب ہو طاہر ہو، ہم سب کو پاک کرنے والا ہو۔کیوں کہ آقا علیہ السلام کے در کے علاوہ ہمارا کوئی در نہیں ہے۔آمین ثم آمین۔(احقر العباد نثار النبی بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ)

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ اور ایک جگہ عنا کا لفظ فرمایا۔

ترجمہ: یعنی یا اللہ تو توبہ قبول کرنے والا ہے توبہ کو پسند فرماتا ہے پس مجھ کو اور ہم کو بخش دے۔

اصول کافی صفحہ ۱۸ پر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

الحدیث: قال رسول الله ﷺ ان العلما ورثة انبياء لم يورثو دينار ولا درهما ولكن اوتو العلم ممن اَخَذَ مِنه اَخَذَ بخط وافر۔(۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں بے شک انبیاء دینار درہم کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ علم کو ورثہ میں دیتے ہیں جس کو ان کے علم سے حصہ ملا اسے بڑا وافر حصہ ملا۔

(ضیاالنبی جلد ۴ صفحہ ۲۸۷)

حضور علیہ السلام کی ظاہری زندگی کے بعد فدک کے اموال سے تصرف سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی

اسی طرح فرماتے ہیں جس طرح حضور علیہ السلام فرماتے تھے۔ پھر ان اموال کو سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی طرح تقسیم فرمایا پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی طرح ان کو تقسیم فرماتے رہے۔ اور اس کے بعد سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح تقسیم فرمایا اس کے بعد سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور علیہ السلام کی سنت کے مطابق ہی دوسرے صحابہ اکرام کی طرح تقسیم فرماتے رہے پھر ان کے بعد آپ کے صاجزادے امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاجزادے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں باری باری انتظام فرماتے رہے پھر زید بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خدمت سونپ دی گئی۔

بعض لوگوں نے من گھڑت باتوں سے فِدک کے معاملات کو الجھانے کی کوشش کی ہے حالانکہ یہ لوگ دوسرے لوگوں کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتوں سے اہم سمجھنے میں فخر سمجھتے تھے۔ اور مالوں اور جائیدادوں کے جھگڑوں میں پڑنے والے نہیں تھے۔

یہ ہم دنیادار ہیں جو ان چیزوں میں الجھ کر اپنی دنیا و آخرت سب کچھ تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ فرماتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

ترجمہ: اور آسمانوں اور زمینوں کی میراث اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ (سورۃ آل عمران، ۱۸۰)

اور آخرت میں جنت کے بارے میں فرمایا ہے کہ ہم مومنوں کو اس کا وارث بنا دینگے۔ "یعنی مومن لوگ ہمیشہ ہمیشہ اس جنت میں رہینگے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ اولاد کے لیے کیا چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ دو چیزیں ہیں یا تو میری اولاد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبردار ہوگئی۔ تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ خود ہی کافی ہے۔

اور یا یہ نافرمان ہوگی۔ اور اگر یہ نافرمان ہوگی تو میری دولت و جائداد ان کی نافرمانی میں اور اضافہ کرے گی"۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾ (سورۃ فجر، ۲۰)

ترجمہ: اور مال کی محبت تمہارے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس کا مفہوم ہے کہ باوجود اس کی محبت کے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس کے نیک بندے اس مال کو خدا اور رسول علیہ السلام کے حکم کے مطابق اس کے راستے میں اپنے عزیزوں رشتہ داروں (ان کا درجہ پہلے ہے) پھر مسکینوں، پھر یتیموں پھر اسیروں وغیرہ پر خرچ کرتے ہیں اور ایک جگہ فرمایا کہ مانگنے والوں پر اور قرضوں میں پھنسے ہوئے لوگوں پر (ان کی گردنیں چھڑانے کے لیے) خرچ کرتے ہیں۔ اور ایک جگہ فرمایا کہ ان نہ مانگنے والوں پر بھی خرچ کرتے ہیں کہ ان کے چہروں سے ان کی حاجتیں پہچان لی جاتی ہیں۔ کہ وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے ہیں"

بہر حال یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے جسے وہ چاہتا ہے اپنے کرم میں ڈھانپ لیتا ہے۔ اس کو عطا فرما دیتا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل و کرم کا مالک ہے۔

(سورۃ جمعہ، ۴)

معجزات

حضور علیہ السلام سے غزوہ خیبر کے موقع پر متعدد معجزات کا ظہور ہوا۔ حضور علیہ السلام نے حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق جب وہ حدی خوانی کر رہے تھے رحمہ اللہ فرما کر اشارہ فرما دیا تھا۔ کہ وہ شہید ہونگے۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں ان سے اور زیادہ کیوں نہ مستفید ہونے دیا گیا تو وہ واقعی غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔ اِن کو اپنی ہی تلوار تیزی میں لگ گئی تھی۔

دوسرے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ان کو اتنا بڑا پنڈلی پر زخم لگا کہ ان کے بچنے کی امید ہی نہ رہی۔ لوگ اٹھا کر ان کو حضور علیہ السلام بارگاہ عالیہ میں ہے۔ آئے حضور علیہ السلام نے اس پر تین مرتبہ دم فرمایا چشم زرن میں زخم بالکل ٹھیک ہوگیا۔

یہاں بھی ایک آدمی بہت بے جگری سے لڑ رہا تھا۔ حضور علیہ السلام کے آگے کسی نے اس کی بہادری کا ذکر کیا۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جہنمی ہے۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں اس کے پیچھے ہو لیا یہ لڑتے لڑتے خود بہت زخمی ہوگیا اس سے تکلیف برداشت نہ ہوسکی تو اس نے بھی تلوار زمین میں گاڑ کر اس کے اوپر اپنے سینے کو گرایا۔ تلوار اس کے سینے کے پار ہوگئی اور اس طرح اس نے خودکشی کر کر کے اپنی زندگی کا خاتمہ کرلیا۔ یہ صحابی دوڑتے ہوئے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں گئے اور سارا ماجرا عرض کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا بعض دفعہ کوئی آدمی اچھے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اُس کے اور جنت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اُس کی ازلی شقاوت اُس پر غالب آجاتی ہے اور وہ بُرے عمل کرنے شروع ہو جاتا ہے اور دوزخ میں جا گرتا ہے اور بعض دفعہ کوئی آدمی بُرے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اُس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے یہاں تک کہ اُس کی ازلی سعادت اُس پر غالب آجاتی ہے اور نیک کام کرنے لگ جاتا ہے اور جنت میں جا داخل ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر بسا اوقات بظاہر کوئی جنتیوں کا سا عمل کرتا ہے حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے اور بسا اوقات بظاہر کوئی دوزخیوں کا سا عمل کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔

یہ اس لیے فرما دیا کہ کوئی بڑے سے بڑے نیک کام کرنے والا بھی ان پر مغرور نہ ہو جائے اور کوئی بُرے سے بُرا

کام کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جائے۔(صحیح البخاری ۲۔کتاب المغازی ۵۔۶)

غزوہ وادی القریٰ

حضور علیہ السلام نے غزوہ خیبر سے واپسی پر ان کا قصد فرمایا یہاں بھی یہود آباد تھے۔ یہ وادی شام اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک وسیع وادی تھی ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔ جسے ان لوگوں نے مسترد کر دیا۔ اور جنگ کی تیاری شروع کر دی اور آس پاس بدو قبائل کو بھی ساتھ ملا لیا۔

حضور علیہ السلام نے بھی لشکر صحابہ کو صف آرا ہونے کا حکم دیا ہے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑا جھنڈا اور حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سہل بن حنیف عباد بن بشر رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چھوٹے جھنڈے عطا فرماتے اور ان کو اپنے محاصرے میں لے لیا۔ چار دن تک محاصرہ جاری رہا اس دوران ان کے بڑے پہلوان یک بعد دیگرے گیارہ کی تعداد میں نکلے۔ جنہیں حضرت زبیر بن عوام اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابو دجانہؓ اور دوسرے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نے تہہ تیغ کر دیا۔ جب بھی ان کا کوئی قتل ہوتا تو حضور علیہ السلام از سرنو ان کو اسلام لانے کی دعوت دیتے۔

آخر کار اگلے دن صبح ہی صبح ان لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

اس جنگ میں رفاعہ بن زید نامی ایک سیاہ فام غلام جس کا نام "مدعم" تھا۔ جو کہ حضور علیہ السلام کی اونٹنی پر کسا وہ کستا تھا۔ کو ایک تیر لگا اور اس کی جان نکل گئی۔ حضور علیہ السلام کے آگے کسی نے عرض کہ اس کو جنت مبارک ہو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا" ہرگز ایسا نہیں اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اس نے خیبر کے اموال غنیمت میں ان کی تقسیم سے پہلے جو چادر اچک لی تھی وہ آگ بن کر اس پر بھڑک رہی ہے۔"

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی سن کر لوگ لرز گئے جس کسی کے پاس کوئی معمولی سی چیز بھی تھی۔ جو انہوں نے چرائی ہو فوراً واپس کر دی۔ حتیٰ کہ ایک آدمی نے چمڑے کی ایک یا دو ودھری بھی واپس کر دی۔ حضور علیہ السلام نے یہاں حضرت حمزہ بن ہوزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جاگیر عطا فرمائی اور حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہاں والی مقرر فرمایا مسلمانوں کو بے شمار مال و دولت کے علاوہ قیمتی گھریلو سامان بھی ملا۔ حضور علیہ السلام نے مہربانی فرماتے ہوئے ان کو یہاں اِن کی زمینوں سے بے دخل نہیں فرمایا بلکہ اہل خیبر کی شرائط پر ان کو ان کی زمینوں میں رہنے دیا گیا۔(خاتم النبیین ۲/ ۹۰۴)(سبل الہدیٰ ۵/ ۲۲۹)

وادی تیما

حضور علیہ السلام نے اب اس وادی تیما کا جہاں یہودی آباد تھے اور یہ آخری یہودیوں کی آبادی تھی۔ قصد فرمایا یہ مدینہ طیبہ سے سات کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع تھی۔ حضور علیہ السلام کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی لشکر اسلام کی دہشت ان لوگوں میں پھیل چکی تھی۔ ان لوگوں نے حضور علیہ السلام کو صلح کا پیغام بھیجا جو آپ ﷺ نے قبول فرمایا اور ان لوگوں نے بھی باغات کا خراج

دینا منظور کرلیا۔اور یہ سب لوگ بھی جزیہ دینے لگ گئے ۔(تاریخ الخمیس ۲/ ۵۸)

جزیہ

یہ ٹیکس اسلامی مملکت کے غیر مسلم شہریوں سے وصول کیا جاتا ہے ۔اور یہ اسلامی مملکت کی بالادستی قبول کرتے ہیں ۔ حضور علیہ السلام نے زمینوں کے حقوق کی بہت تاکید فرمائی ہے ۔اور ان پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے ۔حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس لیے ذِمی معاہدے کو قبول کیا ہے تا کہ ان کے مال ہمارے مالوں کی طرح اوران کے خون ہمارے خونوں کی طرح ہو جائیں ۔

سبحان اللہ حضور علیہ السلام کی کیا شان پاک ہے کوئی بھی ملک کا بادشاہ اپنے ملک میں بسنے والے دوسرے مذہب کے لوگوں سے اس طرح روادی نہیں برتتا۔جس طرح کہ اسلامی مملکت اپنے اندر بسنے والے غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور نرمی برتتی ہے ۔

لیکن یاد رہے یہ جزیہ صرف عاقل اور بالغ مرد سے ہی لیا جاتا ہے ۔جو کہ آزا ہو۔کسی بھی اپاہج یا وائم مریض یا بوڑھے آدمی سے اندھے وغیرہ یا مفلس اور بے روزگار سے یہ وصول نہیں کیا جاتا۔

اوراس طرح ان کا دشمنوں سے دفاع کی ذمہ داری بھی اسلامی مملکت پر عائد ہو جاتی ہے ۔(الاحکام السلطانیہ ۳/ ۱۵۴)

سورج کا واپس پلٹنا

حضرت امام طحاوی نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واسطہ سے دو سندوں سے ''مشکلات الحدیث'' میں روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر سے واپسی کے وقت جب ''الصبہا'' کے مقام پر پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں سر مبارک رکھ کر استراحت فرما ہو گئے ۔اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزول وحی کی کیفیت طاری ہوگئی ۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابھی تک نماز عصر ادا نہیں کی تھی ۔آپ اپنی گود میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک لیے یونہی بیٹھے رہتے اور اس رخ زیبا کی زیارت سے مستفید ہوتے رہتے ۔جس کو سورج اور چاند بھی شرماتے ہوئے دیکھتے ہیں ۔وقت یونہی گذرتا گیا اور تھوڑی دیر بعد سورج غروب ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب چشم مبارک کھولی تو فرمایا کہ کیا تم نے عصر کی نماز ادا کر لی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہ نے عرض کی کہ ابھی ادا نہیں کی ۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی ۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ کَانَ فِیْ طَاعَتِکَ وَطَاعَۃِ رَسُوْلِکَ فَارْدُدْ عَلَیْہِ الشَّمْسَ ○

اے اللہ علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا پس ڈوبے ہوئے سورج کو لوٹا دے ۔حضرت اسماء

رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ میں نے خود سورج کو ڈوبتے دیکھتا۔ پھر میں نے دیکھا کہ غروب ہونے کے بعد ﷺ پھر طلوع ہوگیا۔ (یعنی اِتنا واپس پلٹ گیا کہ عصر کی نماز ادا کی جاسکے)

یہ واقع خیبر سے واپسی کے وقت پیش آیا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی، شہاب الدین خفاجی، ابن عابدین، ملا علی قاری امام سخاوی اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (کتاب الخراج، ۱۸) (ضیاالنبی ۴۔ ۳۱۸)

قضاء نماز کی تربیت

حضور ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو امت کے لئے قابل تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی حکمت ہے۔ اس نے اس لیے انبیاء اکرام علیہ السلام کو انسانوں میں بھیجا تا کہ وہ ان کی تربیت کرسکیں۔ زندگی کے سارے کے سارے لوازمات انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق ادا کر کے دوسرے لوگوں کے سامنے اپنے آپ کا نمونہ پیش کیا۔ کہ اس طرح کے حالات میں اس طرح عمل کرو غزوہ خیبر سے واپسی پر یہ واقعہ پیش آیا۔

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ خیبر سے مدینہ طیبہ واپسی کے وقت ایک رات حضور ﷺ نے رات کے پہلے حصے میں سفر شروع فرمایا۔ جب رات ڈھل گئی اور نیند محسوس ہونے لگی۔ تو حضور ﷺ نے لشکر کو ٹھہرایا اور لوگوں کو سونے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ لیکن آرام فرمانے سے پہلے حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا کوئی صالح شخص رات بھر جاگ سکتا ہے تا کہ ہمیں سورج طلوع ہونے سے پہلے جگا دے اور ہم نماز فجر ادا کرسکیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ غلام حاضر ہے تمام لشکر استراحت فرما ہوگیا۔ آپ نوافل میں مصروف ہو گئے۔ اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا نوافل میں مصروف رہے۔ طلوع فجر سے تھوڑی دیر پہلے انہوں نے سورج کے طلوع ہونے کی طرف منہ کر کے اپنے اونٹ کے ساتھ ٹیک لگا کر پاؤں سیدھے کر دیئے۔ اچانک ان پر نیند مسلط ہوگئی اور یہ گہری نیند سو گئے کہ سورج طلوع ہوگیا جب تیز دھوپ ہوتی تو حضور ﷺ کی آنکھ سب سے پہلے کھلی۔ حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

ما صنعت بنا یا بلال

اے بلال تم نے ہمارے ساتھ کیا کیا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ جس ذات نے آپ کو سلائے رکھا۔ اس نے مجھے بھی جاگنے نہیں دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''صدقت'' تو نے سچ کہا ہے۔

آقا دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب یہاں سے کوچ کرو۔

کچھ دور آ گے جا کر حضور سرور دو عام ﷺ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا۔ سب صحابہ نے اپنی سواریاں بٹھا دیں اور سب سواریوں سے اترے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی۔ پھر اقامت پڑھی اور حضور ﷺ نے نماز ادا کی۔ اور ارشاد فرمایا۔

از نسیتم الصلوٰۃ فصلوھا از ذکر تموھا فان اللہ عزوجل یقول اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ○

ترجمہ: یعنی اگر تم نماز ادا کرنا بھول جاؤ جیسے ہی تمہیں یاد آئے اس کو پڑھ لیا کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ادا کیا کرو نماز، مجھے یاد کرنے کے لئے۔

یہ واقعی اسی طرح ہے جیسے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے صحابہ پاک کی جماعت فرماتے ہوئے چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعتیں ہی پڑھ کر سلام پھیر دیا اور اپنے حجرے میں تشریف لے گئے۔ صحابہ پاک حیران بیٹھے رہے کہ حضور ﷺ پر اَب دو رکعتیں شاید فرض کر دی گئیں ہیں یا کہ آپ ﷺ بھول گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد جب حضور ﷺ ''واپس تشریف لائے تو صحابہ پاک نے عرض کی کہ یا رسول خدا ﷺ کیا دو رکعتیں کر دی گئیں ہیں۔ یا کہ آپ ﷺ بھول گئے ہیں تو آقا دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہ ہی رکعتیں کم ہوئی ہیں اور نہ ہی میں بھولا ہوں۔ بلکہ بھلا دیا گیا ہوں اور حضور سرور کون و مکان ﷺ نے بقایا دو رکعتیں بھی صحابہ اکرام کو پڑھا دیں۔

اور امت کو نمونہ دکھا دیا۔ کہ بھول جاؤ تو سجدہ سہو کر کے اس طرح پڑھ لیا کرو۔

مدینہ طیبہ واپسی پر حضور ﷺ نے صحابہ اکرام کو منع فرما دیا کہ رات کے وقت اپنے گھروں میں اچانک نہ جاؤ بلکہ جانے سے پہلے انہیں اِطلاع کر لیا کرو تا کہ تمہاری بیویاں تمہاری آمد کی اطلاع پا کر غسل وغیرہ کر کے لباس تبدیل کر کے بالوں میں تیل لگا کر کنگھی وغیرہ کر کے (تمہارے استقبال کے لئے) تیار ہو جایا کریں۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری غیر حاضری میں اپنے لباس وغیرہ کے معاملہ میں بے پروا ہوگئی ہو۔ اور تم اچانک چلے جاؤ اور (اُنہیں گندھے مندھے) لباس میں دیکھ کر کراہت محسوس کرو''۔

حضور ﷺ نے واپسی پر اُحد پہاڑ کو جب دیکھا تو فرمایا۔

هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحَرِّمُ بَيْنَ لَابَتِيِ الْمَدِيْنَةِ۔

''یہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے۔ اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اے اللہ میں مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان سارے علاقہ کو حرم قرار دیتا ہوں''۔

حضور نبی کریم ﷺ غزوہ خیبر کے بعد خیر و عافیت سے مدینہ مبارک تشریف لے آئے اور موسم خزاں اور موسم سرما مدینہ مبارک میں گزارا۔ لیکن صحابہ اکرام کی سرکردگی میں مختلف فوجی مہمیں اطراف میں روانہ فرماتے رہے۔

(سبل الہدیٰ ۵ / ۲۳۱۔ ضیاالنبی ۴ / صفحہ ۲۱۳ تا ۳۲۰)

حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا مقدمہ

غزوہ خیبر کے کچھ عرصہ بعد حضرت محیصہ بن مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو حضور ﷺ نے یہود سے خراج لینے کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔ اپنے بھائی کے بیٹے عبداللہ بن سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ کسی کام سے خیبر میں گئے۔ یہاں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کام سے اکیلے کسی گلی میں سے گزر رہے تھے کہ کسی نے ان کو شہید کر دیا۔ حضرت محیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر سن کر بہت تکلیف ہوئی۔ آپ نے ان کو خیبر ہی میں دفن کیا اور مدینہ طیبہ میں سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گئے اور سارا ماجرا عرض کیا اور اس شک کا اظہار کیا کہ عبداللہ بن سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہودیوں نے قتل کیا ہے یہ اپنے ساتھ اپنے بڑے بھائی کے دوسرے بھتیجے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ شہید ہونے والے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے کو لے کر بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بھتیجے تھے نے گفتگو کا آغاز کرنا چاہا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

''کبر کبر''

(یعنی بڑے کو بولنے دو۔ بڑے کو بولنے دو)

ان کے یہودیوں پر شک کے اظہار کے بعد حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم لوگ اس بات پر قسم کھا سکتے ہو۔ انہوں نے عرض کی کہ ہم کس طرح قسم کھا سکتے ہیں جبکہ ہم نے انہیں قتل ہوتے نہیں دیکھا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ (یہودیوں سے ان کی بیگناہی پر حلف لیا جائے تو) یہودی تو پچاس قسمیں کھا کر بری الذمہ ہو جائیں گے۔ انہوں نے عرض کی کہ ہم یہودیوں کی قسموں پر کیسے اعتبار کریں؟

حالانکہ یہ کام صرف یہودیوں نے ہی کیا تھا کیوں کہ یہاں سوائے یہودیوں کے اور کوئی آباد نہیں تھا لیکن حضور ﷺ نے یہودیوں سے باز پرس نہ فرمائی اور ان کا خون بہا اپنے پاس سے دے دیا۔ (قتل کی دیت سو اونٹ ہوتی ہے)

(صحیح بخاری کتاب الجہاد صحیح مسلم کتاب القسامۃ۔ رحمت دارین۔ ۶۱۵)

وہ قومیں جو اپنے آپ کو آج کل مہذب کہلاتی ہیں آج کے دور میں اگر وہ کسی ملک کو مکمل فتح کر لیں اور ان کا کوئی آدمی وہ لوگ قتل کر دیں تو اس ایک کے بدلے میں وہ کتنے آدمیوں کو قتل کرتے ہیں۔ لیکن قربان جائیں آقا دو جہاں ﷺ کے کہ یقینی شک کے باوجود یہودیوں کے کسی آدمی کو تہہ تیغ نہیں کیا۔ بلکہ اپنے پاس سے حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دیت ان کے وارثوں کو ادا فرما دی۔

یہ ہے حضور ﷺ کا طرز عمل جس پر انسانیت ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔

صلح حدیبیہ کے معائدہ سے خواتین کا اِستثناء

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے نورِ ایمان سے بہت پہلے ہی منور کر دیا تھا ان کا باپ عقبہ بن ابی معیط اسلام کے بدترین دشمنوں میں سے تھا اور ان کے بھائی بھی اس کے ہم نوا تھے لیکن انکی والدہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اِن کی ماں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت سے منور کر دیا ہوا تھا حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے باپ نے ان کو مدینہ نہ آنے دیا حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں جنگ بدر کے موقع پر ان کا باپ عقبہ بن ابی محیط جہنم واصل ہوا۔ تو ان کے بھائیوں نے ان کی نگرانی کڑی کر دی۔ لیکن ان کا دل ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے کے لئے بے قرار رہتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کے کچھ عرصہ بعد ان کو یہ موقع فراہم کر دیا اور یہ بالکل اکیلے پا پیادہ مدینہ کی طرف چل پڑیں۔ اتفاق سے بنی خزاعہ کا ایک شریف النفس ان کو مل گیا اور اس نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا۔

ان کے دونوں بھائی ولید بن عقبہ اور عمارہ بن عقبہ ان کا تعاقب کرتے ہوئے مدینہ طیبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ حاضر ہوئے اور اپنی بہن کی واپسی کا مطالبہ کر دیا۔ اور عرض کی کہ صلح حدیبیہ کی شرائط کو پورا فرمائیں۔ حالانکہ اصل میں صلح حدیبیہ میں عورتوں کے متعلق کوئی ذکر نہیں تھا۔

(حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فریاد کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنے در سے جدا نہ فرمایئے یہ مجھے واپس لے جا کر بہت ظلم کریں گے۔ جسے میں کیسے برداشت کروں گی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن پاک کا یہ حکم نازل فرما دیا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا جَآءَكُمُ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ مُهَٰجِرَٰتٍ فَٱمْتَحِنُوهُنَّ ۖ ٱللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَٰنِهِنَّ ۖ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى ٱلْكُفَّارِ ۖ

ترجمہ: اے مومنو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو انکو جانچ لو اور اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے اگر تم کو معلوم ہو کہ وہ ایمان پر ہیں تو ان کو کافروں کے حوالے نہ کرو۔ (سورۃ ممتحنہ، ۱۰)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم خداوندی کے مطابق حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو واپس کرنے سے انکار فرما دیا اور ان کے دونوں بھائی نامراد واپس آ گئے۔

ان کی والدہ بھی کچھ عرصہ بعد ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلی آئیں۔ ان کا نام حضرت اروٰی بنت کریز رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی پھوپھی ام حکیم بیضا بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں ان کا پہلا نکاح عفان بن ابی العاص سے ہوا تھا ان سے اروی کے بیٹے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تھے۔ عفان کی وفات کے بعد ان کا نکاح عقبہ بن ابی محیط سے ہوا تھا۔

اس طرح قرآن پاک کے حکم کے مطابق ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فیصلہ فرما دیا گیا کہ کوئی مسلمان عورت کافروں کو واپس نہ

کی جائے اور کوئی مسلمان عورت کسی کافر کے نکاح میں نہیں رہ سکتی اور کوئی مسلمان مرد بھی کسی کافرہ عورت سے نکاح نہیں کرسکتا ہے۔

(سیرت طیبہ رحمت دارین۔ ۶۱۷)

دیگر مہمات ۷ ہجری

سریہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

یہ سریہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے بنو فرازہ کی طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں غزوہ خیبر کے بعد مدینہ طیبہ لوٹنے کے بعد روانہ فرمایا۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ان کے بعد بہز عکرمہ بن عمار ایاس بن سلمہ اور خود امام احمد بن حنبل کے والد صاحب نے بیان کیا ہے کہ ہم لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضور ﷺ کے حکم سے بنی فزارہ کے خلاف جنگ کے لئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔

اس کے بعد امام احمد بن حنبلؒ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں ان کی زبانی بتاتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بنو فزارہ کی گوشمالی کے لئے حضور ﷺ کے حکم کے مطابق روانہ ہوئے۔ بنو فزارہ کے چشمہ پر ہم نے رات گزاری۔ صبح کی نماز کے بعد حضور ﷺ کی سنت کے مطابق ہم نے دشمن پر حملہ کیا۔ دشمن کے جو لوگ ہم سے لڑے ہم نے ان کو قتل کر دیا۔ باقی لوگ بھاگ گئے۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو پہاڑ کے اوپر چڑھتے ہوئے ہانک کر ہم واپس چشمہ کے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے آئے۔ ان میں سے ایک عورت کی بیٹی جو اپنی والدہ کے ساتھ تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے عنایت فرمادی۔ یہ لڑکی نہایت ہی خوبصورت تھی میں نے اس کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ جب ہم واپس لوٹ کر آئے تو حضور ﷺ مجھے بازار میں ملے۔ اور فرمایا سلمہ وہ لڑکی مجھے دے دو۔

میرے پس و پیش کو دیکھ کر حضور ﷺ خاموش ہو گئے اور تشریف لے گئے۔ دوسرے روز بھی میری ملاقات بازار میں حضور ﷺ سے ہوئی تو حضور ﷺ نے مجھے فرمایا۔ "سلمہ وہ لڑکی مجھے دے دو"۔

میرے پس و پیش کو دیکھتے ہوئے حضور ﷺ خاموشی سے تشریف لے گئے۔

تیسرے روز پھر حضور ﷺ سے میری ملاقات ہوگئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا "وہ لڑکی مجھے دے دو"۔

اب میں انکار نہ کرسکا اور عرض کی کہ میں اسے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

حضور نبی کریم ﷺ رؤف الرحیم ﷺ نے اس لڑکی کو مکہ میں بھیجا اور اس کے بدلے میں مسلمان غریب مرد اور عورتیں جو کفار کے قبضہ مین تھیں کو رہا کروالیا۔(۱)

ابن کثیر۔ سیرۃ النبویہ ۳۔۱۴۷۔ ابوبکر احمد بن الحسین۔ دلائل نبوۃ ومعرفہ احوال صاحب الشریفہ جلد۔ ۴۔ صفحہ ۲۹۵
بحوالہ ضیاء النبی ۴۔ ۳۲۴

سریہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بیہقی و اقدی کے ذریعے کئی مستند حوالوں سے بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے تیس سواروں کا ایک دستہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں روانہ فرمایا۔ ان لوگوں کو بنی ہوازن کی ایک شاخ بنونصر بن معاویہ اور بنوجشم بن بکرہ جوتربہ کے موضوع میں رہائش رکھتے تھے۔ یہ صناء اور نجران کے راستے پر واقع مکہ مکرمہ سے چار رات کے فاصلے پر تھی۔ اطلاعات ملی تھیں کہ یہ لوگ سرکشی پر آمادہ تھے۔ رہبری کے لئے بنی ہلال کے ایک شخص کو مقرر کیا گیا۔ یہ دستہ رات کو چھپ کر سفر کرتا اور دن کو آرام کرتا تھا۔ لیکن بنوہوازن تک پہنچنے سے پہلے ہی ان کو اطلاع مل گئی۔ اور یہ لوگ بھاگ گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے عرض کی کہ خشعم قبیلہ یہاں سے قریب ہے ان کی گوشمالی فرمادیں آپ نے جواب دیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف حکم نہیں فرمایا تھا۔ اس لئے میں ان کی طرف نہیں جاؤں گا اور آپ واپس مدینہ طیبہ لوٹ آئے۔

سریہ عبداللہ بن رواحہ

امام بیہقی ابراہیم بن لہیہ کی زبانی اور ابوالاسود عروہ' موسیٰ بن عقبہ اور زہری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو تیس سواروں کا رستہ دے کر یسیر بن رزام یہودی جس کے بارے میں خبریں مل رہی تھیں کہ وہ بنو عطفان سے مل کر سازش کر رہا ہے۔ کی سرکوبی کے لئے خیبر بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے یسیر سے خیبر میں ملاقات کی۔ اور اسے کہا کہ تم کو حضور ﷺ نے خیبر کے سارے علاقے کا گورنر بنانے کے لئے بلایا ہے پہلے تو اس نے آنے سے انکار کر دیا۔ لیکن بعد میں اس شرط پر آمادہ ہوا کہ اپنے ساتھ وہ بھی تیس آدمی حفاظت کے لئے لے گا۔ آپ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ لے لو۔

حضرت عبداللہ بن رواہ نے یسیر یہودی کو اپنے پیچھے بٹھا لیا اور دوسرے مجاہدین نے بھی اپنے پیچھے ایک ایک یہودی کو بٹھا لیا۔ جب یہ خیبر سے چھ میل دور قرقرہ نامی گاؤں پہنچے تو یسیر کے دل کو بہت خوف محسوس ہوا اور اس نے اچانک حضرت عبداللہ بن رواہ کی تلوار چھیننا چاہی لیکن اپ نے فوراً تلوار قبضے میں لیتے ہوئے اس کی پنڈلی پر وار کیا۔ وہ کٹ کر دور جا گری۔ اس کے پاس لکڑی کی مضبوط ڈھال تھی اس نے اس کا وار آپ کے چہرے مبارک پر کیا جس سے آپ زخمی ہو گئے۔ لیکن آپ نے پروانہ کرتے ہوئے اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔ سب مجاہدین نے اپنے پیچھے بیٹھے ہوئے اس کے ساتھیوں کو تہ تیغ کر

دیا۔سوائے ایک یہودی کے کہ وہ بھاگ نکلا۔ 

یہ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں کامیاب واپس تشریف لائے حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بنی رواحہ کے چہرے کے زخم پر اپنا لعاب دہن لگایا جس سے وہ بالکل ٹھیک ہوگیا اور اس طرح یسیر یہودی کی سازشوں سے نجات مل گئی۔

(دلائل النبوۃ ۴/ ۲۹۵)

سریہ بشیر بن سعد الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور سرورکون ومکان آقا دو جہاں ﷺ نے تیس سواروں کا ایک دستہ حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں فدک کے قریب قبیلہ بنی مرہ کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ وہاں دوبارہ سازشیں کر رہے تھے جب یہ لوگ یہاں پہنچے تو انہوں نے ان کے جانوروں کو پایا تو انہوں نے ان کو ہانکنا شروع کر دیا تو اطراف سے بنو مرہ نے ہلہ بول دیا اور مجاہدین کو شہید کرنا شروع کر دیا۔حضرت بشیر بن سعد بڑی مشکل سے جان بچا کر مدینہ طیبہ پہنچے۔اور حضور ﷺ کو سارا ماجرہ سنایا۔آقا ﷺ نے جلیل القدر مجاہدین کا ایک اور جھتہ ان کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا جس میں اسامہ بن زید ابن مسعود بدری اور کعب بن عجرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے لوگ بھی تھے۔

جب یہ وہاں پہنچے تو یہ لوگ اونٹ اور بکریاں چھوڑ کر بھاگ گئے لیکن مرداس بن نہیک سے حضرت اسامہ بن زید کی مدبھیڑ ہوگئی۔جب آپ نے اس کو قتل کرنے کے لئے تلوار بلند کی تو اس نے جھٹ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھا لیکن آپ نے اس کو قتل کر دیا۔دوسرے صحابہ اکرام نے ان کی سرزنش کی کہ اس نے لا الہ الا اللہ پڑھا تو آپ نے کو کیوں قتل کیا۔ یہ بہت شرمندہ ہوئے مسلمان ان کے اونٹ اور بکریاں ہانک کر مدینہ طیبہ لے آئے۔اور حضرت اسامہ بن زید حضور ﷺ کے آگے پیش ہوئے۔آقا ﷺ کو سارا ماجرہ سنایا حضور ﷺ نے بڑے غصہ سے فرمایا کہ

یا اسامہ من لك بلا الہ الا اللہ۔

اے اسامہ جو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھا اس کلمے کا کیا جواب ہے۔انہوں نے عرض کی کہ حضور السلام اس نے اپنی جان بچانے کے لئے یہ کلمہ پڑھا۔حضور ﷺ نے پھر یہی جملہ فرمایا اور بار بار حضور ﷺ یہ جملہ ادا فرماتے رہے۔

حضرت اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ میں اتنا زیادہ شرمندہ ہوا کہ جس کی کوئی حد ہی نہیں اور دل میں آرزو کرنے لگا کہ کاش میں نے اسے قتل نہ کیا ہوتا۔

میں نے عرض کی کہ حضور ﷺ آج کے بعد میں کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کروں گا جو یہ کلمہ پڑھے گا حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا میرے بعد بھی ایسا نہیں کرو گے؟ میں نے عرض کی کہ حضور ﷺ کے بعد بھی ایسا نہیں کروں گا۔

اس معرکہ میں ہر مجاہد کو سو سو بکریاں اور دس دس اونٹ حصہ میں آئے۔حصوں کو بانٹنے سے پہلے حضور ﷺ کے لئے خمس

یعنی پانچواں حصہ نکال لیا گیا۔ (سیرۃ النبویہ ابن کثیر ۳/۴۱۹)

سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ عنہ

رسول کریم رؤف و رحیم ﷺ نے رمضان مبارک میں ایک سو تیس مجاہدین اسلام کو حضرت غالب بن عبداللہ کی قیادت میں اہل منیعہ کی طرف بھیجا۔ یہ مدینہ طیبہ سے نجد کی جانب آٹھ برید کے فاصلہ پر اہل منیعہ آباد تھے۔ ان لوگوں نے یہاں سازشوں کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

مسلمان مجاہدین نے یہاں پہنچ کر کچھ لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ باقی لوگ بھاگ گئے۔

یہ لوگ کثیر تعداد میں اونٹ اور بھیڑ بکریاں لائے۔ (محمد رضا محمد رسول اللہ ۲۸۵)

حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت دوسرا سریہ

حضور سرور دو عالم ﷺ نے تین سو سواروں کا ایک دستہ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے مشورہ کے بعد یمن اور جنوب کے علاقہ کی طرف روانہ فرمایا۔

حسیل بن نویرہ کی زبانی اطلاع ملی تھی کہ یہ لوگ مدینہ اور اس کے اطراف میں حملوں کا منصوبہ بنا رہے ہیں یہ بنوعطفان کے شر پسند لوگ تھے جو عینیہ بن حصین کے ساتھ مل کر ساز باز کر رہے تھے۔

حضور ﷺ کا طریقہ کار تھا کہ سازش کے شروع ہوتے ہی اس کو وہیں پر دبا دیتے تھے۔

لشکر اسلام تین سو آدمیوں پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ یمن اور جنوب کی سمت میں پیش قدمی کرتے ہوئے سلاح نامی بستی میں آ کر ٹھہرے۔ یہ بستی خیبر اور وادی القری کے پاس ہی تھی۔

مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر یہ لوگ بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے کثیر تعداد میں ان کے اونٹوں اور بکریوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اور واپس مدینہ طیبہ لے آئے۔ راستے میں عینیہ کے ایک جاسوس کو قتل کر دیا گیا اور عینیہ کے دو آدمیوں کو جنگی قیدی بنا کر مدینہ طیبہ لایا گیا۔ یہاں پہنچ کر ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آقا ﷺ نے ان کو آزاد فرما دیا۔

(ضیاء النبی ۴۔ ۳۲۷) (امتاع الاسماع ۳۵۲)

سریہ ابی حدرد الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ابی حدرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اور دو آدمیوں کو الغابہ کے مقام کی طرف روانہ کیا۔ یہاں نبی جسم قبیلہ کا رفاعہ بن قیس اپنے بہت بڑے قبیلہ کے ساتھ آ کر ٹھہرا ہوا تھا تا کہ مدینہ کے اطراف میں حملہ کر سکے۔ یہاں پر اس کا قبیلہ قیس کو بھی ساتھ ملانے کا ارادہ تھا۔

ابی حدرد فرماتے ہی کہ ہمیں سواری کے لئے جو اونٹنی ملی تھی وہ بہت لاغر تھی۔لوگوں نے اسے دھکا لگا کر اٹھایا ہم نے اپنے ساتھ تیر اور کمان اور تلواریں بھی لے لیں۔حضور ﷺ نے اس اونٹنی پر سوار ہو کر ہمیں معلومات لانے کے لئے ارشاد فرمایا۔

غابہ کے مقام پر پہنچتے پہنچتے سورج غروب ہونے کو ہو گیا۔ہم لوگ چھپ گئے اور میں نے ان سے کہا کہ میرا نعرہ تکبیر بلند ہوتے ہی تم لوگ بھی ان پر حملہ کر دینا۔اتفاق سے ایک چرواہا جو ان کے جانور چرا رہا تھا لیٹ ہو گیا۔تو رفاعہ بن قیس خود اس کی تلاش میں نکلا اس کے دوسرے لوگوں نے اسے اس کی تلاش میں جانے سے منع بھی کیا' لیکن اس نے ان کی بات نہیں مانی' جب یہ میرے پاس سے گزرنے لگا تو میں نے تاک کر اپنے تیر کا نشانہ لگایا جو سیدھا اس کے دل میں پیوست ہو گیا اور وہ کوئی آواز نکالے بغیر ہی ڈھیر ہو گیا۔میں نے اس کا سر کاٹ لیا اور نعرہ تکبیر بلند کر کے ان لوگوں پر جا پڑا یہ لوگ ڈر کر بھاگ گئے۔

مسلمان مجاہدین ان کے بہت سے مویشی جن میں کثیر تعداد میں بھیڑ بکریاں اور اونٹ شامل تھے ہانک کر لے آئے۔تمام مسلمانوں کو تیرہ تیرہ اونٹ بھی ملے۔

اتفاق سے میں نے اپنی قوم کی ایک خاتون سے شادی کے لئے دوسو درہم مہر مقرر کیا ہوا تھا۔جس کی ادائیگی کے لیے میں اس معرکہ میں جانے سے پہلے آقا ﷺ کی خدمت میں آیا تھا حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم نے اتنا زیادہ مہر کیوں مقرر کیا ہے۔میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے۔پھر حضور ﷺ نے مجھے اس سریہ میں بھیجا تو جو اونٹ وغیرہ مجھے ملے انہیں بیچ کر میں نے اپنی بیوی کا مہر ادا کیا۔(السنن امام بیہقی ۴/ ۳۰۳۔۳۰۴)

سریہ حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت فوجی دستہ مدینہ کے اطراف میں روانہ فرمایا اور لوگوں کو اپنے امیر کی اطاعت کا حکم فرمایا۔

اس واقعے کو سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے صحیحین میں روایت فرمایا ہے۔

سفر کے دوران یہ امیر حضرت عبداللہ بن السہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دوسرے لوگوں سے ناراض ہو گئے تو انہوں نے لشکر والوں سے کہا کہ سوکھی لکڑیاں اکٹھی کرو۔جب لشکر والوں نے انہیں اکٹھا کر لیا تو انہوں نے آگ جلانے کا حکم دیا جب آگ خوب بھڑک اٹھی تو انہوں نے لشکر والوں سے کہا کہ ایک ایک کر کے اس میں چھلانگ لگاتے جاؤ جب کوئی بھی آگ میں نہ کودا تو انہوں نے لشکر والوں سے کہا کہ کیا حضور ﷺ نے تم لوگوں کو اپنے امیر کی اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے۔

لوگوں نے کہا کہ حضور ﷺ پر ہم لوگ اس لئے ایمان لائے ہیں تاکہ ہم آگ سے بچیں۔پھر آگ میں ہی ہم اگر داخل ہو جائیں تو ہمیں ایمان لانے کا کیا فائدہ؟

مدینہ طیبہ واپس آنے کے بعد حضور ﷺ سے اس واقعہ کو عرض کیا گیا تو آقا ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ آگ میں داخل ہو جاتے تو پھر تمہیں آگ سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوتا۔

پھر حضور ﷺ نے ایسی نصیحت فرمائی کہ یہ ہمیشہ کے لئے ایک نمونہ بن گئی۔آقا ﷺ نے فرمایا۔

انما الطاعتہ فی المعروف

یعنی حاکم کے حکم کی اطاعت صرف اچھے اور صحیح احکام میں ہے۔(دلائل النبوۃ ۴/۲۹۰)

غزوہ ذات الرقاع

حضور نبی کریم ﷺ کو ایک تاجر کے ذریعے اطلاع ملی کہ بنی انمار اور بنی ثعلبہ کے لوگ مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے لئے منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔یہ تاجر اپنے اونٹ گھوڑے اور دیگر سامان تجارت لے کر مدینہ طیبہ فروخت کرنے کے لئے آیا ہوا تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ دس محرم کو چار سو یا سات سو مجاہدین کو ساتھ لے کر دشمن کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔مفیق کے گاؤں سے ہوتے ہوئے وادی الشقرۃ پہنچے یہاں سے چھوٹی چھوٹی لشکر کی ٹولیاں دشمن کی خبر لانے کے لئے بھیجیں۔یہاں پر ایک روز قیام فرمایا۔سارے علاقے میں دشمن کا کوئی آدمی نہ ملا۔پھر حضور ﷺ یہاں سے نخل نامی منزل پر پہنچے۔یہ لوگ اپنی بیویوں اور بچوں کو چھوڑ کر پہاڑوں پر چڑھ گئے اور کوئی بھی مقابلے کے لئے نہ آیا۔اس غزوہ میں سنگلاخ پہاڑوں پر چلتے ہوئی اکثر صحابہ کے جوتے تک ٹوٹ گئے اور پاؤں میں زخم ہو گئے۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں کے ناخن تک اکھڑ گئے اور ہر کوئی نے جہاں سے بھی اِن لوگوں کو چھتڑا وغیرہ کپڑے کا ملتا اس کو پاؤں پر لپیٹ لیتے اس لئے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع (چھیتڑوں والا) پڑ گیا۔

سبحان اللہ دین اسلام کو پھیلانے کے لئے صحابہ پاک نے کتنی قربانیاں حضور ﷺ کی معیت میں اور بعد میں دیں۔ایک ہم لوگ ہیں کہ ہم کو دین اسلام گھر بیٹھے بغیر کسی تکلیف کے حاصل ہو گیا لیکن ہم پھر بھی اس کی قدر نہیں کرتے۔اور اس پر چلنا تو درکنار اس کو سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔

حضور نبی کریم علیہ السلام کی معیت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور ﷺ کی بہت سی برکتوں کو سمیٹا اور حضور ﷺ کے بہت سے معجزات سے بھی مستفید ہوتے رہے۔

غزوہ ذات الرقاع سے واپسی پر ایک اونٹ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑ بڑایا۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ اونٹ مجھ سے مدد مانگ رہا ہے۔جاؤ اس کے مالک کو بلا لاؤ۔میں نے عرض کی حضور میں اس کے مالک کو نہیں جانتا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ خود تمہاری اپنے مالک تک رہنمائی کرے گا۔چنانچہ وہ اونٹ

آ گے آ گے چلا اور مجھے اپنے مالک تک لے گیا میں نے اس کے مالک کو کہا کہ تمہیں حضور ﷺ بلاتے ہیں وہ میرے ہمارے ساتھ آ قا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے کہہ رہا ہے کہ میں نے سالہا سال اپنے مالک کی زمین میں ہل چلایا ہے اب یہ مجھے ذبح کرنا چاہ رہا ہے۔

حضور ﷺ نے اس کے مالک سے اونٹ کی سفارش فرمائی۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع سے واپسی میں لشکر ایک سرسبز وادی میں اترا۔اس وادی کے کناروں پر دو گھنے درخت تھے۔ابن اسحاق کے مطابق حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے حکم دیا کہ ان درختوں کو کہوں کہ تمہیں رسول اللہ ﷺ آپس میں ملنے کا حکم دیتے ہیں وہ درخت حضور ﷺ کا حکم سنتے ہی اپنی جھڑوں سمیت آ کر ایک دوسرے سے مل گئے۔حضور ﷺ نے ان کے پردے میں رفع حاجت فرمائی اور وہ درخت دوبارہ اپنی جڑوں کو سمیٹتے ہوئے اپنی جگہوں پر چلے گئے اور ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ نے خود درختوں کی ٹہنیوں کو پکڑا اور ان کو اپنے پیچھے چلنے کا حکم دیا وہ فرمانبروا ہو کر اپنی جڑوں کو سمیٹتے ہوئے آپ کے پیچھے چل دیئے۔آپ نے رفع حاجت فرمائی اور ان درختوں کو واپس جانے کا حکم دیا تو وہ درخت واپس اپنی جڑوں کو سمیٹتے ہوئے اپنی جگہوں پر چلے گئے۔پھر حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ يَا جَابِرُ هَلْ رَاَيْتَ مَقَامِيْ۔

اے جابر کیا تم نے میرے مرتبے کو دیکھا میں نے عرض کی۔

ہاں یارسول اللہ ﷺ۔حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا' کہ سب لوگ وضو کریں۔آپ نے عرض کی۔حضور ﷺ پانی نہیں ہے۔آ قا ﷺ نے فرمایا۔فلاں فلاں انصاری کے پاس جاؤ اس کے پاس سے ہمیں تھوڑا سا پانی ملا حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک پانی کے پیالے میں رکھا اور پانی اس پر انڈ یلنے کو کہا تو آپ کے دست مبارک سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے اور سب لشکر نے پانی سیر ہو کر پیا اور بھر لیا۔(سبل الہدیٰ ۵/ ۲۶۹ تا ۲۷۵) (ضیاالنبی ۴/ ۳۳۱ تا ۳۳۰)

سریہ بنی عطفان

حضور ﷺ کو اطلاع ملی تھی کہ بنی عطفان مدینہ پر حملے کا منصوبہ بنا رہے ہیں (یہ بہت سرکش قسم کے لوگ تھے اور بار بار شکست کھانے کے باوجود سازشوں میں مصروف رہتے تھے) حضور ﷺ اپنے مجاہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے ان کے یہاں پہنچے۔فریقین نے ایک دوسرے پر حملہ کرنے کیلئے ایک دوسرے کے سامنے صفیں بنالیں۔

مسلمانوں نے حضور ﷺ کی معیت میں نماز ادا کی۔جب یہ نماز سے فارغ ہونے کے قریب تھے تو ان کو خیال آیا کہ کیوں نہ نماز کے دوران ان پر حملہ کر دیا جائے؟ کسی نے ان کو کہا کہ اگلی نماز (نماز عصر) مسلمانوں کو اپنے جگر کے ٹکڑوں سے بھی پیاری ہے۔جب مسلمان اس کو ادا کرنے لگیں تو اس وقت تم لوگ فوراً ان پر حملہ کر کے ان کو تہ تیغ کرنا شروع کر دینا۔اللہ

تعالیٰ نے فوراً حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے سے حضور ﷺ پر وحی نازل فرمائی اور صلوٰۃ الخوف پڑھنے کا طریقہ سکھایا۔

حضور ﷺ نے یہاں پہلی نماز خوف ادا کی۔

حضور ﷺ نے چار کی بجائے دو رکعتیں ادا فرمائیں۔آپ نے حکم دیا کہ سب لوگ اسلحے سمیت دو حصے ہوجائیں۔ایک حصہ میدان میں ڈٹا رہے اور دوسرا حصہ میرے پیچھے ایک رکعت نماز ادا کر کے واپس اگلی صفوں میں چلا جائے اور دشمن کے مقابل رہے اور پہلا حصہ واپس آ کر میرے پیچھے دوسری رکعت نماز مکمل کر لے اور وہ واپس اپنی جگہوں پر چلا جائے اور بقیہ حصہ واپس آ کر دوسری رکعت بھی ادا کرے۔

اس طرح نماز ادا کرنے سے دشمن کو دخل اندازی کا موقع نہیں ملے گا اور باوجود اِدھر اُدھر حرکت کرنے کے نماز بھی نہیں ٹوٹے گی۔

مسلمانوں نے حضور ﷺ کی معیت میں اسی طرح نماز ادا کی اور دشمن اس طرح اپنی سازش کو عملی نمونہ پہنا سکا۔

دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے رہے لیکن کسی نے بھی ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لئے پہل نہ کی۔حضور ﷺ ویسے بھی کسی لشکر پر حملہ کے لئے پہل نہیں فرماتے تھے۔یہ جنگ بغیر کسی لڑائی کے ختم ہوگئی اور بنوعطفان واپس چلے گئے۔

واپسی پر حضور ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ ایک وادی میں اترے اور تمام لشکر آرام کرنے کے لئے گیا۔حضور ﷺ بھی ایک درخت کے نیچے آرام فرما ہوئے اور اپنی تلوار درخت کے ساتھ لٹکا دی۔دشمن کا ایک بدو آدمی چپکے سے آیا اور تلوار کو درخت سے اتارا۔حضور ﷺ اس وقت استراحت فرما رہے تھے اور زور سے کہنے لگا کہ اے محمد(ﷺ) میرے ہاتھ سے آپ کو کون بچائے گا حضور ﷺ کی آنکھ مبارک کھل گئی۔دیکھا تو ایک بدو ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے ہے۔آپ ﷺ کو ذرا خوف محسوس نہ ہوا اور آپ ﷺ نے بغیر خوف کے بڑے رعب سے فرمایا کہ میرا ''اللہ'' مجھے بچائے گا۔

حضور ﷺ کی نبوت کے جلال کے خوف سے آپ علیہ السلام کے فرماتے ہی وہ شخص تھر تھر کانپنے لگا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔حضور ﷺ نے وہ تلوار اٹھا لی۔اور فرمایا اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا وہ منت سماجت کرنے لگا۔حضور ﷺ نے صحابہ کو آواز دی۔سب اکٹھے ہو گئے لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو آزاد کر دو۔(سبل الہدیٰ ۵/ ۲۶۹)

عمرۃ القضاء

حضور نبی کریم ﷺ نے ماہ ذیعقد سات ہجری میں پچھلے سال کی طرح دوبارہ عمرے کا قصد فرمایا کیونکہ کفار نے پچھلے سال عمرہ نہیں کرنے دیا تھا اور اگلے سال آنے کا کہا تھا۔آپ کے ساتھ پچھلے سال والے لوگوں کے علاوہ اور لوگ بھی تیار ہوگئے۔حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ میں حضرت ابورہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نائب مقرر فرمایا۔

بعض لوگوں نے آ کر عرض کی کہ ہمارے پاس زادراہ نہیں تو آقا ﷺ نے دوسرے لوگوں سے فرمایا کہ ان سے

تعاون کرو۔لوگوں نے عرض کی کہ ہمارے پاس بھی کچھ نہیں۔حضورﷺ نے فرمایا کہ صدقہ کرو چاہے نصف کھجور ہی ہو۔ 35

حضورﷺ نے اپنے ساتھ قربانی کے لئے ساٹھ اونٹ لئے اور ان کی دیکھ بھال کے لئے ناجیہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کومقرر فرمایا اوران کی مدد کے لئے قبیلہ اسلم کے اور چار افراد انہیں عطا فرمائے اور ان کے گلوں میں کلاوے ڈال دیئے۔(کلاوہ خشک چمڑے کا ٹکڑا ہوتا ہے جو قربانی کی غرض سے جانوروں کے گلے میں باندھا جاتا ہے۔حضورﷺ نے اپنے قربانی کے جانور کے گلے میں خود قلاوہ باندھا۔

حضورﷺ نے خود زریں نیزے اور سوگھوڑے بھی ساتھ لے لئے۔ہتھیاروں کی ذمہ داری بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور گھوڑوں کی دیکھ بھال محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپی۔

جب حضورﷺ سے عرض کی گئی کہ کفار کے ساتھ معاہدے میں صرف ایک تلوار اور وہ بھی میان میں لے کر آنے کا معاہدہ ہوا تھا تو آپ نے فرمایا کہ ہم اسلحہ حرم کی حدود میں لے کرنہیں جائیں گے۔بقیہ اسلحہ حدود حرم سے باہر رہے گا۔ہم صرف ایک تلوار اور وہ بھی میان میں لے کر عمرہ کے لئے حدود حرم میں داخل ہوں گے۔اگر کفار نے عہد شکنی کر کے ہم پر حملے کی کوشش کی تو ہمارا اسلحہ ہمارے قریب ہی حدود حرم سے باہر ہوگا۔

مدینہ مبارک سے چلتے وقت حضورﷺ نے مسجد نبوی سے ہی احرام باندھا اور مسجد نبوی کے دروازے سے نکلنے سے پہلے لبیک اللھم لبیک کا ورد شروع کر دیا۔سب صحابہ اکرام نے آپؐ کی اقتداء کی اور یہی ورد باآواز بلند شروع کر دیا۔

مراظران میں یاجج کے مقام پر سارا اسلحہ رکھ دیا گیا۔قریش کو اسلحہ کا پتہ چلا تو وہ حواس باختہ ہو گئے اور گھبراتے ہوئے حضورﷺ کے پاس آئے اور عرض کی وعدہ شکنی تو کبھی آپ کا شیوہ نہیں تو پھر اسلحہ کیوں ساتھ لائے ہیں۔قریش کی طرف سے مکرز ابن حفص چند اور لوگوں کے ساتھ حاضر ہوا تھا۔

حضورﷺ نے اس سے فرمایا کہ اسلحہ لے کر حرم میں داخل نہیں ہوں گا سوائے وعدہ کے مطابق ایک تلوار اور وہ بھی میان میں ہوگی مکرز مطمئن ہو کر کہنے لگا کہ ہمیں آپ سے یہی توقع تھی۔

لوگوں نے عرض کی کہ کیا ہم کھانے کیلئے سواری کے چند اونٹ ذبح کر لیں اور خوب تر و تازہ ہو کر کفار کے سامنے جائیں۔کیوں کہ کفار کہتے ہیں کہ یثریب (مدینہ طیبہ) کے بخار نے مسلمانوں کو کمزور کر دیا ہوا ہے۔

آقاﷺ نے قربانی کے جانور ذبح کرنے سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ چمڑے کا دستر خوان بچھاؤ اور جس کے پاس جو ہو۔وہ اس پر پھیلا دو۔پھر حضورﷺ نے برکت کی دعا فرمائی۔اس کو کھانے سے سب نے پیٹ بھر بھر کر کھایا اور اپنے تھیلے بھی بھر لئے۔پھر بھی بہت سا کھانا بچ گیا اس وقت ان کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی۔

حضور سرور کائناتﷺ اپنے دو ہزار صحابہ کی معیت میں ذوالحجہ چار تاریخ کو صبح سویرے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ عورتیں اور بچے اس دو ہزار کے لشکر کے علاوہ تھے۔

زی طوی کے مقام پر تمام قربانی کے جانوروں کو اکٹھا کیا گیا۔ 35

اور زی طوی کے مقام پر ہی حضور ﷺ اپنی اونٹنی قصوی پر سوار ہوئے۔ صحابہ کرام اپنے گلے میں تلواریں لٹکائے حضور ﷺ کے گرد گھیرا باندھے ہوئے تھے۔ اور سب لوگ لبیک الھم لبیک کا ورد کر رہے تھے حضور سرور کائنات ﷺ حجون کی طرف سے حرم شریف میں داخل ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اونٹنی کی نکیل پکڑی تھی۔

حسد کے مارے قریش کے سردار مکہ چھوڑ کر پہاڑوں پر چڑھ گئے اور دوسرے کفار سے حضور ﷺ کی یہ شان برداشت نہ ہوسکی تو انہوں نے آنکھیں بند کرلیں لیکن کب تک آنکھیں بند کرتے اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ حضور ﷺ کی اونٹنی کی نکیل پکڑے اشعار پڑھنے لگے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو منع کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کو اشعار پڑھنے دو۔ کیونکہ ان کے اشعار کفار پر تیروں سے زیادہ اثر کر رہے ہیں آپ کے اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

۱۔ اے فرزندان کفر میرے آقا (ﷺ) کے راستے کو خالی کر دو۔ آج ہم تمہارے ساتھ قرآن کے تنزیل کی جگہ پر جنگ کرتے ہیں۔

۲۔ ہم تمہیں ایسی ضرب لگائیں گے جو تمہاری گردنوں کو کندھوں سے جدا کر دے گی اور ہر پیارے دوست کو اس کے پیارے دوست سے غافل کر دے گی۔

۳۔ اے فرزندان کفر میرے آقا ﷺ کے راستے کو خالی کر دو۔ کیونکہ ساری بھلائیاں اس رسول (ﷺ) کی ذات پاک میں ہیں۔

۴۔ اے میرے پروردگار میں اِن کے ارشاد پر ایمان لانے والا ہوں اور میں اس بات کو جانتا ہوں کہ اِن کے ہر حکم کو قبول کرنے میں ہی اللہ کا حق ہے۔(۱)

آقا ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ سے فرمایا کہ تم کہو۔

لا الہ الا اللہ وحدہ نصر عبدہ واعز جندہ۔ وھزم الاحزاب وحدہ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس نے اپنے بندے کی مدد کی اپنے لشکر کو غالب کیا۔ اور تنہا اس نے (کفار کے گروہوں) کو شکست دی۔(۲)

حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا۔

رحم اللہ امراءً اراھم من نفسہ قوۃ

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو کفار کے سامنے اپنی قوت و طاقت کا مظاہرہ کرے۔

حضور ﷺ اور باقی صحابہ اکرام نے اضطباع فرمایا ہوا تھا یعنی چادر کو دائیں کندھے کے نیچے بغل سے گزار کر بائیں

کندھے پر ڈالا ہوا تھا۔ 

اور حضور ﷺ کے حکم پر تمام صحابہ اکرام پہلے تین چکروں میں رمل کر رہے تھے۔ یعنی کندھے اٹھا کر سینے پھیلا کر اکڑ اکڑ کر چل رہے تھے۔ (تا کہ کفار مرعوب ہوں) یہ اس کیلئے کہ آقا ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کفار کی یہ بات بتا دی تھی کہ وہ کہہ رہے تھے کہ تم دیکھ لینا کہ مسلمان پچکے گال اور زرد رنگ لے کر یہاں اس طرح آئیں گے کہ ان سے چلا بھی نہ جائے گا کیونکہ یثرب (مدینہ) کے موسمی بخار نے ان کو کمزور کر دیا ہوا ہے۔ (تاریخ الخمیس۔ ۲۔ ۶۳۔ سبل الہدیٰ ۲۹۲۔ ضیا النبی ۴/ ۳۳۹)

صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم تمام وقت حضور ﷺ کو اپنے گھیرے میں لئے رہے۔

طواف سے فراغت کے بعد حضور علیہ السلام کعبہ شریف کے اندر ساری رات عبادت فرماتے رہے۔ صبح کی اذان آقا ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کی چھت پر دی۔ تو ابو جہل کا بیٹا عکرمہ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے ابو جہل پر کرم کیا۔ کہ اس دن کے دیکھنے سے پہلے ہی وہ مر گیا۔

صفوان بن امیہ بھی اسی طرح کہنے لگا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میرے باپ کو یہ منظر نہیں دیکھنا پڑا کہ ایک حبشی غلام کعبے کی چھت پر ہینگ رہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق حضور ﷺ نے صفا اور مروہ کے درمیان اپنی اونٹنی پر سعی فرمائی اور مروہ پہاڑ پر قربانی کے اونٹ ذبح فرمائے عمرہ کے بعد حضور ﷺ نے دو سو صحابہ اکرام کو بھیجا تا کہ اسلحہ کی حفاظت کرنے والے جو حدود حرم سے باہر مقیم تھے کی جگہ یہ لے سکیں اور وہ حرم شریف میں آ کر عمرہ کر سکیں۔

مکہ مکرمہ میں تین دن گزار کر حضور ﷺ چوتھے دن ظہر کے وقت انصار کی محفل میں سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو فرما رہے تھے کہ سہیل بن خویطب کفار کی طرف سے آیا اور کہا کہ حسب وعدہ آپ ﷺ یہاں سے نکل جائیں اور مکہ خالی کر دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں اور مہلت دو۔ لیکن انہوں نے بڑے گستاخانہ لہجے میں انکار کر دیا۔ تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصے میں بھر گئے اور کہا کہ سہیل یہ زمین نہ تیری ہے اور نہ تیرے باپ کی ہے۔ بخدا حضور ﷺ یہاں سے اپنی مرضی سے ہی جائیں گے۔

حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور فرمایا سعد رہنے دو۔ اس کی دل آزاری مناسب نہیں کیونکہ یہ ہمارے پاس چل کر آیا ہے۔

آقا ﷺ نے سب کو کوچ کا حکم فرما دیا اور فرمایا۔

لا یمسین احد من المسلمین

یعنی کوئی مسلمان یہاں شام کے وقت موجود نہ ہو۔

جب قافلہ روانہ ہونے لگا۔ تو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی بچی عمارہ دوڑتی دوڑتی یا عمی یا عمی میرے چچا۔ میرے چچا

کہتی ہوئی آئی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لپٹ گئی۔آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اٹھا لیا اور آقا ﷺ سے عرض کی کہ ہم کب تک اپنے چچا کی یتیم بچی کو کفار کے پاس چھوڑیں رکھیں گے۔اس کو ساتھ لے جانے کی اجازت فرمادیں۔سرور دو جہاں ﷺ نے اجازت فرمادی۔آپ نے اسے خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر دیا۔

مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس بچی کو رکھنے کی خواہش ظاہر کی۔کیونکہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور علیہ السلام نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی بنایا ہوا تھا اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر اس بچی کی سگی خالہ تھیں۔

حضور ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا۔

الخالۃ بِمَنْزِلَۃِ الْاُمِّ۔

ترجمہ: خالہ ماں کے قائم مقام ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور ﷺ ماہ ذوالحجہ میں مدینہ طیبہ واپس خیر خیریت سے تشریف لے آئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے خواب کو سچ کر دکھایا کہ وہ اپنے سروں کو منڈاتے اور ترشواتے ہوئے بغیر خوف کے مسجد حرم میں داخل ہو رہے ہیں۔

مکہ مکرمہ کو چھوڑنے کے سات سال بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کو دو ہزار صحابہ سمیت کعبہ شریف کی زیارت سے مشرف فرمایا تھا۔

وہ کعبہ جو کہ حضور ﷺ کو بڑا عزیز اور مکرم تھا وہ جگہیں کہ جن کو دیکھے آقا ﷺ کو سات سال گزر چکے تھے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس وقت آقا ﷺ کعبہ شریف سے چلے تھے کہ آپ اس شان سے واپس تشریف لائیں گے اور اس کے بعد تو فتح مکہ پر جس شان وشوکت سے حضور ﷺ کعبہ شریف میں تشریف لائے اس کو تو بیان ہی نہیں کیا جا سکتا۔

لا یمکن الثناء کما کان حقُّہٗ۔

بعد از خدا بزرگ توی قصہ مختصر۔(ضیاالنبی ۴/ ۳۳۵ تا ۳۴۳)(سبل الہدیٰ ۵/ ۲۹۲ تا ۲۹۴)

از: نثارالنبی بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ



ہجرت کا آٹھواں سال

دنیائے عرب کی تین عظیم شخصیتیں بارگاہ نبوی ﷺ کے قدموں میں

حضرت عمرو بن العاص

اللہ جل شانہٗ نے حضور علیہ السلام کی برکت کے طفیل تین عظیم شخصیتوں حضرت عمرو بن عاص، حضرت خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ کو اسلام کی ہدایت عطا فرمادی۔

حضرت عمرو بن عاص اپنی کہانی خود بیان فرماتے ہیں کہ میں بدر اور غزوہ خندق میں شریک تھا۔لیکن ہر دفعہ قتل ہونے سے بچ گیا جنگ خندق میں شکست کے بعد میں نے سوچنا شروع کر دیا کہ باوجود ہماری تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے۔ہمارے پاس اسلحہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔لیکن پھر بھی ہم لوگ ناکام ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔میرے دل نے طویل غور وحوض کے بعد نتیجہ نکالا کہ محمد ﷺ ضرور غالب آئیں گے۔صلح حدیبیہ ہوگئی تو میں ''رھط'' کے مقام پر چلا آیا یہاں میرا سارا ساز و سامان پڑا ہوا تھا۔کچھ دن میں یہاں رہا۔اس دوران میں نے کسی سے کوئی ملاقات نہیں کی۔میں سوچ بسیار میں مصروف رہا۔

پھر میں طویل غور وغوض کے بعد ایک نتیجہ پر پہنچا اور مکہ میں اپنے قبیلے کے پاس آیا اور ان سب کو جمع کیا سب لوگ میری بات کو غور سے سنتے اور مانتے تھے۔

میں نے ان سے کہا کہ محمد (ﷺ) کا کام دن بدن زور پکڑتا جا رہا ہے اور وہ غالب آتے جا رہے ہیں (کیونکہ میں نے نتیجہ نکالا تھا کہ صلح حدیبیہ کے بعد اگلے سال وہ ضرور فاتحانہ شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے) بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ حبشہ میں نجاشی کے پاس چلے جائیں اگر محمد ﷺ غالب آ گئے۔تو ہم نجاشی کے پاس محفوظ ہوں گے اور ہمارا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا اور اگر قریش غالب آ گئے تو وہ تو ہماری اپنی قوم ہے۔

میری اس تجویز کے ساتھ سب نے اتفاق کیا۔اور ہم لوگ حبشہ کی طرف چل دیئے۔چلنے سے پہلے ہم نے نجاشی بادشاہ کے لئے بہت سے چمڑے کے تحائف لے لئے۔

جب ہم حبشہ میں بیٹھے تو کچھ دن قیام کیا مجھے پتہ چلا کہ عمرو بن امیہ بن ضمری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) محمد (ﷺ) کی طرف سے قاصد بن کر آئے ہوئے ہیں۔میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں بادشاہ کے پاس جا کر ان کو قتل کرنے کیلئے

مانگ لاتا ہوں سب خوش ہو گئے۔

جب میں بادشاہ نجاشی کے پاس حاضر ہوا تو اس وقت عمرو بن امیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ضمری بادشاہ کے پاس سے نکل کر واپس جا رہے تھے۔ میں نے اندر داخل ہوتے ہی بادشاہ کو سجدہ کیا اور اُس نے خوش آمدید کہا اور اپنے پاس بٹھایا۔ میرے تحائف کو اس نے خوش دلی سے قبول کیا۔ اور ان میں سے چند ایک کچھ لوگوں کو دیئے اور باقی کو خزانے میں جمع کرانے کا حکم دیا میں نے جب دیکھا کہ بادشاہ خوش ہو گیا ہے تو میں نے کہا۔ بادشاہ ابھی ابھی ایک آدمی آپ کے پاس سے باہر گیا ہے۔ یہ (نعوذ باللہ) ہمارے دشمن کا آدمی ہے جس نے ہمارے بہت سے نامور شہسوار قتل کئے ہیں اگر تو اس شخص کو ہمارے حوالے کر دے تو اس کو قتل کر کے ہم اپنے غضب کی آگ ٹھنڈی کر لیں گے۔

میری بات سن کر بادشاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور بادشاہ اپنے تخت سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے زور سے میرے چہرے پر تھپڑ مارا کہ میرے دونوں نتھنوں سے خون نکلنے لگا۔ میں نے اپنے کپڑے سے خون پونچھا تو کپڑا سرخ ہو گیا۔ میں اتنا شرمندہ ہوا کہ میرے دل نے چاہا کہ میں زمین میں سما جاؤں۔ میں نے کھسیانا ہو کر بادشاہ سے معافی چاہی۔ اور کہا کہ مجھے معلوم ہوتا کہ آپ اتنا غصہ فرمائیں گے تو کبھی آپ سے یہ بات نہ کرتا۔ میری اس بات سے بادشاہ کچھ نرم ہوا۔

بادشاہ نے مجھے کہا کہ اے عمرو تم نے ایک ایسی ہستی کے قاصد کو اپنے قبضہ میں لینے کا کہا ہے کہ جس کے پاس ناموس اکبر (حضرت جبرئیل علیہ السلام) آتا ہے۔ جو کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا کرتا تھا۔

بادشاہ کی اس بات سے میں نے سمجھ لیا کہ یہ بادشاہ بھی مسلمان ہو گیا ہوا ہے اور میرے دل میں جیسے انقلاب آ گیا میں نے اپنے دل میں کہا کہ عرب وعجم نے اس دین کو پہچان لیا ہے ایک تو ہے کہ اس سے محروم ہے اور اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہے۔ میں نے بادشاہ سے پوچھا کہ کیا تو بھی اس دین کے حق ہونے کی شہادت دیتا ہے۔ نجاشی بادشاہ بولا۔ ہاں میں بھی اس کے برحق ہونے کی شہادت دیتا ہوں وہ بولا اے عمرو میری مانو تو تم بھی ان کی غلامی اختیار کر لو۔ بخدا وہ حق پر ہیں اور اپنے جملہ مخالفین پر غالب آ جائیں گے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے حواریوں پر غالب آئے تھے۔

میں نے بادشادہ سے کہا کہ کیا تو ان کی طرف سے اسلام پر میری بیعت لینے کے لئے تیار ہے۔ اس نے کہا کہ بے شک اس نے ہاتھ بڑھایا اور اسلام پر میری بیعت لے لی۔ پھر اس نے طشت منگوایا اور میرا خون دھویا اس نے مجھے نیا لباس منگوا کر دیا تا کہ خون آلود کپڑے میں اتار سکوں۔ میں شاہی لباس پہن کر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا کہ کیا بادشاہ نے تمہاری بات مان لی۔ میں نے بہانہ کرتے ہوئے کہا کہ پہلی ملاقات میں۔ میں نے بات کرنا مناسب نہ سمجھی۔

پھر میں بہانے سے اپنے ساتھیوں کے پاس سے نکلا اور سیدھا بندرگاہ پہنچا۔ وہاں مجھے کشتی تیار مل گئی اور وہ کشتی مجھے یمن کی شعیبہ نامی بندرگاہ پر لے آئی وہاں سے میں نے ایک اونٹ خریدا اور اس پر سوار ہو کر سیدھا ''مدینہ'' کی طرف چل پڑا۔

جب میں ''مراظہران'' سے گزرتا ہوا ''ھداۃ'' کی بستی پر پہنچا تو وہاں میں نے ایک خیمہ لگا ہوا دیکھا۔ خیمہ کے اندر ایک

آدمی تھا اور ایک خیمہ کے باہر تھا۔ جب میں نزدیک ہوا اور غور سے دیکھا تو وہ میرا پرانا دوست خالد بن ولید تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں سواری کے ''اونٹوں'' کی نکیلیں پکڑی ہوئی تھیں میں نے اس سے پوچھا کہ کدھر کا ارادہ ہے اس نے مجھے کہا کہ تمہارا کدھر کا ارادہ ہے۔ میں نے پھر اس سے پوچھا کہ کدھر کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا کہ حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں پناہ لینے کے لئے جا رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ میرا ابھی یہی ارادہ ہے۔ اتنی دیر میں میں خیمہ کے اندر سے جو آدمی نکلا اسے میں نے پہچان لیا وہ عثمان بن ابی طلحہ تھا اس نے مجھے خوش آمدید مرحبا کہا۔ ہم تینوں آقا ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں غلامی اختیار کرنے کے لئے چل دیئے۔

''بیئر ابی عینیہ'' کے پاس ایک آدمی نے ہمیں دیکھ کر بلند آواز سے کہا کہ ان دونوں کے چلے آنے کے بعد مکہ نے اپنی باگ دوڑ ہمارے حوالے کر دی ہے۔

اس کے بعد وہ ہمارے آنے کی اطلاع دینے مسجد نبوی کی طرف مڑ گیا۔

مدینہ منورہ میں ہم نے اپنی سواریاں ''حرۃ'' میں بٹھائیں۔ پھر صاف ستھرا لباس پہن کر ہم حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضری دینے کے لئے چل پڑے۔ اس وقت عصر کی اذان ہو رہی تھی۔ پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کی۔ پھر عثمان بن طلحہ نے بیعت کی پھر میں آگے بڑھا تو فرط ندامت سے میری آنکھیں اوپر نہیں اٹھ رہی تھیں میں نے عرض کی کہ اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے سارے پچھلے گناہ معاف فرما دے۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔

''اسلام پہلے گناہوں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے اور ہجرت بھی پہلے گناہوں کو نیست و نابود کر دیتی ہے''۔

اسلام قبول کرنے کے بعد حضور سرور کون و مکان ﷺ ہم دونوں کو ہر موقع پر ترجیح عطا فرماتے تھے۔

(دلائل النبوۃ ۴/ ۳۴۳ تا ۳۴۸) (ضیاالنبی ۴/ ۳۴۸ تا ۳۵۲)

خالد بن ولید کا قبول اسلام

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی غلامی میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی تلوار بن کر چمکے اور مسلمانوں کے لئے ان مٹ فتوحات چھوڑتے چلے گئے۔ ہر مشکل سے مشکل وقت میں مسلمانوں کے لشکر کو نکال کر لے گئے غزوہ موتہ کے موقع پر جب یکے بعد دیگرے تین بڑے جرنیل صحابہ اکرام جام شہادت نوش کر گئے اور مسلمانوں کا لشکر ادھر ادھر ہونے لگا تو ایک انصاری نے پرچم اسلام آپ کو عطا کیا اور کہا کہ اس کی رہنمائی کرو تو دو لاکھ کے لشکر کے مقابلے میں آپ کے پاس صرف تین ہزار کا لشکر تھا۔ لیکن حضور ﷺ کی نظر کرم کی وجہ سے آپ نے اپنے سے چھیاسٹھ گنا لشکر کو شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ سات دن لڑائی رہی اور مسلمانوں نے دو لاکھ کے لشکر سے ٹکر لی اور صرف بارہ آدمی شہید ہوئے سات

دن تک لڑائی جاری رہی یہ تھی وہ غیبی مدد جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کی برکت سے سب کے ساتھ شامل حال تھی۔ اللہ تعالیٰ اس برکت عظیم کو ہمیشہ ہمیشہ سب مسلمانوں کے شامل حال رکھے۔

حضرت یحییٰ اپنے والد حضرت مغیرہ بن عبدالرحمان اور وہ اپنے والد اور وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خود بیان کرتے ہیں۔

کہ میں نے کفار کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف ہر جنگ میں شکست کھائی۔ ہر ہر بار میرے دل میں خیال آتا کہ میں وقت ضائع کر رہا ہوں۔ حضور حضرت محمد ﷺ ضرور غالب آئیں گے۔

حضور ﷺ جب اپنے صحابہ کے ساتھ عمرہ ادا فرمانے نکلے تو عفان کے مقام پر میں آپ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا جب مسلمانوں نے ظہر کی نماز ادا کر لی تو میرے دل میں خیال آیا کہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے نماز سے اچھا موقع اور کوئی نہیں۔ میں نے دل میں سوچا کہ عصر کی نماز کے وقت میں ان پر حملہ کروں گا تو اللہ تعالیٰ نے میرے ارادے سے آقاہی حضور سرور کائنات ﷺ کو دے دی۔ اور آپ نے نماز خوف ادا کی۔ (کہ مسلمانوں کا آدھا حصہ نماز کے دوران بھی مدمقابل رہا) میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ خود ان کا محافظ ہے اور میں اپنا گھڑسوار دستہ لے کر ان کے راستے سے دائیں طرف مڑ گیا۔

صلح حدیبیہ کے بعد میں نے دل میں کہا کہ حضور ﷺ ضرور غالب آجائیں گے اب یہاں باقی کیا رہ گیا ہے مجھے یہاں سے چلا جانا چاہئے۔ لیکن میں کہاں جاؤں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اگر میں حبشہ جاتا تو وہاں بادشاہ۔ خود مسلمان ہو گیا تھا۔ اگر روم جاتا تو وہاں مجھے نصرانی یا یہودی دین اختیار کرنا پڑتا اور عجمیوں کا غلام ہو کر رہنا پڑتا۔ میری غیرت اس بات کو گوارہ نہیں کرتی تھی۔ میں مجبور ہو کر گھر میں پڑا رہا۔

جب حضور ﷺ صلح حدیبیہ کے اگلے سال مکہ مکرمہ میں عمرہ ادا کرنے کے لئے تشریف لائے تو میں چھپ گیا۔

میرا بھائی ولید بن ولید مسلمان ہو گیا ہوا تھا۔ اس نے مجھے بہت تلاش کیا تا کہ مجھے لے کر وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو۔ لیکن میں اسے نہ مل سکا۔ تو اس نے میرے لئے ایک خط چھوڑا جس میں لکھا تھا۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم میرے لئے سب سے تعجب خیز یہ بات ہے کہ تیری سمجھ سے اسلام کی صداقت کس طرح مخفی رہی۔ حالانکہ تیری عقل و دانش اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اسلام جیسا سچا مذہب تجھ سے کیسے پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

تیرے بارے میں حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ خالد کہاں ہے۔ میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ اس کو لے آئے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''کہ خالد جیسا زیرک انسان دین اسلام سے کیسے جاہل رہ سکتا ہے۔ اگر وہ کفار و مشرکین کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد کرتا تو اس کے لئے بہت بہتر ہوتا۔ ہم اس کی قدر کرتے اور دوسروں پر اسے فوقیت دیتے''۔

اے میرے بھائی زندگی کے جو لمحے تو نے ضائع کئے ہیں ان کا فوراً تدارک کر تو نے واقعی بڑے زریں مواقع ضائع کر دیئے ہیں۔''

حضرت خالد بیان کرتے ہیں کہ میرے بھائی کا خط مجھے ملا تو اچانک اللہ تعالیٰ نے میرے دل کی دنیا بدل دی ۔اسلام کے متعلق جو تنگی میرے دل میں تھی ۔وہ کافور ہوگئی اور سارا بغض وعناد جاتا رہا۔

انہی دنوں میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک تنگ و بنجر خطہ سے نکل کر ایک سرسبز اور شاداب و کشادہ علاقہ میں آ گیا ہوں دل میں خیال آیا کہ اس خواب کی تعبیر حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھوں گا۔

جو بعد میں انہوں نے اس کی تعبیر بتائی کہ تنگ و بنجر علاقہ کفر کا تھا اور سرسبز و شاداب علاقہ دین اسلام ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے تجھے پہنچا دیا ہے۔

اب میرے دل میں خیال آیا کہ میرے سفر کا ساتھی کون بنے گا۔

صفوان بن اُمیہ

میں اسی سوچ میں جا رہا تھا کہ صفوان بن امیہ سے میری ملاقات ہوگئی میں نے اسے کہا کہ ہمارا کیا حال ہوگیا ہے۔ اس سے پہلے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمام عرب وعجم پر غالب آ جائیں۔ہمیں خود جا کر ان کی غلامی کر لینی چاہئے۔

میری بات سن کر اس نے شدت سے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ اگر ساری دنیا بھی ان پر ایمان لے آئے تو میں پھر بھی ان پر ایمان نہیں لاؤں گا۔

میں اسے چھوڑ کر یہ سوچتا ہوا آگے بڑھ گیا کہ جنگ بدر میں اس کا باپ اور بھائی قتل ہوئے تھے۔پھر میری ملاقات عکرمہ بن ابوجہل سے ہوگئی۔میں نے اپنی وہی بات اس کے آگے دہرائی تو اس نے بھی انکار کر دیا اور کہا کہ اگر ساری دنیا بھی ان پر ایمان لے آئے تو میں پھر بھی ان پر ایمان نہیں لاؤں گا۔

پھر میں نے عثمان بن طلحہ سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔اگرچہ مجھے اس سے بھی اتنی امید نہیں تھی کیونکہ جنگ احد میں اس کے بھی کافی قریبی رشتہ دار مارے جا چکے تھے لیکن میری توقع کے برعکس اس نے فوراً اسلام قبول کرنے کی حامی بھر لی۔

دوسرے دن صبح سویرے سویرے ہم نے ''یاجج'' کے مقام پر ایک دوسرے کے انتظار کرنے کا پروگرام بنایا۔

صبح صادق سے پہلے پہلے منہ اندھیرے ہم دونوں یاجج کے چشمہ کے پاس اکٹھے ہو کر مدینہ منورہ کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں پناہ حاصل کرنے کے لئے چل پڑے۔

''ہداۃ'' کی بستی میں پہنچنے پر اللہ تعالیٰ نے ہماری ملاقات عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی کرا دی۔

میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ میں بھی اسلام میں داخل ہونے کی غرض سے مدینہ طیبہ جا رہا ہوں۔

جب ہم تینوں مدینہ منورہ میں حرہ کے قریب پہنچے تو وہاں ہم نے اپنی سواریوں کو بٹھایا اور خود اپنے خوب صاف ستھرے لباس پہن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شرف بازیابی کے لئے چل دیئے۔راستے میں مجھے میرا بھائی ولید بن ولید

ملا۔ وہ بولا ' بھائی جلدی چلو حضور ﷺ تمہارا انتظار فرما رہے ہیں۔ جب میں روبرو حاضر خدمت ہوا تو میں نے اسلام علیک یا نبی اللہ کہا۔

حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے بڑی محبت سے میرے سلام کا جواب فرمایا۔ میں نے عرض کی۔

انی اشھد لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

حضور ﷺ نے جواباً فرمایا۔

''کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہیں۔ جس نے تجھے ہدایت فرمائی۔ مجھے امید تھی کہ تیری عقل خداداد تجھے خیر تک پہنچائے گی''۔

میں نے عرض کی کہ متعدد مقامات پر میں نے آپ کی مخالفت کی۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری ساری غلطیوں کو معاف فرمائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

الاسلام یجب ما کان قبلہ

اسلام لانے سے پہلے جتنے بھی گناہ کئے ہوں وہ اسلام لانے کے بعد سب ختم ہو جاتے ہیں۔

میں نے عرض کی کہ میری بخشش کے لئے دعا فرمایئے۔ حضور ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔

''اے اللہ خالد بن ولید نے جتنی بار تیرے راستے سے روکنے کی کوشش کی الٰہی اس کو معاف فرما دے''۔

اس کے بعد عمرو بن عاص اور عثمان بن ابی طلحہ نے بیعت کی۔ میں صفر ۸ ہجری کو داخل مدینہ ہوا۔ حضور ﷺ ہر مشکل موقع پر میری رائے کو دوسرے صحابہ سے فوقیت دیتے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِسلام کے بہت بڑے جرنیل تھے۔ غزوہ موتہ میں آپ نے صرف تین ہزار مجاہدوں کے ساتھ دو لاکھ کے لشکر کا مقابلہ کیا۔ اور چونکہ آپ کو حضور علیہ السلام نے ''سیف اللہ'' (اللہ کی تلوار) کا خطاب دیا تھا۔ اس لیے آپ کی شہادت کی خواہش پوری نہ ہوئی۔

(دلائل النبوۃ ۴/ ۳۴۹۔ السیرۃ النبویہ ابن کثیر ۴۴۶ تا ۴۵۳)

غزوہ موتہ

حضور نبی کریم ﷺ نے ''موتہ'' کی طرف جمادی الاول ۸ ہجری کو تین ہزار مجاہدین کے دستہ کو رومی لشکر کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا اور خود مجاہدین کو ثنیتہ الوداع کے مقام پر رخصت فرمایا۔

''موتہ'' نامی قصبہ جنوبی اُردن کی سرحد پر بحر مردار کے جنوب مشرق میں بیت المقدس سے تقریباً ۳۵ کلومیٹر اور کرک سے بارہ کلومیٹر جنوب کی طرف واقع ہے۔

عیسائی لوگ مسلمانوں کی ابھرتی ہوئی طاقت سے خائف تھے۔اور اس طاقت کو کچلنے کیلئے قیصر روم نے ایک لاکھ کی فوج تیار کر رکھی تھی۔اور قیصر روم کے گورنر نے یہ حکم نامہ جاری کیا ہوا تھا کہ جو شامی بھی اسلام قبول کرے اسے قتل کر دیا جائے۔

قیصر روم نے بصرہ میں حارث بن ابی شمر الغسانی کو اپنا گورنر مقرر کیا ہوا تھا حضور ﷺ نے حارث بن عمیر الازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ اپنا مکتوب مبارک دے کر اس کی طرف اسلام قبول کرنے کی دعوت دے کر بھیجا۔

اس بدبخت نے قاصد کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔اسے رسیوں سے جکڑ دیا گیا اور بعد میں قتل کر دیا۔

حضور ﷺ نے عمرہ القضاء ادا فرمانے کے بعد اپنے قاصد کا انتقام لینے کے لئے مجاہدین کو روانہ فرمایا۔لشکر کو روانہ کرتے وقت ثنیتہ الوداع کے مقام پر آقا ﷺ نے مجاہدین کو وصیت فرمائی۔

''میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اپنے ساتھ مسلمانوں کی بھلائی کی تاکید کرتا ہوں۔اللہ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ کے منکروں کے ساتھ جنگ کرو۔کسی کے ساتھ دھوکہ نہ کرنا۔بددیانتی نہ کرنا۔کسی بچے اور کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔

کسی بوڑھے اور اپنی خانقاہوں میں گوشہ نشینوں کو قتل نہ کرنا۔نہ کسی کھجور کے درخت کو اور نہ ہی کسی اور درخت کو کاٹنا اور نہ کسی مکان کو منہدم کرنا''۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اس لشکر کا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کرتا ہوں اگر یہ شہید ہو جائیں تو پھر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس لشکر کی کمان سنبھالیں گے۔اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اس لشکر کی سربراہی کریں گے اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جس کو چاہیں اپنا امیر منتخب کر لیں''۔

حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اسلام کے پرچم کو جو کہ سفید رنگ کا تھا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور سب مسلمانوں کو سب سے پہلے حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر حاضری کی وصیت فرمائی اور فرمایا کہ سب سے پہلے دشمن کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں اگر وہ اس دعوت کو قبول کر لیں تو بہتر ورنہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے دشمن سے جنگ شروع کر دیں''۔

سبحان اللہ حضور ﷺ کے علم پاک کی کیا شان ہے۔حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی شہادت کا پہلے ہی بتا دیا تھا۔اس لئے تو مسلمانوں کو وصیت فرمائی اور جس طرح حضور ﷺ نے فرمایا تھا ویسے ہی ہوا۔

دوسرے مسلمانوں نے دعائیں دے کر اس لشکر کو رخصت کیا۔

اس دن جمعتہ المبارک تھا۔دوسرے مسلمان روانہ ہو گئے لیکن حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رک گئے تا کہ حضور ﷺ کے پیچھے جمعہ ادا کر کے بعد میں رخصت ہوں۔جمعہ ادا کرنے کے بعد حضور ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو فرمایا کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے۔انہوں نے عرض کی کہ جمعہ ادا کرنے کے لئے رک گیا تھا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ۔

''اے عبداللہ اگر تو زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر دے تو اس درجہ کو نہیں پا سکتا جو انہوں نے صبح سویرے روانہ ہو کر پالیا ہے اور ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں ایک صبح یا شام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

شرجیل بن عمرو الغسانی کو جب اسلام کے لشکر کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے بھی اپنی فوج کو منظم کرنا شروع کر دیا۔ آس پاس کے عیسائی قبائل کو بھی ساتھ ملا کر اس نے تقریباً ایک لاکھ کی فوج تیار کر لی اور ہرقل شاہ روم کو بھی مدد کے لئے پیغام بھیج دیا۔ ہرقل خود ایک لاکھ کی فوج کے ساتھ اس کی مدد کے لیے چل پڑا۔ اسلامی لشکر نے جب حدود شام میں داخل ہو کر ''معان'' نامی قصبہ میں پڑاؤ ڈالا تو انہیں دشمن کی کثیر تعداد کا علم ہوا اور یہ بھی پتہ چلا کہ ہرقل خود ایک لاکھ لڑاکوں کے ساتھ بلقاء کے ضلع مآب کے مقام پر موجود ہے۔

معان نامی قلعہ دمشق سے مکہ کے راستے پر پانچ روز کی مسافت پر واقع تھا۔ یہ علاقہ حجاز اور شام کے درمیان آتا ہے۔

مسلمانوں نے آپس میں صلاح و مشورہ شروع کر دیا کہ اتنے بڑے اپنے سے چھیاسٹھ گناہ زیادہ لشکر کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔ آخر کار طے ہوا کہ سب حالات سے سرور کائنات ﷺ کو مطلع کر دیا جائے آپ جس طرح حکم فرمائیں اس پر عمل کیا جائے۔ اور اگر آپ ﷺ مناسب سمجھیں تو مزید کمک روانہ فرما دیں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت ایمانی اس چیز کو برداشت نہ کر سکی آپ نے فرمایا۔

''اے قوم بخدا جس کو تم لوگ ناپسند کر رہے ہو اسی (شہادت) کی طلب میں تم اپنے گھروں سے نکلے ہو۔ ہم لوگوں کے ساتھ عدد طاقت وکثرت کے بل بوتے پر جنگ نہیں کیا کرتے۔ ہم تو اس دین کے بل بوتے پر جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں مشرف فرمایا ہے۔ جنگ کیا کرتے ہیں۔ اے اللہ کے بندو چلو دو نیکیوں (فتح یا شہادت) میں سے ایک نیکی تمہیں مل جائے گی''۔

آپ کی ایمان افروز بات سن کر سب میں جوش بھر گیا اور سب لوگ پکار اٹھے کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سچ کہا ہے۔

مسلمان لشکر شام کے ضلع بلقاء سے ہوتا ہوا (بلقاء کے پاس مشارب نامی قصبہ میں رومی لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔) کے ساتھ موتہ نامی گاؤں میں آ کر ٹھہر گیا اور یہی مقام پھر میدان جنگ بنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے قبل اتنی زرق برق پوشاکیں اور اتنے چمکیلے ہتھیاروں سے لیس اتنا بڑا لشکر پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا ان کی حیرانگی کو دیکھ کر حضرت ثابت بن ارحم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ بدر کی جنگ میں ہمارے ساتھ ہوتے تو آپ جان جاتے کہ ہم لوگ اہل کفار دشمن کی کثرت کی کبھی پروا نہیں کرتے۔

دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہو گئے مسلمانوں کی طرف سے حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے لشکر کی کمان کر رہے تھے اور مسلمانوں کا علم تھامے ہوئے تھے۔

جب جنگ شروع ہوئی تو دونوں لشکر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے اور بڑھ چڑھ کر ایک دوسرے پر حملے کرنے لگے۔ مسلمانوں نے دادِ شجاعت دیتے ہوئے کئی رومیوں کو قتل کر دیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی علم ہاتھ میں لئے کئی بار اپنے لشکر سے نکلتے اور دشمن کی صفوں کو دور تک چیرتے ہوئے اندر تک گھس جاتے۔

اسی دوران جب آپ دشمن کی صفوں میں گھس کر اکیلے وار کر رہے تھے تو دشمن کے ایک دستہ نے آپ کو گھیر لیا۔ آپ مردانہ واران سے لڑتے رہے۔ اچانک ایک آدمی نے تاک کر نیزہ آپ کے سینے پر مارا جو کہ آپ کے سینے کے پار ہو گیا اور آپ شہادت کے مرتبے پر فائز ہو گئے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے فوراً علم کو تھام کر مسلمانوں کے لشکر کی قیادت شروع کر دی اور وہ دادِ شجاعت دی کہ ہر کوئی عش عش کر اٹھا آپ بھی بڑی دیر تک مردانہ وار جوانمردی کے ساتھ دشمن کے ساتھ لڑتے رہے آپ سرخ رنگ کے گھوڑے پر سوار تھے۔ آپ نے محسوس کیا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر لڑائی میں دقت پیش آ رہی ہے تو آپ نے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی اور اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں تاکہ یہ کفار کے کام نہ آئے۔ اور بڑی جوانمردی کے ساتھ دشمن کے ساتھ لڑائی کرنے لگے۔ اچانک ایک کافر نے آپ کے دائیں ہاتھ یا دائیں شانے پر وار کیا۔ آپ کا بازو کٹ کر دور جا گرا۔ آپ نے فوراً بائیں ہاتھ سے جھنڈے کو پکڑ لیا۔ اس نے بائیں ہاتھ پر بھی فوراً وار کیا۔ وہ بھی کٹ کر دور جا گرا۔ آپ نے اپنے کٹے ہوئے بازوؤں سے اپنے سینے کے ساتھ دبوچ لیا۔ کفار نے اپنے نیزوں، تیروں اور تلواروں سے آپ پر وار کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کے جسم پر تمام وار سامنے کی طرف ہوئے تھے۔ اور ان کی تعداد نوے تھی اور آپ کی عمر مبارک ۳۱ یا ۳۹ سال تھی۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

حضرت جعفر بن ابو طالب شہادت سے پہلے یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

کتنی بہترین ہے جنت اور اس کا قرب اس کی شراب بہت پاکیزہ اور ٹھنڈی ہے۔

روم تباہ ہو گیا اور اس کا عذاب قریب آ گیا۔ مجھ پر لازم ہے کہ جب میں اِن سے ملاقات کروں گا تو اِن سے جنگ کروں گا۔

حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے مشکل حالات میں اسلام کے پرچم کو تھاما کہ دشمن کی کثیر تعداد نے مجاہدین کو نرغے میں لیا ہوا تھا۔

حالات کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے چند لمحوں کے لئے آپ کے دل میں خوف نمودار ہوا تو آپ نے اپنے نفس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ کہ تو کس لئے زندہ رہنا چاہتا ہے کیا تو اپنی بیوی کے لئے زندہ رہنا چاہتا ہے تو سن لو کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے کر اپنے اوپر حرام کر لیا۔ کیا تو غلاموں کو پسند کرتا ہے تو میں نے اپنے تمام غلام راہ خدا میں آزاد کر دیئے۔ کیا تو

باغوں کو پسند کرتا ہے تو میں نے اپنے تمام باغات راہ خدا میں صدقہ کر دیئے۔ 

پھر اپنے نفس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ۔

میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تمہیں میدان جنگ میں اترنا پڑے گا چاہے تم خوشی سے اترو یا تمہیں مجبور کر دیا جائے''۔

لوگ تو ہجوم کر کے آ رہے ہیں اور ان کے نعرے بلند ہو رہے ہیں تجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم جنت ناپسند کر رہے ہو۔

بہت عرصہ تک اطمینان اور سکون کی زندگی تم نے بَسر کر لی ہے تم کیا ہو' مگر ایک قطرہ پرانے مشکیزہ میں۔

آپ کئی دن کے بھوکے تھے۔ آپ کے چچا زاد بھائی نے آپ کو ایک گوشت والی ہڈی پیش کی۔ آپ نے اس کو منہ میں لے کر اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹا۔ کہ جنگ کا نعرہ بلند ہوا۔ آپ نے فوراً باقی گوشت کو پرے پھینکا۔ اور بڑی جرأت کے ساتھ دشمن کی صفوں میں گھس گئے آپ جدھر جاتے کشتوں کے پشتے لگائے چلے جاتے کافی دیر تک آپ بڑی جوانمردی سے لڑتے رہے کہ ہر طرف سے دشمن نے آپ کو گھیر لیا اور نیزوں تیروں اور تلواروں کے اتنے وار کئے کہ آپ شہید ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ○

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ایک انصاری نوجوان جن کا نام ثابت بن ارقم تھا۔ نے اسلام کے پرچم کو تھام کر مسلمانوں کو للکارا کہ اب تم اپنا امیر منتخب کر لو۔ آپ نے پرچم کو اٹھا کر سامنے کھڑے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ (ابا سلیمان) (حضرت خالدؓ کی کنیت تھی) پرچم کو تھام لو۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ عمر میں مجھ سے بڑے ہیں اور آپ نے بدر کی جنگ میں بھی شرکت کی ہے آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ اس کو پکڑ بھی لو۔ اور مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا امیر مانتے ہو سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ بے شک۔ ان نازک لمحات میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کا پرچم تھام لیا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مغرب کے وقت شہادت فرمائی تھی اور اب اندھیرا ہو چلا تھا دونوں لشکر واپس اپنی جگہوں پر آ بیٹھے۔

حضرت خالد بن ولید نے پرچم اسلام اٹھا کر مسلمانوں کو اکٹھا ہونے کے لئے آوازیں دی تھیں لیکن اس وقت لشکر اسلام تتر بتر ہو رہا تھا کسی نے توجہ نہ دی تھی تو میمینہ کے امیر قطبہ بن عامر نے لوگوں کو آوازیں دے کر اکٹھا کیا تھا اور فرمایا تھا کہ میدان جنگ سے بھاگتے ہوئے دشمن کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اترنے سے یہ بدرجہا بہتر ہے۔

کہ وہ کفار سے جنگ کرتا ہوا شہید ہو جائے'' اور اس طرح مسلمان دوبارہ اکٹھے ہو گئے تھے۔

دوسرے دن اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی دعا سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ان کی جنگی صلاحیتیں اور



زیادہ اجاگر فرمادیں۔

آپ نے تمام لشکر کی ترتیب بدل ڈالی۔سب لشکر کو نئے سرے سے صف آراء کیا۔آگے کی صفیں پیچھے لے گئے اور پیچھے کی صفیں آگے لے آئے۔

صبح کا اجالا روشن ہونے کے بعد دشمن نے سب نئے چہروں کو سامنے دیکھا تو وہ ڈر گیا کہ شاید اور مسلمان ان کی کمک کو پہنچ گئے ہیں اور ان پر مرعوبیت طاری ہوگئی۔

جب جنگ کا آغاز ہوا تو رومی سخت سراسیمگی کی حالت میں تھے۔مسلمانوں نے نئے جوش سے حملہ شروع کر دیا۔

مسلمانوں نے آج اس جوش وخروش سے حملہ کیا کہ رومیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔اصل میں پیچھے سے حضور ﷺ ان کے لئے مسلسل دعا فرمارہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کے شامل حال ہو رہی تھی اور اللہ تعالیٰ نے رومیوں کے دلوں میں مسلمانوں کا خوف ڈال دیا تھا کہ صرف تین ہزار کے لشکر سے رومیوں کا دولاکھ کا لشکر ڈر کر پیچھے ہٹنے لگا۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے اس دن نو تلواریں ٹوٹیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات قادر ہے اس پر یقین ہونا چاہئے وہ چاہے تو ابابیلوں سے ہاتھیوں کے لشکر کو شکست دے سکتا ہے۔

مسلمانوں نے بہت سارے رومیوں کو تہ تیغ کر دیا۔باقی بھاگ گئے اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں نے اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔

عین اس وقت کہ جب جنگ کی بھٹی خوب بھڑتی ہوئی تھی۔حضور نبی کریم ﷺ جنگ کا آنکھوں دیکھا حال بیان فرما رہے تھے کوئی ان کے علم غیب سے کیسے انکار کرسکتا ہے۔(اللہ تعالیٰ کے حکم سے)

اللہ تعالیٰ جس چیز سے چاہے اپنے نبی ﷺ کو مطلع فرمادیتا ہے۔

نبی کا معنی ہی غیب کی خبریں بتانے والا ہے۔ہم سب کا اس پر ایمان ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ بذات خود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جس چیز کے متعلق چاہیں دوسروں کو مطلع فرماتے ہیں۔معراج شریف کے بعد جب آپ بیت اللہ میں تشریف فرما ہوئے اور کفار نے بیت المقدس کے متعلق مختلف سوال کئے تو حضور ﷺ نے خدا تعالیٰ کے حکم سے ہر ہر چیز کا مکمل جواب عطا فرمایا۔

حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں ''الصلوٰۃ الجامع'' کے الفاظ کا اعلان فرمادیا۔

اس اعلان کا مطلب تھا کہ سب لوگ مسجد نبوی ﷺ میں جمع ہو جائیں۔

جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ ﷺ کی ماز اغ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتیوں نے جھانکنا شروع کر دیا۔

آقا ﷺ نے فرمایا۔

اے لوگو! میں تمہیں غازیوں کے لشکر کے حالات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں، یہ لشکر یہاں سے روانہ ہوا یہاں تک کہ دشمن سے ان کا آمنا سامنا ہوگیا۔ لشکر اسلام کے پہلے علمبردار حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جام شہادت نوش کیا۔

وَ قُتِلَ زَيْدٌ شَهِيْدٌ فَاسْتَغْفِرُوْا لَه ۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے ان کیلئے طلب مغفرت کرو۔

پھر حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے علم اسلام تھاما اور لشکر کفار پر پے در پے حملے کئے حَتّٰى قُتِلَ شَهِيْدٌ فَاسْتَغْفِرُوْا لَهٗ کہ وہ بھی شہید ہو گئے ان کے لئے بھی سب مغفرت طلب کرو"۔

پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اسلام کا پرچم اٹھا لیا اور بڑی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ یہاں تک کہ ان کو بھی نعمت شہادت سے سرفراز کر دیا گیا۔ فَاسْتَغْفِرُوْا لَهٗ ان سب کے لئے مغفرت طلب کرو"۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جھنڈا پکڑا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے اور قبیلہ کے بہترین بھائی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کفار اور منافقین کی سرکوبی کے لئے بے نیام کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی قیادت میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔

اللهم انه سيف من سيوفك فانصروهُ

"اے اللہ خالد تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے اس کی مدد فرما"۔

اس جنگ میں مسلمانوں کے صرف بارہ مجاہدین شہید ہوئے اور دشمن کے سینکڑوں لوگ موت کے گھاٹ اترے۔

یہ لڑائی سات روز تک جاری رہی اور صرف تین ہزار مسلمانوں نے اتنے دنوں تک اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کیا۔

جنگ کے شروع میں جب اس نے خوفناک صورت اختیار کر لی تھی اور یک بعد دیگرے مسلمانوں کے تین جرنیل شہید ہو گئے تھے تو چند ایک لوگ واپس مدینہ منورہ آ گئے تو مدینہ کے لوگوں نے ان پر مٹی پھینکنا شروع کر دی۔ تو حضور ﷺ کے آگے ان کا ذکر فرمایا گیا آقا ﷺ نے فرمایا کہ یہ واپس پلٹ آنے والے نہیں بلکہ یہ پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔

لَيْسُوْا بِالْفِرَارِ وَلٰكِنَّهُمُ الْكُرَّارُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

ترجمہ: یہ بھاگنے والے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ بار بار پلٹ حملہ کرنے والے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

غزوہ موتہ میں بارہ مسلمان شہید ہوئے۔ ان میں حضرت زید بن حارثہ حضرت جعفر بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن رواحہ، سعود بن الاسود، وہب بن سعد بن ابی سرح، عباد بن قیس، حارث بن نعمان، سراقہ بن عمرو، ابوکلیب بن عمرو بن زید، جابر بن عمرو بن زید (یہ دونوں بھائی تھے) عمرو بن کند اور عامر بن سعد (یہ دونوں بھی بھائی تھے) رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

(خاتم النبیین ۲/ ۹۵۷۔ تاریخ الخمیس ۲/ ۷۰۔ سیرۃ النبویہ احمد زینی دحلان ۲/ ۲۳۶) (البدایہ والنہایہ ۴/ ۲۴۳۔ ضیاالنبی ۴/ ۳۶۱ تا ۳۷۹)

35

خاندان حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرور کائنات حضور ﷺ میرے گھر میں تشریف لائے اور جعفرؓ کے بچوں کو لانے کا حکم دیا۔ میں انہیں لے کر حاضر ہوئی۔ حضور ﷺ نے ان کو سونگھا اور آپ علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے جس سے آپ ﷺ کی داڑھی مبارک بھیگ گئی۔ میں نے عرض کی کہ کیا کوئی جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اطلاع ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں وہ شہید ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر میری چیخ نکل گئی۔ میری آواز سن کر ساتھ والی ہمسائی عورتیں بھی اکٹھی ہو گئیں۔

حضور ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔

''اے اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کوئی بیہودہ بات زبان پر نہ لانا اور نہ ہی اپنے رخساروں پر طمانچے مارنا''۔

پھر آقا ﷺ نے فرمایا۔

''اے اللہ جعفر رضی اللہ عنہ کو بہترین ثواب عطا فرما۔ اور اے اللہ تو جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد کے لئے اس کا بہترین قائم مقام بن جس طرح اپنے بندوں میں سے اپنے کسی بندے کا ان کی اولاد کے لئے قائم مقام ہوا ہے''۔

اس کے بعد آقا ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اور گھر والوں سے فرمایا کہ آج جعفر کے گھر والوں کو کھانا پکانے کا ہوش نہیں ان کے لئے کھانا تیار کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بھوکے رہ جائیں۔

تین دن کے بعد حضور ﷺ پھر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ آج کے بعد تمہیں میرے بھائی جعفر رضی اللہ عنہ پر رونے کی اجازت نہیں۔ پھر حضور ﷺ نے دونوں صاحبزادے محمد اور عبداللہ کو بلوا کر ان کے سر منڈوائے اور فرمایا کہ محمد تو ہمارے چچا ابوطالب سے اور عبداللہ صورت و سیرت میں میرے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ پھر آقا ﷺ نے عبداللہ کے لئے دعا فرمائی۔ کہ الٰہی جو یہ سودا کریں اس میں برکت عطا فرما''۔

حضور ﷺ کی دعا ایسی قبول ہوئی کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ میں نے جو سودا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت عطا فرمائی۔

ان کی والدہ حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو دیکھ کر فرمایا کہ تم اس لئے خائف ہو کہ اب یہ مفلس و نادار ہو جائیں گے میں دنیا و آخرت دونوں میں ان کا والی و سرپرست ہوں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کٹے ہوئے بازوؤں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے جنت میں حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو پَر عطا فرمائے ہیں۔

ایک دفعہ حضور ﷺ صحابہ پاک کی معیت میں بیٹھے تھے۔ معاً آپ ﷺ نے آسمان کی طرف منہ کر کے وعلیکم السلام فرمایا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استفسار کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرشتوں کی معیت میں اُڑتے ہوئے گزرے اور انہوں نے سلام کیا۔ میں نے انہیں وعلیکم السلام کا جواب دیا۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴿۱۵۴﴾

ترجمہ: اور نہ کہو تم مردہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے بلکہ، وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔

؎ غافل اسے سمجھا ہے اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی، صبح دوام زندگی

(اقبال)

(اقبال) (الاکتفاء فی مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲/ ۲۸۶) (۲۸۶۔السیرۃ النبویہ احمد ذہبی دحلان ۲/ ۲۴۱)



سریہ ذات السلاسل حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

حضور نبی کریم ﷺ کو اطلاع ملی تھی کہ قضاعہ قبیلہ کی کثیر تعداد لوگوں نے اکٹھا ہو کر مدینہ منورہ کے اطراف میں لوٹ مار کا پروگرام بنایا ہے۔حضور ﷺ نے ان کی سرکشی کو کچلنے کیلئے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں تین سو مجاہدین کو روانہ فرمایا۔ان میں تیس گھڑسوار تھے۔

ایک روایت کے مطابق کفار نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا تاکہ کوئی بھاگنے نہ پائے اور ایک روایت کے مطابق وہاں پر ایک چشمہ تھا جس کو سلاسل کہتے ہیں۔اس لئے اس سریہ کا نام ذات السلاسل پڑھ گیا۔

وادی ''ذات القریٰ'' مدینہ طیبہ سے دس رات کے فاصلے پر تھی۔اس کے پرلی طرف ''بلی'' اور ''عذرا'' کے قبیلے آباد تھے۔یہ دونوں قبیلے ''قضاعہ'' قبیلہ کی شاخیں تھیں۔

مسلمان دن کو آرام کرتے اور رات کو سفر کرتے۔جب یہ قضاعہ قبیلے کے پاس پہنچے تو ان کو دشمن کی کثیر تعداد کا علم ہوا۔حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تیز رفتار قاصد رفاعہ بن قیس کو الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم ﷺ کے پاس مزید کمک کے لئے بھیجا۔آقا ﷺ نے دو سو مجاہدین کے لشکر کی ایک اور جماعت حضرت عبدابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں بھیجی۔اس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسی جلیل القدر ہستیاں بھی تھیں۔حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دس خوش نصیبوں میں سے ہیں۔جن کو حضور ﷺ اسلام نے دنیا ہی میں جنت کی خوشخبری عطا فرمائی چلتے وقت آقا ﷺ نے خاص طور پر ان کو نصیحت فرمائی۔

''کہ دونوں متحد رہنا اور آپس میں اختلاف نہ کرنا''

جب یہ دستہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا۔اور جب نماز کا وقت قریب آیا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت سے روک دیا اور کہا کہ میں لشکر کا امیر ہوں اور آپ کو میری مدد کے لئے بھیجا گیا ہے۔اس لئے میں امامت کراؤں گا۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے حضور ﷺ نے متحد رہنے اور آپس میں اختلاف نہ کرنے کا حکم دیا ہے'اس لئے اگر آپ میری نافرمانی کریں گے تو میں آپ کی اطاعت کروں گا تاکہ میں حضور ﷺ کا فرمان پورا کرسکوں''۔

سخت سردی کا موسم تھا۔جب یہ دشمن کے قریب پہنچے تو صحابہ کرام نے سخت سردی کی وجہ سے آگ جلانے کی

کوشش کی۔تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے سختی سے تمام صحابہ کو کہا کہ جس نے آگ جلائی میں اسی آگ میں اُس کو ڈال دوں گا۔صحابہ اکرام نے اس بات کی شکایت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضوان اللہ علیہم اجمعین کو لگائی تو انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے ہمیں اختلاف کرنے سے منع فرمایا ہے اور جنگی امور میں زیادہ تجربہ رکھنے پر حضور ﷺ نے انہیں ہم پر امیر بنایا ہے۔ یہ وہ اقدار ہیں۔جن پر عمل کر کے صحابہ اکرام اور اولوالعزم مجاہدین نے اقوام عالم کو فتح کیا اور پوری دنیا میں نصرت کے جھنڈے گاڑھے۔آج ہم لوگ اختلافات کا شکار ہو کر آپس میں رواداری اور برداشت کا مادہ نہ ہونے کی وجہ سے اقوام عالم سے ذلیل ہو کر رہ گئے ہیں اور اختلافات کا نتیجہ ہے کہ غیر مسلم ہم پر حکمرانی کر رہے ہیں اور ہمیں آپس میں لڑوا رہے ہیں اور ہماری اختلاف کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو ہوا دے کر ہمیں آپس میں ہی لڑوا رہے ہیں۔

جب دشمن سے صبح جنگ ہوئی تو جلد ہی انہوں نے اپنے آپ کو زنجیروں سے آزاد کروا لیا اور ایک گھنٹہ ہی میں بھاگ کھڑے ہوئے۔جب صحابہ اکرام نے ان کا تعاقب کرنا چاہا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو تعاقب سے روک دیا۔

اس جنگ میں مسلمانوں کو کوئی خاص مال غنیمت ہاتھ نہیں آیا لیکن ایک روایت کے مطابق مسلمانوں کو مال غنیمت بھی ملا۔مسلمان اس علاقہ میں تین روز تک قیام پذیر رہے اور خیر وخیریت کے ساتھ واپس مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

واپسی کے بعد حضور ﷺ کے روبرو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے رویہ کے متعلق عرض کی گئی آپ نے ان کو بلایا اِنہوں نے عرض کی کہ میں نے آگ جلانے سے مسلمانوں کو اس لئے منع کیا تھا تا کہ دشمن کو ہماری تعداد کا علم نہ ہو جائے اور مسلمانوں کو بھاگتے ہوئے کفار کا پیچھا کرنے سے اس لئے منع کیا تھا کہ مبادا انہوں نے کوئی اور لشکر کہیں چھپایا ہوا نہ ہو۔ یا کوئی اور قبیلہ ان کی مدد کو آ جائے اور ہم مشکل میں نہ پھنس جائیں۔

''حضور ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے طرز عمل کو سراہا''۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے بعد خیال ہو گیا کہ حضور ﷺ شاید دوسرے سب صحابہ سے مجھے زیادہ چاہتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ سب لوگوں سے آپ کو زیادہ کون محبوب ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے عرض کی کہ مردوں میں سے کون فرمایا۔عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باپ میں نے عرض کی کہ پھر فرمایا۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے عرض کی کہ پھر حضور ﷺ دوسرے صحابہ پاک کا نام لیتے رہے۔میرے نام کی باری نہ آئی میں نے دل میں تہیہ کر لیا کہ اب اس موضوع پر میں بات نہیں کروں گا۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے' افضل کی موجودگی میں دوسرے کو قائد بنایا جا سکتا ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔ جمعہ المبارک ۲۷رجب المرجب ۱۴۳۶ھ ۷ارجون ۲۰۱۳ء۔(السیرۃ النبویہ ۲/ ۲۴۵۔ ۲۴۴، احمد ذہبی دحلان)

(نثار النبی بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ)



سریہ ابی عبیدہ بن جراع رضی اللہ عنہ

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں تین سومجاہدین کا ایک دستہ روانہ فرمایا۔ یہ دستہ قبیلہ جہنیہ کی طرف ساحل سمندر کے پاس روانہ فرمایا گیا۔

اس سریہ کے بھیجنے کی تاریخ میں اختلاف ہے کہ یہ آٹھ ہجری ماہ رجب میں یا ۶ ہجری ماہ رجب میں بھیجا گیا۔

بہرحال حضور ﷺ نے یہ سریہ اس لئے بھیجا کہ قبیلہ جہنیہ کے لوگوں کی شرارتوں سے بچا جائے کیونکہ یہ اطلاع ملی تھی کہ یہ لوگ مدینہ کے قرب و جوار میں لوٹ مار کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ اس سریہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک تھے۔

اس سریہ کو مربہ سیف البحریا جیش الخبط بھی کہتے ہیں سیف البحر اس لئے کہ یہ سریہ ساحل سمندر کے نزدیک بھیجا گیا تھا۔ اور جیش الخبط اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں درختوں کے پتے جھاڑنے پڑے تھے۔ خبط کے معنی درختوں کے وہ پتے ہیں جو کسی لاٹھی وغیرہ سے جھاڑے جاتے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کی رسد خوراک ختم ہوگئی تھی اور ان درختوں کے پتوں کو پانی میں بگو کر کھانا پڑا تھا۔

صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ساحل سمندر کی طرف حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت اِن کو جوزادِ راہ عطا فرمایا گیا تھا۔

کہ ہم لوگ ابھی راستے ہی میں تھے کہ کھجوریں ختم ہونے کو ہوں گئیں اور امیر لشکر نے ہمیں تمام لوگوں سے سامان خوراک اکٹھا کرنے کا حکم دیا تو اس سے ہمارا ایک برتن بھر گیا یہ زیادہ تر کھجوریں ہی تھیں۔

امیر لشکر ہر ایک آدمی کو ایک مٹھی کھجوریں آٹھ پہر کے لئے دیتے تھے۔ جب یہ کھجوریں بھی ختم ہونے کو پہنچیں تو امیر لشکر نے ہر آدمی کو صرف ایک کھجور آٹھ پہر کے گزارنے کے لئے دینی شروع کر دی۔

حضرت وہب بن کیسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ ایک کھجور پر کیسے گزارہ کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ ہم ایک کھجور منہ میں لے کر چوستے رہتے تھے جیسے شیرخوار بچہ ماں کا دودھ چوستا رہتا ہے اور ہم کو اس ایک کھجور کی قدر اس وقت آئی جب کہ ہمیں ایک کھجور بھی ملنی بند ہوگئی۔

پھر ہم نے اپنی کمانوں وغیرہ سے درختوں کے پتے جھاڑنے شروع کر دیئے۔ ہم ان پتوں کو پانی میں بھگو دیتے تھے جب یہ نرم ہوتے تو ہم ان کو کھا لیتے تھے۔ مسلسل پتے کھانے سے ہمارے ہونٹ زخمی ہو گئے اور سوج کر اونٹوں کے ہونٹوں جیسے ہو گئے ہمیں تین ماہ یہاں رکنا پڑا اور یہی پتے ہماری خوراک تھی۔

حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بنوخزرج سے تھے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رئیس خزرج کے فرزند تھے اس سریے میں شامل تھے آپ سے مسلمانوں کی اس حالت کو نہ دیکھا گیا اور انہوں نے قبیلہ جہنبہ کے ایک شخص کو اپنی

شناخت کروا کر پانچ اونٹ ادھار لئے اور اس سے یہ طے کیا کہ مدینہ منورہ واپس جا کر ہر اونٹ کے بدلے میں ایک وسق اعرابی کی مرضی کی کھجوریں اسے دی جائیں گی۔ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے چند مہاجر اور انصار گواہ مقرر ہوئے لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں گواہ نہیں بنوں گا۔ چونکہ تمہارے پاس اپنا کچھ پیسہ نہیں ہے۔آپ نے فرمایا کہ میرا باپ دوسروں کے قرضے اَدا کرتا ہے کیا وہ میرا قرضہ نہیں ادا کرے گا؟

آپ نے ایک اونٹ ذبح کر کے تمام مسلمانوں کی ضیافت کی۔ دوسرے دن آپ نے پھر ایک اونٹ ذبح کر کے تمام مسلمانوں کی ضیافت کی۔تیسرے دن پھر آپ نے ایک اونٹ ذبح کیا اور تمام مسلمانوں کی ضیافت کی۔

چوتھے دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے پر آپ نے امیر لشکر سے کہہ کر آپ کو اونٹ ذبح کرنے سے رکوا دیا اور باقی دو اونٹ واپسی پر مسلمانوں کی باری باری سواری کے کام آئے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم ساحل سمندر پر آئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندری لہروں نے ایک بہت بڑی مچھلی جسے ''عنبر'' کہا جاتا ہے ساحل پر اچھال دی (یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کی ضیافت کے لئے ایک بہت بڑی نعمت تھی) دور سے یہ ایک بہت بڑا ٹیلہ دکھائی دیتی تھی۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم وہاں جتنا عرصہ رہے (اٹھارہ بیس دن یا مہینہ) ہم اس مچھلی کے گوشت کو بھون بھون کر کھاتے رہے اور اس کی چربی اپنے جسموں پر ملتے رہتے جس سے ہمارے جسم فربہ ہو گئے۔

ایک دن حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی پسلی کی ہڈی کو کھڑا کرنے کا حکم دیا اور ہمارا سب سے قد آور شخص سب سے بڑے اونٹ پر سوار ہو کر اس کے نیچے سے گزرا۔لیکن اس کے سر سے پھر بھی یہ اونچی تھی ہم نے واپسی پر اس کے گوشت سے اپنے تھیلوں کو بھر لیا اور اس کی چربی تھیلوں میں بھر لی۔(ہم نے اس گوشت کو حضور ﷺ کے لئے بھی بچا لیا تھا۔جسے آقا ﷺ کو پیش کیا گیا)

مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد ہم نے حضور ﷺ سے اس مچھلی کا ذکر کیا۔آقا ﷺ نے فرمایا۔

رزق اخرجه الله لكم

''یہ رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے سمندر سے نکال کر تمہیں دیا''۔

پھر فرمایا کہ اس کا کچھ گوشت تمہارے پاس ہے ہم نے پیش کیا۔تو حضور ﷺ نے اسے تناول فرمایا۔

حضور ﷺ کو جب قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایثار وسخاوت کے متعلق عرض کیا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ سخاوت تو اس خاندان کے افراد کی فطرت ہے۔(السیرۃ الحلبیہ ۲۔۳۱۵۔ضیاء النبی ۴۔۳۹۱)

سبحان اللہ صحابہ اکرام جو حضور ﷺ کی محبت میں رہتے تھے ان کی کیا شان ہے۔انہوں نے کس طرح اور کیسی کیسی تکلیفیں جھیل کر اس دین کو پھیلایا۔آج کس میں اتنی تکلیفیں جھیلنے کی طاقت ہے۔یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ ان سے

راضی ہو گیا۔ ؓ

غزوہ فتح مکہ

حضور نبی کریم رؤف و رحیم رسول خدا آقا دو جہاں سرور کون و مکان محسن انسانیت' رہبر انسانیت ﷺ جب صرف آٹھ سال پہلے تن تنہا اپنے یار غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما رہے تھے کہ اُس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ صرف آٹھ سال میں ہی کفار کا بہت بڑا گڑھ مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا اور وہ بت جو کفار کو جان سے بھی پیارے تھے۔ زمین بوس ہو جائیں گے۔

وہ اکڑی ہوئی کفار کی گردنیں سرنگوں ہو جائیں گی۔ وہ لوگ جو حضور ﷺ کے جانی دشمن تھے آج حضور ﷺ کی شان کریمی میں پناہ ڈھونڈ رہے ہوں گے اور اپنی رشتہ داریوں کے واسطے دے کر حضور ﷺ سے اپنی جان کی امان مانگ رہے ہوں گے۔

کون جانتا تھا کہ وہ کعبہ معظمہ جہاں تین سو ساٹھ بت نصب تھے آج ان بتوں سے صاف ہو جائے گا وہ ہبل بت جس کی یہ لوگ قسمیں کھاتے تھے۔ منہ کے بل گرا ہوا ہو گا اور صرف آٹھ سال بعد ہی اس کعبہ معظمہ پر وہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو یہ کفار سخت چلچلاتی دھوپ میں مکہ کی گلیوں میں کھینچتے تھے اور مکہ کے لونڈے ان کو پیچھے سے پھبتیاں کستے اور پتھر مارتے تھے۔ آج حضور ﷺ کے حکم سے اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے کعبہ معظمہ کی چھت پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی توحید کو بلند کرنے کیلئے اذان دیں گے اور مکہ کی فضا میں جہاں شعب ابی طالب سے مسلمانوں کے بچوں کی چیخوں کی آوازیں مکہ میں گونجتی تھیں آج وہاں اللہ اکبر' اللہ اکبر کی آوازیں فضا میں گونجیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار کی آوازیں گونجیں گی اور اس کے رسول ﷺ کے نبی حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی صدائیں گونجیں گی۔ آج راستہ میں پتھر پھینکنے والا کوئی نہ ہو گا۔ آج راستہ میں کوئی کانٹے بچھانے والا نہ ہو گا آج اپنے گھر کا کوڑا اکٹھا کر کے آقا علیہ السلام کے گھر کے آگے پھینکنے والا کوئی نہ ہو گا اور آج نماز پڑھتے ہوئے اونٹ کی اوجری آپ پر رکھنے کی کسی میں جرأت نہ ہو گی۔

آج آپ کو کسی میں جھٹلانے کی طاقت نہیں ہو گی۔ ہر گردن حضور ﷺ کے آگے سر تسلیم خم ہو گی۔

کون جانتا تھا کہ آج کفار کے بڑے بڑے جرنیل جن کو اپنی فن سپاہ گری پر بڑا ناز تھا۔ آج حضور ﷺ کے قدموں میں بیٹھنے پر فخر کر رہے ہوں گے۔

آج سے صرف چند سال پہلے ہی جب کہ ہر طرف کفر و شرک کے گھٹاٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔ ان اندھیروں میں حضور ﷺ غار حرا کی پہاڑیوں سے سورج بن کر ابھرے کہ آپ ﷺ کی روشنی میں ہر کوئی چکا چوند ہونے لگا ہر کوئی اس کو دیکھتا تو تھا لیکن اس پر یقین وہی لایا۔ جو خدا کو منظور تھا۔ بہت سے لوگوں نے اس روشنی کی دیکھتے ہوئے بھی اس کیطرف

سے اپنی آنکھیں موند لیں۔ ﷽

آج فتح مکہ کے موقع پر وہی روشنی ہر گھر میں چھا گئی۔ صرف مکہ مکرمہ میں ہی نہیں۔ اس روشنی نے تو دور دور تک قیصر وقصریٰ کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا تھا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی ہی شان تھی اور اس کے سچے رسول پاک ﷺ ہی کی شان تھی کہ یہ روشنی پورے خطہ عرب بلکہ اس کے باہر پوری دنیا میں بھی پھیل گئی۔ اور مسلمان ایک ایسی قوم بن کر ابھرے کہ جس نے چند ہی سالوں میں اقوام عالم کے لوگوں کو فتح کر لیا نہ صرف ان کو فتح کیا بلکہ ان کے دلوں کو بھی فتح کر لیا۔

یا اللہ تو جسے چاہتا ہے ملک عطا فرما دیتا ہے کہ اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے تو عزت عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دے دیتا ہے تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

یا اللہ حضور ﷺ کے قدموں کے طفیل اور فتح مکہ کی عظیم کامیابی کے طفیل تو اس مسکین ملک کے مسکین بندوں کو بھی اقوام عالم میں وہ فتح ونصرت و کامرانی عطا فرما۔ کہ یہ لوگ تیرے دین کا ہر طرف پرچار کر دیں۔ یا اللہ اقوام عالم میں ہم لوگ ذلیل ہو کر رہ گئے ہیں دوسروں کے لباس اور دوسروں کی زبان کو ہم اپنے لئے فخر سمجھتے ہیں۔ ہمارا اپنا کوئی تشخص نہیں۔ یا اللہ حضور ﷺ کے حسن کے صدقے میں ہمیں اسلام کا وہ حسن عطا فرما کہ پوری دنیا میں ہمارے لوگ اسلام کے رہبر بن کر ابھریں اور دنیا کے مسلمانوں کی رہنمائی کر کے مسلمانوں کو ایک وحدت میں پرو سکیں۔ امین بجاہ نبی الکریم رؤف و رحیم ﷺ۔

(احقر العباد ابوعبداللہ ابوحبیب اللہ نثار النبی لاہور، پاکستان)

غزوہ فتح مکہ کے ظاہری اسباب

حضور نبی کریم رؤف و رحیم نے صلح حدیبیہ میں یہ طے فرمایا تھا کہ جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کرنا چاہے وہ کر سکے گا اور فریقین کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور مزید یہ کہ فریقین دس سال تک ایک دوسرے سے جنگ نہیں کریں گے۔

اس معاہدے کی رو سے بنو کنانہ نے قریش کے ساتھ اپنے مستقبل کو وابستہ کر لیا یعنی دوستی کا معاہدہ کر لیا اور بنی خزاعہ نے مسلمانوں کے ساتھ اپنے مستقبل کو وابستہ کر لیا اور دوستی کا معاہدہ کر لیا بلکہ بنی خزاعہ نے آقا ﷺ کی خدمت میں حضرت عبدالمطلب کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ دوستی پیش کیا۔ جس میں آپ نے لکھا تھا کہ یہ معاہدہ اس وقت تک قائم رہے گا جب تک شبیر کے پہاڑوں پر سورج چمکتا رہے گا۔

کوہ حرا اپنی جگہ پر قائم رہے گا اور جب تک سمندر کا پانی اون کو بھگوتا رہے گا یعنی یہ معاہدہ قیامت تک قائم رہے گا۔ اور اس معاہدہ کا ضامن خود اللہ تعالیٰ ہو گا۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ ''زمانہ جاہلیت میں دوستی کا جو معاہدہ طے پایا تھا اسلام اس کو کالعدم قرار نہیں دیتا۔ بلکہ اس کو پختہ سے پختہ کرتا ہے''۔



معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی

اصل میں مدتوں سے بنی خزاعہ اور بنی کنانہ میں دشمنی چلی آ رہی تھی۔لیکن اس معاہدہ کے بعد سکون آ گیا تھا اور دونوں فریق اس صلح حدیبیہ کی وجہ سے مطمئن ہو گئے ہوئے تھے کہ کوئی ایک دوسرے پر حملہ نہیں کرے گا۔

بنو کنانہ اور بنو بکر ایک دوسرے کے ساتھی تھے جب غزوہ موتہ سے مسلمان واپس آئے تو قریش وغیرہ لوگوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کی قوت اب کمزور ہوگئی ہے۔اور ان کی توجہ منتشر ہوگئی ہوئی ہے۔اب یہ ہم پر حملہ کی جرأت نہیں کرسکیں گے ان میں اتنا دم خم نہیں ہے۔

چنانچہ بنو بکر بنو کنانہ اور قریش کے چند ایک سرداروں نے مل کر بنو خزاعہ کے قتل عام کا نہایت راز داری سے منصوبہ بنایا۔

قریش کے سرداروں میں میں سے صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابوجہل حویطب بن عبدالعزیٰ، شیبہ بن عثمان اور مکرز بن حفص اور ان کے بہت سے غلاموں نے مل کر چہروں پر نقاب وغیرہ ڈال کر اور عجیب قسم کے کپڑے پہن کر خود لڑائی میں حصہ لیا تاکہ کوئی ان کو پہچان نہ سکے۔

ایک روایت کے مطابق ابوسفیان کو اس کے متعلق نہیں بتایا گیا اور ایک روایت کے مطابق اس کو بتایا گیا لیکن اس نے اس اقدام کی حمایت نہیں کی۔

بنی خزاعہ اپنے علاقہ میں وتیر نامی کنویں کے پاس خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ بنی کنانہ وغیرہ ہم پر حملہ کرسکتے ہیں کہ ان لوگوں نے اکٹھا ہو کر اور اپنے ساتھیوں کو ساتھ ملا کر ان پر حملہ کر دیا اور ان کا قتل عام کرنے لگے۔

ان ظالموں نے ان کے کمسن بچوں اور ان کی عورتوں کو بھی نہیں چھوڑا۔

بنی خزاعہ کے بچے کھچے لوگ دوڑ کر حرم کی حدود میں داخل ہو گئے اور ان کے خیال میں تھا کہ یہ لوگ ان کو حرم کی حدود میں بخشش دیں گے۔لیکن ان کے سردار نوفل بن معاویہ نے اپنے ساتھیوں کو للکارا کہ خبردار تم لوگ حرم کی حدود میں چوری تو کر لیتے ہو۔اس وقت حرم کی تقدس کا خیال نہیں کرتے۔دشمن جہاں ہے اس کو تہ تیغ کر دو (نعوذ باللہ) آج کوئی خدا نہیں ہے۔"

بنی خزاعہ نے بدیل اور رافع کے گھروں میں داخل ہونا چاہا لیکن انہوں نے ان کو ان کے دروازوں پر ہی ڈھیر کر دیا۔

صبح کے اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قریش کے لوگ اپنے گھروں میں چپکے سے داخل ہو گئے۔

صبح حارث بن ہشام عبداللہ بن ابی ربیعہ صفوان اور عکرمہ وغیرہ کے پاس گئے اور انہیں بتایا کہ تم لوگوں نے صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑ ڈالا ہے۔اب اس کے نتائج بھگتنے کے لئے تیار رہو۔

(سیرت الرسول علیہ السلام از ڈاکٹر علامہ طاہر القادری ۸/ ۶۴۱۔تاریخ الطبری ۱/ ۱۱۱۔ضیا النبی ۴/ ۴۰۴)



حضورﷺ کی آ گاہی

حضورﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت نبی خزاعہ پر بنی ابی بکر وغیرہ قبائل کے ظلم وستم سے آ گاہی فرما دی۔اس رات حضورﷺ حضرت میمونہ اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تشریف فرما تھے۔

امام طبرانی حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک رات حضورﷺ میرے ہاں تشریف فرما تھے۔سحری تہجد کے وقت نفل ادا کرنے کیلئے آپ اٹھے اور وضو فرماتے ہوئے میں نے آپ کی آواز سنی۔لبیک لبیک لبیک (میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں) پھر فرمایا نصرت، نصرت، نصرت (تمہاری مدد کی گئی۔تمہاری مدد کی گئی۔تمہاری مدد کی گئی)۔

حضورﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کی کہ میں نے تین بار حضورﷺ کو لبیک نصرت کہتے سنا ہے۔کیا کوئی آدمی تھا جس سے آقاﷺ بات فرمارہے تھے۔حضورﷺ نے فرمایا کہ یہ بنی کعب کا رجز خواں تھا۔جو مجھ سے فریاد کر رہا تھا کہ قریش نے بکر بن وائل کی مدد کی ہے اور ہم پر حملہ کر دیا ہے حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ ہم تین دن تک کسی واقع کی اطلاع ملنے کا انتظار کرتے رہے تین دن بعد جب حضورﷺ صبح کی نماز پڑھ کر تشریف فرما تھے تو میں نے راجز کو اشعار پڑھتے ہوئے سنا۔

اسی دن صبح سویرے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ حضورﷺ نے مجھے فرمایا کہ آج بنو خزاعہ پر بڑا ظلم وستم کیا گیا ہے۔میں نے عرض کی کہ کیا قریش میں یہ ہمت ہے کہ وہ معاہدہ کی خلاف ورزی کر سکیں۔حالانکہ تلواروں نے ان کو پہلے ہی تباہ و برباد کر دیا ہے۔

حضورﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے وہ معاہدہ توڑ دیا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں میں نے عرض کی کہ اس کا انجام تو بخیر ہوگا۔فرمایا ہر طرح خیر ہی خیر ہے۔(سبل الہدیٰ ۵۔۳۰۵۔۳۰۶۔)(ضیاء النبی ۴۔۴۰۷)



عمرو بن سالم خزاعی کی آمد

رسول خدا ﷺ صبح کی نماز پڑھ کر اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ عمرو بن سالم خزاعی اپنے قبیلہ کے چالیس افراد کے ساتھ آ حاضر ہوا اور آقا ﷺ کی بارگاہ میں فریاد پیش کی۔ دوسرے لوگوں نے بھی المناک حادثہ کی تفصیلات پیش کیں۔ عمرو بن سالم نے دردناک اشعار میں حضور ﷺ کی خدمت میں فریاد کی۔ اور آپ ﷺ کو آپ کے آباؤ اجداد کا معاہدہ جو ایک دوسرے کی مدد کے لئے کیا تھا۔ یاد دلایا اور کہا کہ آپ ہماری اولاد کی طرح اور ہم آپ کے والدین کی طرح ہیں۔ (کیونکہ حضور ﷺ) کے دو دادوں کا نکاح بنی خزاعہ کی دو خواتین سے ہوا تھا ان کے شکم سے جو اولاد ہوئی۔ یہ ان کے فرزندوں کی طرح تھی۔ اور آقا ﷺ کو صلح حدیبیہ کا معاہدہ بھی یاد دلایا۔ حضور ﷺ نے عمرو بن سالم کو کہا۔

''نصرت یا عمرو بن سالم''

اور یہ بھی فرمایا۔

''اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ میں ان کا ہر دشمن سے دفاع کروں گا جس دشمن سے میں اپنی ذات اپنی آل اور اہل خانہ کا دفاع کرتا ہوں''۔

اسی اثناء میں مجلس کے اوپر سے بادل کا ایک ٹکڑا گرجتا ہوا گزرا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بنی کعب کو بادل کا یہ ٹکڑا امداد کی خوشخبری سنا رہا ہے''۔

حضور ﷺ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اگر میں بنی کعب کی امداد نہ کروں تو اللہ تعالیٰ میری مدد نہ کرے۔

پھر آقا ﷺ نے فرمایا کہ بنی بکر تو بہت بڑا قبیلہ ہے ان میں سے کن لوگوں نے تم پر ظلم وستم کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ بنی ثقافہ نے۔ اور ان کی قیادت نوفل بن معاویہ کر رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ بنی بکر کا ایک خاندان ہے۔ میں اہل مکہ کی طرف احوال معلوم کرنے کے لئے اپنا ایلچی بھیجتا ہوں۔ (تاریخ الخمیس ۲/۷۷۔ سیرۃ النبویہ ابن کثیر ۳/۵۲۷)

قریش کی طرف ایلچی

سرور کائنات ﷺ نے ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نامی اپنے صحابی کو کفار کی طرف صحیح مجرموں کی نشاندہی کے لئے بھیجا۔ اور ان کو تین تجاویز بھی دیں۔



۱۔ بنوخزاعہ کے مقتولوں کی دیت ادا کریں۔ یا

۲۔ بنوثقافہ سے اپنی دوستی کا معاہدہ ختم کر دیں۔ یا

۳۔ پھر صلح حدیبیہ کو علانیہ طور پر ختم کر دیں۔

ضمرہ رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ پہنچے اور حرم شریف کے دروازے پر اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور حرم شریف میں قریش کے پاس جا کر انہیں کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہارے پاس کچھ تجاویز دے کر بھیجا ہے اور تینوں تجاویز ان کے سامنے رکھ دیں۔

انہوں نے کہا کہ اگر ہم دیت ادا کریں گے تو ہمارے پاس اتنی رقم نہیں ہے اور بنوثقافہ سے دوستی کا معاہدہ بھی ہم ختم نہیں کر سکتے۔البتہ تیسری تجویز کو ہم قبول کرتے ہیں۔یعنی صلح حدیبیہ سے ہم علانیہ دستبرداری کا اعلان کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کے صحابی ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا جواب لے کر آقا ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔

قریش کی ندامت اور مشورے

حضور ﷺ کے ایلچی کو قریش نے جواب تو دے دیا، لیکن پھر سوچ میں پڑ گئے کہ اب کیا ہو گا ان کے بڑے بڑے سردار سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔کہ اب کیا کرنا چاہئے حارث بن ہشام اور دوسرے لوگوں نے صفوان بن امیہ جس نے بنوخزاعہ پر حملے میں بنی بکر سے تعاون کیا تھا کی ملامت کی اور آخر میں طے پایا کہ ابوسفیان مدینہ منورہ حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر صلح حدیبیہ کے معاہدے کی تجدید کرے۔(سبل الہدیٰ ۵/۱۰۹)

ابوسفیان کی آمد

رسول خدا ﷺ کی خدمت میں ابوسفیان حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کیلئے بڑی تیزی سے سفر کرتا ہوا مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔راستہ میں عفان کے مقام پر اس کی ملاقات بدیل بن ورقہ سے ہوئی اس کو ڈر تھا کہ میرے معاہدے کی تجدید سے پہلے کہیں حضور ﷺ کو ہماری عہد شکنی اور بنوخزاعہ پر ظلم کی خبر نہ مل چکی ہو۔اور وہ جلد از جلد حضور ﷺ سے معاہدہ کی تجدید کروالے۔

اس نے بدیل ورقہ سے پوچھا کہ کیا تم اور تمہارے ساتھی یثرب سے آرہے ہو۔لیکن بدیل بن ورقہ نے کہا کہ ہم تو مدت ہوئی ہے کہ یثرب گئے تھے لیکن ابوسفیان کو اس کی بات پر اطمینان نہ ہوا تو اس نے پینترا بدلا اور کہا کہ تمہارے پاس یثرب کی کچھ کھجوریں ہوں تو مجھے دو کیونکہ وہ بڑی لذیذ ہوتی ہیں۔بدیل بن ورقہ نے کہا کہ وہ ہمارے پاس کہاں۔

اب ابوسفیان ان کے اونٹوں کے پاس گیا اور ان کے لینڈنوں کو اٹھا کر توڑ کر دیکھا تو اس میں سے یثرب کی کھجوروں کی گھٹلیاں نکلیں تو کہنے لگا کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ تم لوگ یثرب سے ہو کر آئے ہو۔

بہر حال وہ اپنے غلام کے ساتھ بڑی تیزی سے سفر کرتا ہوا مدینہ منورہ پہنچا اور سیدھا اپنی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچا اور رسول خدا ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھنے لگا تو ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے لپیٹ دیا۔اس نے حیران ہو کر پوچھا اے میری بیٹی تو اپنے باپ کے ساتھ ایسا کرتی ہے ۔

آپ نے فرمایا' اے میرے باپ تو مشرک ہے نجس ہے اس لئے تو رسول اللہ ﷺ کے بستر مبارک پر نہیں بیٹھ سکتا ہے ۔

ابوسفیان کہنے لگا اے میری بیٹی تو نے مجھ سے جدا ہو کر شر کا راستہ اختیار کرلیا ہے آپ نے فرمایا۔

اے میرے ابا جان' میں نے شر کا راستہ اختیار نہیں کیا' بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی سعادت عطا فرما دی ہے ۔اے میرے ابا جان آپ تو اپنے قبیلہ کے سرداروں میں ہیں میں حیران ہوں کہ اتنی دانش وفراست رکھنے کے باوجود آپ اسلام سے اب تک کیوں محروم ہیں ۔

ابوسفیان اپنی بیٹی کی طرف سے مایوس ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔اور عرض کی کہ میں معاہدہ کی تجدید کی خاطر حاضر ہوا ہوں ۔

آقا ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم سے معاہدہ کی کوئی خلاف ورزی ہوئی ہے ۔

ابوسفیان نے بات کو ٹالتے ہوئے کہا۔کہ ہم تو معاہدہ پر قائم ہیں اور اس میں کوئی تبدیلی وتغیر نہیں چاہتے ہیں ۔میں چونکہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حاضر نہیں تھا اس لئے اب حاضر ہوا ہوں ۔

ابوسفیان نے دوبارہ کہا کہ میں صلح حدیبیہ کی تجدید کے لئے آیا ہوں ۔لیکن آقا ﷺ نے اس کی طرف سے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا۔

ابوسفیان مایوس ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور ان سے تجدید معاہدہ کا اعلان کرنے کو کہا اور کہا کہ آپ اپنی طرف سے لوگوں کو پناہ دینے کا اعلان کر دیں ۔

لیکن آپ نے فرمایا کہ میری پناہ رسول خدا ﷺ کی پناہ کے تابع ہے ۔

ابوسفیان اس کے بعد یکے بعد دیگرے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا۔لیکن سب نے یہی کہا کہ ہماری پناہ رسول خدا ﷺ کی پناہ کے تابع ہے ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو اس نے اپنی قریبی رشتہ داری کا پاس بھی دلایا۔لیکن آپ نے فرمایا اے ابوسفیان تیرا بھلا ہو جب رسول اللہ ﷺ کسی بات کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو ہم میں سے کسی کی جرأت نہیں ہوتی کہ اس میں مداخلت کر سکے ۔

پھر یہ مایوس ہو کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے لوگوں کے پاس گیا سب نے یہی جواب دیا کہ ہماری پناہ حضور ﷺ کی پناہ کے تابع ہے ۔

اس کے بعد ابوسفیان حضور ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اس وقت حضرت امام حسن

رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاؤں گھسیٹ کر زمین پر چل رہے تھے۔اب ابوسفیان نے ان سے پناہ کے اعلان کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں پردہ نشین عورت ہوں اور لوگوں میں پناہ کا اعلان کرنا میرا کام نہیں۔

ابوسفیان نے کہا تو پھر آپ اپنے بیٹے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمادیں کہ ان کی طرف سے پناہ کا اعلان ہو جائے اس طرح تا قیامت یہ پورے عرب کے سردار بن جائیں گے۔آپ نے فرمایا کہ میرا بیٹا ابھی اس عمر کو نہیں پہنچا کہ یہ لوگوں کے درمیان پناہ کا اعلان کرسکے۔اصل بات یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کی مجال نہیں کہ حضور ﷺ کی مرضی کے بغیر پناہ کا اعلان کرسکے۔

ابوسفیان سب طرف سے مایوس ہوکر دوبارہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور کہنے لگا اے ابوالحسن آپ ہی مجھے کوئی ایسی تجویز دیں کہ میں اس پر عمل کرسکوں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوسفیان تو خود بنی کنانہ کا سردار ہے تو خود ہی مسجد میں جا کر تن تنہا یہ اعلان کردے کہ میں صلح حدیبیہ کی تجدید کرتا ہوں اور پھر چلا جا۔

اس نے عرض کی کہ کیا مجھے اس سے کوئی فائدہ ہوگا۔آپ نے فرمایا کہ اس سے تجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

چنانچہ ابوسفیان مسجد نبوی ﷺ میں آیا اور تن تنہا اس نے یہ اعلان کیا کہ اے لوگو کان کھول کر سن لو کہ میں نے لوگوں کے درمیان امن و امان کو قائم کر دیا ہے مجھے امید ہے کہ تم لوگ میری اس امان کی بے حرمتی نہیں کرو گے۔

پھر یہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے لوگوں کے درمیان امن و امان کا اعلان کر دیا ہے۔آقا ﷺ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔پھر یہ یہاں سے اونٹ پر سوار ہوا اور پھر بڑی جلدی سے مکہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

(دلائل النبوۃ ۵/ ۱۰ تا ۸) (سبل الہدیٰ ۵/ ۳۱۴۔ ۳۱۳)

ابوسفیان کی واپسی

حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کے بعد ابوسفیان ناکام و نامراد واپس مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑا اس کا ملازم اس کے ساتھ تھا اور وہ تیزی سے سفر کر رہا تھا چونکہ مدینہ منورہ میں مختلف لوگوں سے ملاقات میں اس کو کافی دن لگ گئے تھے اور وہ ڈر رہا تھا کہ مکہ کے لوگ کہیں اس پر مرتد ہونے کا الزام ہی نہ لگا دیں۔

وہ رات کو اپنی بیوی ہندہ کے پاس پہنچا تو اس نے بتایا کہ واقعی تم پر لوگوں نے تہمتیں لگانی شروع کر دی ہیں۔اس نے تمام حالات اپنی بیوی کو بتائے وہ کہنے لگی کہ تم اپنی قوم کے بدبخت قاصد ہو۔

صبح ابوسفیان سیدھا اساف اور نائلہ کے بتوں کے پاس گیا۔اور ایک جانور وہاں قربان کیا اور اپنا سر منڈایا اور جانور کے خون سے ان بتوں کے سروں کو رنگین کیا اور اعلان کیا۔

''اے اساف و نائلہ میں تمہاری عبادت سے کبھی باز نہیں آؤں گا'' یہاں تک کہ اس عقیدہ پر میری موت آ جائے جو کہ میرے باپ کا عقیدہ تھا''۔

جب اہل مکہ اس کے پاس آئے تو اس نے اِن کو تمام حالات سے مطلع کیا۔ اور کہا کہ میں اپنے طور صلح حدیبیہ کی تجدید کا اعلان کر آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور باقی سب لوگوں نے بھی کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تابع ہی ان کی پناہ ہے اور میں نے آج تک کسی بادشاہ کے پیروکاروں کو بھی اتنا تعظیم کرنے والا نہیں دیکھا جتنی کہ محمد ﷺ کی ان کے صحابہ تعظیم کرتے ہیں۔ (سبل الہدیٰ ۵/۳۱۵ الاکتفاء ۲/۲۹۰۔۲۸۹)

رسول اللہ ﷺ کا اپنے اصحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ

رسول خدا ﷺ نے ابوسفیان کے جانے کے چند ایک روز کے بعد اپنے اصحابہ اکرامؓ سے مشورہ کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ ایک دن اپنے حجرہ مبارک سے باہر نکل کر اس کے دروازے پر ہی بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد صحابہ اکرام اکٹھے ہونے شروع ہو گئے اور وہ آپ سے دور ہی مودب ہو کر بیٹھ گئے کیونکہ جب تک آقا ﷺ خود کسی کو نہیں بلاتے تھے اس وقت تک صحابہ اکرام دور ہی مؤدب ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔

حضور ﷺ نے اچانک فرمایا کہ (حضرت) ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلاؤ۔ جب آپ تشریف لائے تو حضور ﷺ کے آگے مؤدب ہو کر آپ علیہ السلام کے قریب بیٹھ گئے۔ کچھ دیر تک حضور ﷺ ان سے مشورہ کرتے رہے۔ اور پھر اپنے داہنی طرف آپ کو بٹھایا۔

پھر آقا ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلانے کا حکم دیا۔ وہ بھی آقا ﷺ کے آگے مؤدب ہو کر بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ ان سے بھی کچھ دیر مشورہ فرماتے رہے اس دوران ان کی جوش میں آواز بھی بلند ہوئی کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ (اہل مکہ) کے سرغنہ ہیں۔ انہوں نے ہی آپ کو ساحر کاہن اور کاذب نعوذ باللہ کہا۔ آقا ﷺ کچھ دیر ان سے گفتگو فرماتے رہے اور پھر ان کو اپنے بائیں جانب بیٹھنے کا حکم فرمایا۔

پھر دوسرے صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ میں تم لوگوں کو ان کی مثال بتاؤں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں گھی سے زیادہ نرم تھے۔ یہی حال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں پتھر سے بھی زیادہ سخت تھے اور یہی حال حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اب تم لوگ جنگ کے لئے پوری طرح تیار ہو جاؤ اور ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ مجلس ختم ہوگئی تو لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا اور پوچھا کہ کیا مشورہ ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ یہ لوگ آپ ﷺ کی قوم کے افراد ہیں۔ ان پر حملہ کرنا مناسب نہیں۔ حضرت عمر

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ بڑے نابکا لوگ ہیں ۔ان لوگوں نے آپ کو پھر الزامات لگائے تھے
چنانچہ حضور ﷺ نے مکہ پر چڑھائی کا حکم دے دیا۔

حضور ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے اور ان کو سامان جنگ تیار کرنے کا حکم دیا اور اس بات کو خفیہ رکھنے کا حکم دیا پھر اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔

''الٰہی اہل مکہ کو ہمارے بارے میں بہرہ اور اندھا کر دے ۔تا کہ وہ ہماری تیاریوں کو نہ دیکھ سکیں۔ اور نہ ہمارے بارے میں سن سکیں تا کہ جب ہم ان پر اچانک ہلہ بول دیں تو پھر اُس وقت ان کو علم ہو''۔

پھر آقا ﷺ نے مدینہ طیبہ کے راستوں پر پہرے دار مقرر کر دیئے تا کہ کوئی آدمی یہاں کی خبر اہل مکہ کو نہ پہنچا سکے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پہرے داروں کے اوپر نگران مقرر فرما دیا۔

(سبل الہدیٰ ۵/ ۳۱۶۔السیرۃ الحلبیہ ۲/ ۱۳۹)

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ بدری صحابہ تھے۔ اور پکے سچے مسلمان تھے اِن کے اہل وعیال مکہ مکرمہ میں تھے ۔انہوں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اب چونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول پاک ﷺ نے ارادہ فرما لیا ہے اس لئے مکہ نے فتح تو لازم ہونا ہے تو میں کیوں نہ اہل مکہ کو آقا ﷺ کی جو مکہ پر چڑھائی کے بارے میں مطلع کر دوں تا کہ میری اس بات کا لحاظ رکھتے ہوئے وہ میرے اہل وعیال کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ جب اس خیال نے زور پکڑا تو انہوں نے ایک سارہ نامی عورت کو دس اشرفیاں اجرت دے کر ایک خط اہل مکہ کی طرف بھیجا اور اہل مکہ کو آقا ﷺ کے ارادہ کے متعلق لکھا اس خط کو اس عورت نے اپنے سر کی مینڈھوں میں چھپا لیا اور مدینہ منورہ کے معروف راستوں سے بچتی ہوئی پہرے داروں سے چھپ کر باہر نکلی۔ یہاں تک کہ عقیق کی وادی میں شاہراہ مکہ مکرمہ پر پہنچ گئی۔

خط کے مندرجات یہ تھے۔

''اللہ کے رسول ﷺ تم پر حملہ کرنے کے لئے متوجہ ہوئے ہیں آپ کے ساتھ لشکر رات کی مانند ہے۔ اور وہ سیلاب کی طرح رواں دواں ہے اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر حضور ﷺ تنہا بھی تم پر چڑھائی کرتے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی مدد فرماتا اور اپنے وعدہ کو پورا کرتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کا مددگار اور دوست ہے''۔

جب یہ عورت خط لے کر چلی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو اس عورت کے متعلق مطلع فرما دیا۔

آقا ﷺ نے فوراً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ، حضرت زبیر اور حضرت مقدار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بلایا اور فرمایا کہ تم فوراً روانہ ہو جاؤ۔ روضہ خاخ پر تم لوگوں کو ایک عورت ملے گی جو اونٹ پر سوار ہو گی تم اس کی تلاشی لینا اور اس سے خط برآمد کر کے

لے آنا''۔ 

یہ لوگ تیزی سے سفر کرتے ہوئے چلے اور روضہ خاخ کے مقام پر ''بطن ایم'' میں اِس عورت کو جا پکڑا اس کے سامان کی تلاشی لی گئی لیکن کوئی خط برآمد نہ ہوا۔

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اس عورت کو ڈانٹا اور فرمایا کہ اس خط کو برآمد کر دے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان سچ ہے ورنہ اس خط کو برآمد کرنے کے لئے تجھ کو ننگا کر دیں گے۔ اس عورت نے ڈرتے ڈرتے یہ خط اپنی مینڈھیوں سے نکال کر ان کو دے دیا۔

یہ حضرات اس عورت کو خط سمیت لے کر واپس آ گئے اور ان کو حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں پیش کر دیا۔ عورت نے عرض کی کہ خاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دس اشرفیاں دے کر یہ خط اہل مکہ کی طرف بھیجا تھا۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ آپ بہت شرمندہ ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مکہ میں میرے اہل وعیال کی خبر گیری کرنے والا میرا کوئی قریبی رشتہ دار نہیں۔ میں نے یہ خط لکھ کر اہل مکہ پر احسان کرنا چاہا کہ وہ اس طرح میرے اہل وعیال کا خیال رکھیں گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ وَاِنَّہٗ قَدْ صَدَقَکُمْ۔

انہوں نے سچ کہا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو جھڑکا اور حضور ﷺ سے عرض کی کہ اگر اجازت دیں تو اس منافق کا سر قلم کر دیں۔ حضور ﷺ نے ان کو منع فرمایا کہ یہ بدری صحابی ہیں اور بدری صحابہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''جو مرضی کام کریں میں نے تمہیں بخش دیا ہے''۔

حضور ﷺ کی یہ بات سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رقت طاری ہوگئی۔

پھر حضور ﷺ پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے سورہ الممتحنہ کی پہلی تین آیات نازل فرمائیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ (الممتحنہ،۱)

ترجمہ: اے ایمان والو میرے دشمنو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ تم ان کو دوستی اور محبت کا پیغام بھیجتے ہو۔ اور وہ اس دین ہی سے منکر ہیں۔ جو تمہارے پاس آیا۔

دونوں جہانوں کے اور ہم سب کے اور میرے نثار النبی بن محمد ریاض بن محمد چراغ کے آقا ﷺ عربی آپ پر ہماری لاکھوں جانیں بھی ہوں تو قربان جائیں۔ آپ کی ذات پاک کو یقینا علم تھا کہ کوئی بندہ مسلمان مکہ مکرمہ میں پیغام رسانی کی کوشش کرے گا۔ اسی لئے تو مدینہ طیبہ کے راستوں پر پہرے بٹھا دیئے گئے تھے اور سارہ نامی عورت تو سب پہرے داروں

سے تو بچتی ہوئی نکل گئی تھی لیکن ما زاغ کی آنکھوں سے نہیں بچ سکی تھی۔ آپ علیہ السلام نے ہی صحابہ کرام کو بتایا کہ جاؤ فلاں جگہ ایک عورت تم لوگوں کو مکہ مکرمہ جاتی ہوئی ملے گی اور اس سے خط لے آنا۔ سبحان اللہ کیا شان پاک ہے ہر ہر بات میں شان رسالت ﷺ دکھائی دیتی ہے لیکن جس کو خدا دکھائے اسے ہی یہ دکھائی دیتی ہے اور جس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا جائے وہ کہتا ہے کہ (نعوذ باللہ) آپ کو تو غیب کا علم ہی نہیں ہے۔ ہاں بالذات تو علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہی جانتی ہے لیکن وہ اگر اپنے رسولوں سے جس کو چاہتا ہے وہ اس کو جتنی چاہے آگاہی فرما دیتا ہے۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿٢٦﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿٢٧﴾ (سورہ جن)

ترجمہ: وہ (اللہ تعالیٰ) علم غیب کا جاننے والا ہے وہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا ہے مگر اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے آگاہی فرما دیتا ہے تو ان کے آگے اور پیچھے اپنے حفاظت کرنے والے مقرر فرما دیتا ہے۔

اور نبی کا لفظی معنی ہی غیب بتانے والا ہے اور قرآن پاک بھی سارا ہی غیب ہی کا علم ہے اور یہ ہمیں کس نے بتایا ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ

ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ (سورۃ یوسف، ۱۰۲)

لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یا رسول اللہ ﷺ آپ کی خوبیوں کی کوئی انتہا ہیں۔ ان کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا ہے جس کسی نے بیان کیا اس نے اپنا علم ہی بیان کیا۔ آپ کی تعریف اس سے بھی وراء ورا ہے۔ اور آپ کا مقام بھی اللہ تعالیٰ ہی صرف جانتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ذات باصفات کے بعد سب سے بزرگ تر آپ کی ذات پاک ہے۔ (العبد مسکین، خاکپائے اولیاء اللہ ابوعبداللہ ابوحبیب اللہ نثار النبی)

(السیرۃ الحلبیہ ۲/ ۲۰۰) (ضیاء النبی ۴/ ۴۱۹) (سیرت الرسول از طاہر القادری ۸/ ۶۴۹)

مدینہ پاک سے سوئے حرم کی طرف

حضور ﷺ تن تنہا صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر آج سے صرف آٹھ سال پہلے جب مکہ مکرمہ سے نکلے تھے تو کوئی گمان بھی نہیں کرسکتا تھا کہ آپ کا اللہ تعالیٰ صرف آٹھ سال بعد ہی آپ ﷺ کو ایک لشکر عظیم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں واپس لائے گا۔ تمام تعریفیں اس رب العالمین ہی کے لیے ہیں جس نے اپنے رسول پاک ﷺ کو فتح و نصرت سے ہمکنار فرمایا۔

حضور فخر موجودات ﷺ آٹھ ہجری مبارک اور رمضان المبارک کی دس تاریخ کو بدھ کے دن اور عیسوی سال کی یکم جنوری ۶۳۰ء کو مدینہ طیبہ سے سوئے حرم مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔

اس سے پہلے آقا ﷺ نے اعلان فرما دیا تھا کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں وہ ماہ رمضان میں مدینہ طیبہ پہنچ جائیں۔حضور ﷺ نے ابورھم کلثوم بن حصین غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔

سوائے چند ایک اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے کسی کو پتہ نہیں تھا کہ لشکر کا ارادہ کس پر حملہ کرنے کا ہے۔

حضور ﷺ نے احتیاط کے پیش نظر اپنی روانگی سے پہلے ابوقتادہ ربعی کو بطن اضم کی طرف پیش قدمی کا حکم دے دیا۔تا کہ لوگ یہ گمان کریں کہ حضور ﷺ کا ارادہ اِس علاقہ پر چڑھائی کرنے کا ہے۔

ایک روایت کے مطابق یہ لشکر سات ہزار چار سو افراد پر مشتمل روانہ ہوا۔حضور ﷺ نے دور کے تقریباً دو درجن قبائل کی طرف پیغام بھیجا تھا کہ وہ اپنے مقام پر ٹھہریں رہیں اور جب لشکر ان کے پاس سے گزرے تو اس میں شامل ہوتے جائیں سوائے اپاہج و معذور شخص کے ہر کسی نے اس لشکر میں شرکت کی اور اس لشکر کی تعداد دس یا بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔

راستے میں مشہور قبیلوں میں غفار اشجع، بنوسلیم، خزاعہ اور بنوضمرہ قبیلے تھے۔

آقا ﷺ نے مدینہ منورہ سے چلتے وقت اعلان فرمادیا تھا کہ جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے روزہ نہ رکھے۔

حضور ﷺ حالت روزہ میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔

''عرج'' کے مقام پر لشکر اسلام کو ایک کتیا ملی جس نے ابھی ابھی چند بچے جنے تھے۔آقا ﷺ رحمت العالمین ﷺ نے اپنے صحابی جمیل بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈیوٹی لگائی کہ کوئی لشکری اس کتیا کو اذیت نہ پہنچائے آپ لشکر اسلام کے گزرنے تک وہاں تشریف فرما رہے۔

گرمی کی شدت کی وجہ سے حضور ﷺ بار بار اپنے سر اور چہرہ مبارک پر پانی چھڑکتے تھے۔عرج اور طلوب کے درمیان لشکر اسلام کو بنو ہوازن کا ایک جاسوس ملا۔حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی نگرانی میں اس جاسوس کو دے دیا کہ وہ اس کی حفاظت کریں کہ کہیں وہ ہوازن کو جا کر خبر نہ کر دے یہاں سے مجاہدین کو سو سو کی ٹولیوں میں تقسیم کر دیا گیا۔قدید کے مقام پر مختلف قبائل میں جھنڈے تقسیم کئے گئے۔بنی سلیم کو ایک پرچم اور ایک جھنڈا بنی غفار کو ایک جھنڈا، بنی اسلم کو دو پرچم بنی کعب کو ایک جھنڈا مزنیہ کو تین جھنڈے، جہنیہ کو چار جھنڈے، بنو بکر کو ایک پرچم اور اشجع کو، دو جھنڈے دیئے گئے۔

(السیرۃ الحلبیہ ۳/ ۷۶) (الزرقانی ۲/ ۲۹۸)

افطار روزہ

لشکر اسلام جب کدید یا کراع الغمیم کے مقام پر پہنچا تو اس وقت عصر کا وقت ہو رہا تھا حضور ﷺ نے پانی یا دودھ کا

پیالہ منگوایا اور اپنے سامنے کجاوہ مبارک پر رکھا اور پھر اس کو نوش فرما کر روزہ افطار کرلیا۔

حضور ﷺ کو دیکھتے ہوئے دوسرے لوگوں نے بھی روزہ افطار کر لیا۔ کیونکہ اس وقت روزے کی شدت اور پیاس ناقابل برداشت ہو رہی تھی آقا ﷺ کو تو آپ کا رب اپنے پاس سے کھلاتا اور پلاتا تھا۔ آپ ﷺ چاہتے تو آسانی سے روزہ مکمل کر سکتے تھے۔ لیکن لوگوں کی تکلیف اور گرمی و پیاس کی شدت کو محسوس فرماتے ہوئے امت کے آرام کی خاطر آپ علیہ السلام نے لوگوں کو دکھا کر روزہ افطار فرما لیا۔ لیکن چند ایک لوگوں نے روزہ مکمل کرنا مناسب سمجھا کیونکہ ان کے خیال میں عصر کا وقت ہو رہا تھا۔ لیکن آپ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا کہ ان لوگوں نے بے حکمی کی ہے۔ (سبل الہدیٰ۔ ۵۔ ۳۲۴۔ ضیاء النبی ۴۔ ۴۲۴)

مقدر کا ستارہ چمکا

حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ آدمی جو حالت کفر میں جنگ لڑتا ہوا اسیر ہو کر پابہ سلاسل ہو کر آئے۔ لیکن اس کی قسمت میں مسلمان ہونا لکھا ہو تو اللہ تعالیٰ اُس زنجیروں میں جکڑے ہوئے کافر کو دیکھ کر ہنستا ہے یعنی اس کی خوش قسمتی اس کو اسیر کر کے لا رہی ہے جب اسلام کی سچی دلنشینی ہر دل میں اترنے لگی تو ابوسفیان بن حارث جو کہ پہلے اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا نے آغوش اسلام میں پناہ لینے کی خاطر اپنے چھوٹے بیٹے کو ساتھ لیا اور حضور ﷺ کی طرف مدینہ منورہ چل پڑا۔ یہ حضور ﷺ کا رضاعی بھائی تھا۔ ابوسفیان بن حارث نے چلتے ہوئے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی عبداللہ بن امیہ کو بھی اسلام قبول کرنے کے لئے اپنے ساتھ لے لیا اور عازم مدینہ ہوا۔ یہ حضور ﷺ کی پھوپھی کا لڑکا تھا۔ راستے میں ان کی ملاقات الابواء یا العرج اور اسقیا کے مقام پر لشکر اسلام سے ہوگئی۔

آقا ﷺ کی خدمت عالیہ میں ان دونوں کے آنے کی خبر دی گئی کیونکہ یہ آقا ﷺ کی ذاتی ہتک عزت کیا کرتا تھا۔ اور دوسرے عبداللہ بن امیہ نے کہا تھا کہ میں آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا یہاں تک کہ آسمان کی طرف آپ سیڑھی لگائیں اور میرے سامنے اس پر چڑھیں اور پھر وہاں سے آپ ایک تحریر لے کر آئیں اور آپ کی معیت میں چار فرشتے ہوں جو گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول ﷺ بنا کر بھیجا ہے۔ وغیرہ وغیرہ اس طرح کی ہرزہ سرائی کیا کرتا تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۴/ ۹۰) (سیرت الرسول ڈاکٹر طاہر القادری ۸/ ۶۵۶)

آقا ﷺ کا دل بھر آیا

ابوسفیان بن حارث نے جب یہ بات سنی کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں تو اس کی دنیا تاریک ہوگئی اور اس کو ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آنے لگا۔ اس نے کہا کہ اگر حضور ﷺ نے مجھے قبول نہ فرمایا تو میں اس بچے کو ساتھ

لے کر صحراؤں میں نکل جاؤں گا اور نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ پیئوں گا یہاں تک کہ باپ بیٹا ہم دونوں ہلاک ہو جائیں۔ ؁35

ام سلمہ جو کہ عبداللہ بن امیہ کی بہن تھیں وہ بھی حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئیں اور اِن دونوں کی سفارش کی۔

حضور ﷺ کا دل ابوسفیان کی بات سن کر بھر آیا اور اس کو شرف بازیابی سے بہرہ مند فرمایا یہ دونوں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہونے کے لئے چلے تو سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ کے چونکہ یہ رشتہ دار بھی تھے۔ان کو فرمایا کہ حضور ﷺ کے سامنے سے حاضر ہونا اور عرض کرنا۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ﴿۹۱﴾

ترجمہ: کہ بخدا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور بے شک ہم ہی خطاوار ہیں۔

جب یہ دونوں حضور ﷺ کے قدموں پر گرے اور کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوئے تو آقا ﷺ نے ان کو اپنے دامن رحمت میں سموتے ہوئے فرمایا۔

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴿۹۲﴾

ترجمہ: ’’آج کے دن تم پر کوئی گرفت نہیں۔معاف فرما دے اللہ تعالیٰ تمہارے قصوروں کو اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔‘‘

ابوسفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن گئے تو جب بھی آقا ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تو اپنی آنکھوں کو اوپر نہ اٹھا سکتے تھے۔

یہ بہت بڑے شاعر تھے اور اسلام قبول کرنے سے قبل حضور ﷺ کی ہجو کیا کرتے تھے آپ ﷺ پر ایمان لانے کے بعد انہوں نے حضور ﷺ کی شان پاک میں اشعار کہے۔جن کا ترجمہ یہ ہے۔

’’آپ کی زندگی کی قسم جس روز میں اس لئے پرچم اٹھایا کرتا تھا کہ لات کے شہسوار حضور علیہ السلام کے شہسواروں پر غالب آ جائیں تو میں اس آدمی کی طرح تھا جو اندھیرے میں حیران و ششدر ہو کر چل رہا ہو اور اس کی رات تاریک ہو پس یہ سہانی گھڑی ہے جب مجھے ہدایت دی گئی اور میں نے ہدایت قبول کر لی ہے۔(سیرۃ الرسول ڈاکٹر طاہر القادری صاحب ۶۵۷/۸)



آخری ہجرت حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور ﷺ پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کافی پہلے کے ایمان لے آئے ہوئے تھے۔انہوں نے کئی بار ہجرت کی اجازت چاہی تھی لیکن حضور ﷺ نے فرمایا۔

يَا عَمِّ اَقِمْ مَكَانَكَ الَّذِي أَنْتَ فِيهِ۔

ترجمہ: اے میرے چچا آپ وہیں ٹھہرے رہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ کی ہجرت کے ساتھ سلسلہ ہجرت اختتام پذیر ہوگا جس طرح میری آمد نے نبوت کے سلسلہ کو ختم فرمایا۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب اپنے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ طیبہ میں ہجرت کے لئے چل پڑے جب یہ جحفہ کے مقام کے پاس پہنچے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک قصبہ ہے جو مدینہ سے چار اور مکہ سے ساڑھے چار مراحل کے فاصلے پر ہے تو ان کی ملاقات حضور ﷺ اور ان کے لشکر سے ہوگئی۔

حضور ﷺ نے ان کو دیکھا تو فرمایا اے عم محترم تیری ہجرت آخری ہجرت ہے۔جس طرح میری نبوت سب سے آخری نبوت ہے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اپنا ساز و سامان مدینہ منورہ روانہ کر دیا اور خود حضور ﷺ کے ہم رکاب ہو گئے۔

(وفاالوفا ۴/ ۱۳۲۵)

مراظہران میں پڑاؤ

حضور ﷺ لشکر اسلام کے ساتھ عشاء کے وقت مراظہران پہنچے یہ مکہ سے قریب ہی ہے۔آقا ﷺ نے لشکر اسلام کو یہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔اس وقت تک اہل مکہ حضور ﷺ کی لشکر کسی سے بالکل بے بہرہ تھے مجاہدین اسلام کو اپنے اپنے پڑاؤ میں آگ جلانے کا حکم دیا گیا جب دس ہزار چولہے جلائے گئے تو آگ نے بھی اس علاقہ کو منور کر لیا جس کو حضور ﷺ اپنے نور سے پہلے ہی منور فرما چکے تھے۔امام طبرانی حضرت ابویعلی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ابوسفیان کے بارے میں پہلے ہی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ اراک نامی بستی میں ہے۔اس کو قتل نہ کیا جائے۔

35

ابوسفیان اور حکیم بن حزام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ہم حضور ﷺ کی معیت میں مکہ مکرمہ پہنچ گئے ہیں۔ مکہ سے ایک کتیا بھونکتی ہوئی نکلی جب ہم اس کے قریب ہوئے تو وہ پیٹھ کے بل زمین پر لیٹ گئی اور اس سے دودھ بہنے لگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اہل مکہ کی قوت دم توڑ چکی ہے کہ وہ اب اپنا دودھ پیش کر رہے ہیں ان میں سے کئی لوگ اب تمہارے ساتھ ملاقات کرنے والے ہیں۔ اگر تمہاری ملاقات ابوسفیان سے ہو۔ تو اسے قتل نہ کرنا۔

حضور ﷺ کی لشکرکشی کے متعلق اہل مکہ کو خدشہ لگا ہوا تھا انہوں نے ابوسفیان بن حرب جو کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باپ تھا اور حکیم بن حزام کو سن گن لینے کے لئے بھیجا اور کہا کہ حضور (ﷺ) سے ملاقات پر اہل مکہ کے لیے امان طلب کرنا راستے میں ان کے ساتھ بدیل بن ورقاء بھی ہولیا۔ جب یہ دونوں اراک نامی بستی جو مراظہران کے پاس ہے وہاں پہنچے تو انہوں نے پورے علاقے میں آگ کے آلاؤ دیکھے اور اتنی بڑی فوج دیکھ کر وہ ڈر گئے۔ (سبل الہدیٰ ۵/۳۲۵)

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابوسفیان سے ملاقات

حضور ﷺ کو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرالظہران میں عرض کی کہ اگلی صبح قریش کی بربادی ہے۔ اگر حضور ﷺ مکہ کو بزورشمشیر فتح کریں گے تو قریش تباہ و برباد ہو جائیں گے کاش وہ صبح سے پہلے حاضر ہو جائیں اور امان طلب کرلیں۔

حضور ﷺ کے ابوسفیان کے بارے میں اطلاع پانے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اراک نامی بستی کی طرف حضور ﷺ کے نیلگوں خچر پر سوار چلے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ اگر کوئی آدمی مجھے مل جاتے تو میں اسے مکہ بھیجوں تا کہ اہلِ مکہ امان طلب کرنے کے لئے حاضر ہو جائیں۔ جب یہ اراک نامی بستی میں پہنچے تو ان کو ابوسفیان کی آواز آئی۔ آپ نے اسے پہچان لیا ابوسفیان بدیل و رقاء سے کہہ رہا تھا کہ میں نے ایسی رات آج تک نہیں دیکھی کہ جس میں ہزاروں آگیں روشن ہوں اور اتنا لشکر جرار خیمہ زن ہو بدیل نے میرے خیال میں یہ بنوخزاعہ کا قبیلہ ہے جو یہاں خیمہ زن ہے ابوسفیان نے کہا کہ بھولے نہ بنو، بنوخزاعہ کے پاس اتنے آدمی کہاں سے آئے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوسفیان کی آواز پہنچان کر ابوسفیان کو آواز دی۔ ''یا اباحنظلہ'' (ابوسفیان کی کنیت) اس نے بھی میری آواز پہچان کر کہا ''لبیک یا اباالفضل'' (یہ حضرت عباس ؓ کی کنیت تھی) کیابات ہے میں نے کہا تیرا بیڑہ غرق ہو۔ یہ اللہ کے رسول علیہ السلام ہیں۔ جو ہزاروں صحابہ کے ساتھ پہنچ گئے ہیں ابوسفیان نے کہا کہ اب تو قریش تباہ ہو جائیں گے میرے ماں باپ تم پر صدقے ہوں۔ کوئی راستہ بتاؤ۔ میں نے کہا کہ تم میرے پیچھے خچر پر سوار ہو جاؤ میں آقا ﷺ سے تمہارے لئے امان طلب کرتا ہوں۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا اور کسی مسلمان نے تجھے دیکھ لیا تو قتل کر دیا جائے گا۔

''ابن عقبہ کے مطابق ابوسفیان کے باقی دو ساتھیوں کو بھی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ لے آئے تھے ان کی پناہ بھی قبول ہوئی۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوسفیان کو اپنے پیچھے حضور ﷺ کے خچر پر سوار کر لیا اور حضور ﷺ کی طرف چل پڑا۔ راستے میں آلاؤ پر لوگ حضور ﷺ کے خچر کو پہچان کر ہم پر کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتے تھے لیکن جب ہمارا گزر اس آلاؤ پر ہوا جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا تو انہوں نے ہمیں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور پوچھا کہ تمہارے پیچھے کون ہے۔ پھر بغور دیکھنے پر وہ ابوسفیان کو پہچان گئے اور فرمایا کہ اے اللہ کے دشمن تو اس وقت میرے قابو میں آیا ہے جب تجھے کسی کی پناہ میسر نہیں آپ پیدل ہی حضور ﷺ کی خدمت میں اس کے قتل کا حکم لینے کے لئے دوڑ پڑے میں نے بھی اپنے خچر کو ایڑی لگائی تا کہ ان سے پہلے آقا ﷺ کی خدمت میں جا کر ان کی پناہ لے سکوں حضور ﷺ کے خیمے کے دروازے پر ہم دونوں اکٹھے پہنچے میں پہلے داخل ہو گیا اور حضور ﷺ سے ابوسفیان وغیرہ کی پناہ کے متعلق درخواست کی۔ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ بھی داخل ہو کر بولے یا رسول اللہ ﷺ یہ اللہ کا دشمن ابوسفیان ہے اگر اجازت ہو تو اس کی گردن اڑا دوں۔ حضرت عباس فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ میں نے ابوسفیان اور اس کے دونوں ساتھیوں کو پناہ دے دی ہے۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوسفیان کی قتل پر اصرار کرتے رہے۔ میں حضور ﷺ سے چمٹ گیا اور حضور ﷺ کے سر مبارک کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان کے قتل پر بہت اصرار کیا۔ تو میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ اِس کے قتل پر اس لئے اصرار فرما رہے ہیں کہ یہ بنو عبد مناف سے ہیں اگر یہ بنو عدی سے ہوتے تو آپ اتنا اصرار نہ کرتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے کہ اے عباس اتنی زیادتی نہ کرو اے ابوالفضل جب آپ اسلام لائے تو مجھے اِتنی زیادہ خوشی ہوئی کہ میرا باپ خطاب بھی ایمان لاتا تو اِتنی خوشی نہ ہوتی کیونکہ مجھے علم تھا کہ میرے باپ کے اسلام لانے سے آپ کا اسلام لانا حضور ﷺ کے لئے زیادہ خوشی کا باعث ہے۔

بہرحال حضور ﷺ نے ان سب کو حاضر ہونے کی اجازت دے دی۔ جب یہ حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کے آگے اسلام پیش کیا۔ انہوں نے اَشْھَدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھا اور محمد رسول ﷺ نہیں پڑھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تک میری رسالت پر ایمان نہیں لاؤ گے اس وقت تک مسلمان نہیں ہو گے۔ بدیل بن ورقاء اور حکیم بن حزام نے محمد رسول ﷺ پڑھ لیا۔ لیکن ابوسفیان نے مہلت مانگ لی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے عباس ابوسفیان کو اپنے خیمے میں لے جاؤ اور اسے صبح لے کر آنا۔

صبح ابوسفیان اَذان کی آواز سن کر گھبرا کر اٹھ گیا۔ تمام صحابہ اذان کے کلمات کو دہراتے جاتے تھے پھر ایک منظر نے تو اس کو حیران و ششدر کر دیا کہ حضور ﷺ وضو فرماتے تھے تو صحابہ اکرام آپ ﷺ کے وضو کا بقیہ پانی ادب سے اپنے چہروں

اور اپنے جسموں پر مل رہے تھے اور اس پانی کو نیچے نہیں گرنے دے رہے تھے ابوسفیان بول اٹھا کہ اتنی اطاعت و اتباع تو قیصر و کسریٰ کے لوگ بھی اپنے بادشاہوں کا نہیں کرتے پھر جب اس نے نماز کا منظر دیکھا تو سب صحابہ حضور ﷺ کی تقلید کرتے ہوئے نماز پڑھنے لگے۔ جب سلام پھیرا گیا تو ابوسفیان پکار اٹھا کہ اے عباس تیرے بھتیجے کی بادشاہت تو بہت بڑی ہوگئی ہے آپ نے فرمایا اے بے وقوف یہ بادشاہت نہیں بلکہ یہ نبوت ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو پھر حضور ﷺ کی بارگاہ میں لے کر آئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوسفیان، کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تو اسلام کی صداقت پر ایمان لے آئے ابن عقبہ اور محمد بن عمرو کے مطابق ابوسفیان نے فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔

اور ایک روایت کے مطابق ابوسفیان بولا۔ کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کتنے حلیم اور مہربان ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود ہوتا تو ضرور ہماری مدد کرتا میں نے ہر بار آپ کے مقابلے میں شکست کھائی اور آپ کے رب نے آپ کو فتح عطا فرمائی۔ آپ کا رب یقینا سچا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا اب تک تجھ پر یہ حقیقت واضح نہیں ہوئی کہ میں اللہ کا رسول ہوں ابوسفیان کہنے لگا کہ اس بارے میں ابھی میرے دل میں کچھ شک ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے۔ اسلام قبول کر تیرا خانہ خراب ہو ورنہ تیری گردن اڑا دی جائے گی۔

ابوسفیان نے فوراً پڑھا۔

اَشْهَدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اسلام قبول کرنے کے بعد ابوسفیانؓ اور حکیم بن حزامؓ نے حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں شکوہ کیا کہ آپ اپنے ساتھ اس قسم کے لوگوں کو لے آئے ہیں کہ وہ آپ کے خاندان اور رشتہ داروں کو تہ تیغ کر دیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ حدیبیہ کا معاہدہ تم لوگوں نے توڑ کر ظلم و فجور کی ابتداء کی اور حرم کی حدود میں قتل و غارت گری کی۔ انہوں نے عرض کی کہ اگر آپ یہی لشکرکشی بنو ہوازن کے خلاف کرتے تو وہ آپ کے جانی دشمن تھے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ مجھے دونوں پر فتح حاصل فرمائے گا۔

ابن ابی شیعبہ کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجویز پیش کی یا ایک روایت کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تجویز پیش کی کہ ابوسفیان نام و نمود کو پسند کرتا ہے آپ اعلان فرما دیں کہ جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے اس کو امان ہے، اس کا گھر مکہ مکرمہ کی اوپر کی طرف تھا حضور ﷺ نے اعلان فرما دیا ابوسفیان کہنے لگا کہ میرے گھر میں کتنے لوگ سمائیں گے۔ حضور ﷺ نے حکیم بن حزام کے متعلق بھی یہی فرمایا اس کا گھر مکہ کی نشیبی طرف تھا پھر حضور ﷺ نے

فرمایا کہ جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیا اس کو بھی امان ہے۔ابوسفیان کہنے لگا اس امان میں بہت وسعت ہے۔ (35)

(البدایہ والنہایہ ۱۲/۱۷، ۱۷۔سبل الہدیٰ ۵/۳۲۹ تا ۳۲۷۔ضیاالنبی ۴/۴۳۲ تا ۴۳۰۔سیرت الرسول ﷺ ڈاکٹر طاہر القادری جلد ۶ صفحہ ۶۶۲ تا ۶۵۹)

ابوسفیان اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء اہل مکہ کو آگاہ کرنے کے لئے اور امان کا اعلان کرنے کے لئے واپس مکہ مکرمہ کی طرف چل دیئے تو حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو لشکر کی طاقت کا مظاہرہ دیکھنے کیلئے روک لیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیزی سے ابوسفیان کو روکنے کے لئے چلے۔ابوسفیان نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آتے دیکھا تو بولا اے ہاشمیو کیا تم وعدہ شکنی کرتے ہو۔آپ نے فرمایا نہیں خاندان نبوت عذر اور دھوکہ نہیں کیا کرتا۔ہم چاہتے ہیں کہ تم ٹھہرو اور لشکر اسلام کی قوت کا مشاہدہ کرو۔

لشکر اسلام کی شان وشوکت

حضور نبی کریم ﷺ نے رات کو ہی تمام لشکر اسلام کو یہ حکم جاری فرمادیا تھا۔

''صبح سویرے ہی تمام قبیلوں کے جوان اپنی سواریوں پر زینیں اور کجاوے کس لیں اور ہر قبیلہ اپنے قائد کے ساتھ اپنے جھنڈے کے پاس کھڑا ہو جائے اور اپنے اسلحہ اور جنگی سامان کی پوری طرح نمائش کرلے''۔

حضرت ابوعبید بن جراح مقدمہ الجیش پر۔حضرت خالدؓ میمنہ لشکر پر مقرر ہوئے۔میسرہ پر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور قلب پر حضور علیہ السلام خود تشریف فرما ہوئے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک نسبتاً بلند اور تنگ گھاٹی جہاں سے ہو کر لشکر اسلام نے گزرنا تھا کھڑا کر دیا گیا ساتھ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے تا کہ لشکر اسلام کی زیادہ سے زیادہ شان وشوکت کا مظاہرہ ان کے دل میں جا گزیں ہو سکے۔

سب سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو ایک ہزار بنوسلیم پر مقرر تھے۔اپنے سپاہیوں کو لیے اسلحہ سمیت ابوسفیانؓ کے پاس سے گزرے اور تین بار نعرہ تکبیر بلند فرمایا۔اس کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ پانچ سو مہاجرین کے دستے کو لئے ہوئے سیاہ رنگ کا پرچم اٹھائے اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے گزرے اس کے بعد حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جھنڈا اٹھائے تین سو بنی غفار کے نوجوان نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے ہوئے گزرے اس کے بعد چند ایک اور قبیلے جھنڈے اٹھائے ابوسفیان کے پاس سے گزرے۔

بعد ازیں بنوکعب بن عمرو پانچ سو کی تعداد میں گزرے اس کے بعد بنو مزینہ اپنے تین پرچموں اور شہسواروں کے



ساتھ گزرے۔

بعد ازیں قبیلہ جہنیہ کے آٹھ سو مجاہدین اپنے چار جھنڈوں کے ساتھ گزرے اور نعرہ تکبیر بلند کیا۔

اس کے بعد قبیلہ اشجع کے تین سو نوجوان جھنڈے اٹھائے نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے گزرے۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ بولے کہ ایک وقت میں یہ اشجع کے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ دشمن تھے۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان فرمایا ہے اوران کا دل نور اسلام سے منور کر دیا ہے۔اس کے بعد کافی دستے جھنڈے اٹھائے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے گزرتے رہے۔

حضرت ابوسفیان ؓ بار بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پوچھتے رہے۔حضرت عباس ؓ فرمانے لگے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں گے تو تمہاری ہوش اڑ جائے گی۔

اتنی دیر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سبز پوش دستے کے ساتھ تشریف لائے اس میں صرف مہاجرین اولین اور انصاری قبائل شامل تھے اس میں بہت سے جھنڈے تھے ہر ہر قبیلہ کو ایک ایک جھنڈا دیا گیا تھا اس میں ایک ہزار زرہ پوش تھے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جھنڈے کے ساتھ آگے آگے چل رہے تھے۔حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے کہ آہستہ چلو تا کہ پچھلے لوگ تم سے مل سکیں۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب گزر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا تو آپ نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ۔

”آج کا دن قتل و غارت کا دن ہے آج حرم میں خونریزی کی جائے گی اور قریش ذلیل ہوں گے“۔

آپ کی بات سن کر ابوسفیان ڈر گئے اور کہنے لگے کہ اے عباس رضی اللہ عنہما تم پر میری حفاظت ضروری ہے۔

دستے کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی ناقہ پر سوار گزرنے لگے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بائیں طرف امیہ بن حفیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اے عباس رضی اللہ عنہ تمہارے بھتیجے کی بادشاہت بہت عظیم بن گئی ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے کہ یہ بادشاہی نہیں ہے بلکہ نبوت ہے ابوسفیان نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہو گا سیرت رحمت دارین میں صفحہ ۶۶۱ پر طالب ہاشمی حافظ ابن حجر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے جب ابوسفیان مسلمان ہونے سے پہلے رات کو خدمت نبوی میں پہنچا اور بعد میں جب دیکھا کہ مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ٹوٹے گرتے ہیں (جب کہ آپ وضو فرمایا رہے تھے) تو خیال کہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے کے لئے ایک لشکر تیار کروں گا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کے خیال کو پڑھ کر اس کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اگر تو ایسا کرے گا تو ذلیل وخوار ہو گا۔ابوسفیان حیران رہ گیا اور بے ساختہ اس کے منہ سے توبہ واستغفار نکلی اور کہنے لگا کہ آپ اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ نے میرے دل کا احوال آپ پر ظاہر کر دیا۔اس کے بعد پھر اس کے دل میں خیال آیا

کہ نہ جانے کس سبب سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم پر غالب آ رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پر اس کا خیال پڑھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے غالب ہوں''۔

ابوسفیان کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

اشھد لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ

ابوسفیان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی بادشاہت کا مشاہدہ کر رہے تھے کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود تشریف لے آئے۔

ابوسفیان نے فوراً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے ہو کر عرض کیا کہ کیا آپ نے حکم دیا ہے کہ آپ کی قوم کو قتل کر دیا جائے آپ کو پتہ نہیں چلا کہ سعد بن عبادہ نے کیا کہا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کہا ہے۔ابوسفیان نے کہا کہ سعد بن عبادہ نے کہا ہے کہ۔

الیوم یوم الملحمۃ (یعنی آج کا دن قتل وخون ریزی کا دن ہے) پھر ابوسفیان نے کہا کہ میں آپ کو آپ کی قوم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کیونکہ آپ سب سے زیادہ نیکوکار ہیں سب سے زیادہ صلہ رحمی والے ہیں۔سب سے زیادہ رحیم وکریم ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کی بات سن کر فرمایا۔

اَلْیَوْمَ یومُ الْمَرْحَمَہ اَلْیَوْمَ یُوْمُ یَعْظُمُ فِیْہِ الْکَعْبَۃَ الْیَومُ یُوْمٌ تُکْسٰی فِیْہِ الْکَعْبَۃُ الْیَوْمُ یُوْمٌ اَعَزَّ اللّٰہَ فِیْہِ قُرَیْشًا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سعد نے غلط کہا ہے کہ آج کا دن رحمت کا دن ہے۔آج کا دن وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ کعبے کی عظمت کو ظاہر فرمائے گا۔آج کا دن وہ دن ہے جس دن کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔آج کا دن وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ قریش کی عزت کو چار چاند لگائے گا۔''(۱) (سبل الہدیٰ ۵۔۳۳۵۔ازضیاءالنبی (پیر کرم شاہ صاحب) ۴۔۴۳۶)

اس وقت آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسا فیصلہ فرمایا اور اسے فوری طور پر نافذ العمل فرمایا کہ دنیا کا بڑے سے بڑا جرنیل بھی یہ فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کی قیامت تک داد دینی پڑے گی۔آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوری طور پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ان کو معزول فرما کر ان کے بیٹے حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پرچم اسلام مرحمت فرما کر ان کو سردار بنا دیا تاکہ ان کو اپنی غلطی کا احساس بھی ہو جائے اور ان کی دلجوئی ان کے بیٹے کو سردار بنا کر کر دی گئی اور ساتھ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی دلجوئی بھی فرما دی گئی۔

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو فوراً لشکر اسلام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے پہلے مکہ کے باشندوں کو خبردار کرنے کے لیے مکہ بھیجا تھا کہ کوئی بھی لشکر اسلام سے ٹکر لینے کی جرأت نہ کرے۔

ابوسفیان لشکر اسلام کو پیچھے چھوڑتا ہوا فوراً مکہ مکرمہ پہنچا اور آتے ہی فوراً اعلان کیا۔''یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے ساتھ اتنا بڑا لشکر لے کر آ گئے ہیں کہ ان کے ساتھ تم میں سے کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔اگر کسی نے مقابلے کی کوشش کی تو وہ نیست و نابود ہو

جائے گا۔

پھر اس نے کہا حضور ﷺ کے حکم کے مطابق جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اس کو امان ہے۔ لوگوں نے کہا کہ تیرے گھر میں کتنے لوگ سما سکیں گے پھر اس نے آقا ﷺ کا فرمان دہرایا کہ جو کوئی اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا اس کے لئے بھی امان ہے۔

اس کی بیوی بہت تیز اور بدمزاج تھی اس نے ابوسفیان کی مونچھوں کو پکڑ لیا اور لوگوں سے کہنے لگی اس گھی کے مٹکے کو قتل کر دو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ یہ کبھی بھی قوم کے پاس اچھی خبر لے کر نہیں آیا۔ یہ ہماری قوم کا بدبخت پیشرو ہے!

ابوسفیان نے کہا کہ اس عورت کی باتوں میں نہ آنا۔ اور اس سے دھوکہ نہ کھانا ورنہ تم نیست و نابود کر دیئے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ نے لشکر اسلام کی ایسی دہشت پھیلا دی کہ ہر کسی کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔

حضور سرور کائنات ﷺ نے ذی طویٰ کے مقام پر لشکر اسلام کو اکٹھا فرمایا اور پھر ان کو مختلف اطراف سے مکہ میں داخلے کا حکم دیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو میمنہ پر مقرر فرما کر جنوب کی طرف سے مکہ میں داخلے کا حکم ملا۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو میسرہ پر مقرر فرما کر شمال کی طرف سے مکہ میں داخلے کا حکم ملا۔

سعد بن ابی عبادہ رضی اللہ عنہ انصار کی جماعت کو لے کر مغربی سمت سے مکہ میں داخل ہوئے۔

اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ مہاجرین کی جماعت کو لے کر شمال مغرب کی طرف سے جبل ہند سے گزرتے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

حضور ﷺ نے بروقت اور حکمت پر مبنی فیصلے فرما کر اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور نصرت کے ساتھ مکہ میں بہت بڑی خونریزی سے لشکر اسلام کو بچا لیا۔

کسی طرف سے کوئی بھی مزاحمت نہ ہوئی۔ سوائے چند ایک لوگوں نے اکٹھا ہو کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر پر حملے کی کوشش کی۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بہت نصیحت کی کہ ہتھیار ڈال دو بچ جاؤ گے لیکن انہوں نے جب بات نہ مانی تو آپ نے ان پر حملے کا حکم دے دیا مسلمانوں کے دو آدمی شہید ہوئے۔ جبکہ کفار کے پندرہ آدمی واصل جہنم ہوئے۔

(سبل الہدیٰ ۵/۳۳۵) (ضیاء النبی ۴/۴۳۲)

رونق بزم کائنات ﷺ کا مکہ مکرمہ میں داخلہ

رونق بزم کائنات وجہ تخلیق دو جہاں سرور دو جہاں آقا و مولا حضور ﷺ اس شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے کہ کائنات کی ہر شئی دم بخود ہو کر رہ گئی۔ وقت ٹھہر گیا آسمانوں سے فرشتے جھانک جھانک کر دیکھنے لگے۔ وہ وَالضُّحٰی کا چمکتا ہوا چہرہ

اور طٰہٰ کی جبین کا حسین مکھڑا اس ادا سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔کہ ان کا سر عاجزی سے قصوا اونٹنی پر اتنا جھکا ہوا تھا کہ اس ﷺ کے کجاوے کو تقریباً چھو رہا تھا۔یمن کی بنی ہوئی چادر سر مبارک پر بطور عمامہ رونق افروز تھی۔

لوگ آقا ﷺ کے حسین مکھڑے کو دیکھنے کے لئے بے تاب ہو کر ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ارد گرد کی چھتیں عورتوں اور مردوں اور بچوں سے بھری پڑی تھیں۔

آقا ﷺ کے دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چل رہے تھے ہاں وہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی یار غار جب آقا ﷺ کے ساتھ یہاں کے باشندوں نے ان کو نکل جانے پر مجبور کر دیا تھا اور وہی یار غار جب یہ مکہ کے باشندے ان کو تلاش کرتے ہوئے ان کو قتل کرنے کے لئے غار ثور پر پہنچ گئے تھے اور جن الفاظ سے حضور ﷺ نے اپنے یار غار کو تسلی دی تھی ان کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دہرایا۔

اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ

ترجمہ: اور جب آپ علیہ السلام نے اپنے صاحب سے فرمایا کہ غم نہ کھائیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

ہاں ان کو اپنی زندگی کا نہیں بلکہ آقا ﷺ کا غم تھا کہ کوئی میرے پیارے کو میرے محبوب کو تکلیف نہ دے ان کو ایک کانٹا بھی نہ چبھے۔کوئی کافر ان کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

بائیں طرف حضرت امیہ بن حفیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری چل رہے تھے اور آقا ﷺ نے اپنے غلام کے بیٹے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔

اس سے پہلے آقا ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ہمارے لئے مکہ فتح فرمائے گا تو ہماری قیام گاہ "حنیف بنی کنانہ" میں ہوگی۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں قریش اور کنانہ نے مل کر قسمیں کھائی تھیں اور عہد کیا تھا کہ وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے ساتھ ہر قسم کا قطع تعلق کر لیں گے نہ ان کو رشتہ دیں گے نہ لیں گے نہ کوئی ان سے چیز خریدیں گے۔نہ ان کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کریں گے"

کفار کے کچھ لوگوں نے بھاگ کر پہاڑوں کے اوپر پناہ لینے کی کوشش کی تو ابوسفیان اور حکیم بن حزام نے ان کو با آواز بلند منع کیا کہ کیوں اپنی جانوں کے دشمن بنتے حضور ﷺ نے اعلان فرمایا ہے کہ جو کوئی اپنے گھروں میں داخل ہو کر ہتھیار پھینک کر دروازہ بند کرے۔اسے امان ہے اور یہ لوگ واپس لوٹ آئے اور اپنے ہتھیار اپنے گھر کے دروازوں کے باہر پھینک کر دروازوں کو بند کر لیا۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو ساتھی جابر رضی اللہ عنہ اور جیش رضی اللہ عنہ راستہ بھول گئے اور کافروں نے ان کو شہید کر دیا۔

خندمہ کے مقام پر کچھ کافروں نے اکٹھے ہو کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روکنے کی کوشس کی اور ان پر

حملہ کر دیا اور تیر برسائے۔

آپ کے جوابی حملے پر ان کے چوبیس آدمی مارے گئے اور بنی ہذیل کے چار آدمی کام آئے۔

حضور ﷺ نے ازخر کی چوٹی پر سے جب تلواروں کی چمک دیکھی تھی تو فرمایا تھا کہ یہ چمک کیسی ہے۔ آقا ﷺ کو بتایا گیا تھا کہ مشرکین کے دستہ نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستہ پر حملہ کر دیا ہے تو یہ جوابی کارروائی کر رہے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔

"قَضَا اللّٰهُ خَيْرٌ"، جو اللہ کا فیصلہ ہے وہی بہتر ہے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۸۴، البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۲۹۳، سیرت الرسول ڈاکٹر طاہر القادری جلد ۸ صفحہ ۶۶۹)

حضور علیہ السلام حرم کعبہ میں

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے اپنے تقریباً دس ہزار صحابہ کے ساتھ رمضان المبارک کی بیس تاریخ اور سوموار کے دن حرم کعبہ میں نزول فرمایا۔

آقا ﷺ نے رکن یمانی پر پہنچ کر استلام فرماتے ہوئے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ تو اس کے جواب سے مکہ کے در و دیوار گونج اٹھے۔ صحابہ اکرام بار بار نعرہ بلند فرماتے رہے۔ جس سے کفار کے دل لرز لرز جاتے تھے۔ حضور ﷺ نے سب کو خاموش ہونے کا ارشاد فرمایا اور اپنی اونٹنی پر طواف کعبہ فرمانے لگے۔ حضرت محمد بن سلمہ ؓ نے حضور ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے حجر اسود کے پاس پہنچ کر اپنی چھڑی سے استلام فرمایا کعبہ شریف کے دروازہ کے پاس کفار کا بہت بڑا بت ہبل نصب تھا حضور ﷺ نے اس کو توڑ کر ریزہ ریزہ کرنے کا حکم دیا۔ جب اس کو توڑا جا رہا تھا تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان سے جو پاس ہی کھڑا تھا فرمایا تم اس کی مدد پر نازاں تھے۔ اور اس کے نعرے لگا رہے تھے ابوسفیان کہنے لگا۔ اے زبیر آج ان باتوں کو رہنے دو، میں نے دیکھ لیا کہ اگر محمد (ﷺ) کے خدا کے بغیر کوئی خدا ہوتا تو حالات وہ نہ ہوتے جو آج ہیں۔

(سبل الہدیٰ جلد ۵، صفحہ ۳۵۴، ضیاء النبی جلد ۴۔ صفحہ ۴۴۳)

حضور علیہ السلام اپنی زبان مبارک سے قرآن پاک کی آیت شریف وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ کی تلاوت فرما رہے تھے اور حضور ﷺ اپنی چھڑی مبارک سے حرم کے اندر جو تین سو ساٹھ بت قلعی کے ساتھ مضبوطی سے نصب تھے کو ایک ایک کر کے اشارہ کرتے جاتے تھے اور وہ بت فوراً منہ کے بل گر پڑتا تھا اس کے بعد آقا ﷺ طواف سے فراغت کے بعد اپنی اونٹنی قصوا سے نیچے تشریف لائے۔ مقام ابراہیم علیہ السلام پر دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ پھر چاہ زمزم پر تشریف لے گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنویں سے ڈول نکال کر زمزم پانی پیش خدمت کیا۔ آقا ﷺ نے نوش فرمایا اور اپنے وضو کو تازہ فرمایا۔

وضو کے بقایا پانی کو سمیٹنے کے لئے اور اپنے ہاتھوں اور چہروں پر ملنے کے لئے صحابہ کرام ایک دوسرے پر گرتے پڑتے تھے یہ ہے ادب یہ ہے محبت یہ ہے عقیدت۔ یہ ہے اطاعت کا وہ جذبہ جس کے سامنے بڑے سے بڑے پہاڑ ہیچ ہیں۔

اس کے بعد حضور ﷺ کعبہ معظمہ میں رونق افروز ہوئے۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے پاس اِس طرح تلوار بے نیام لے کر کھڑے ہو گئے کہ کفار پر دہشت طاری ہوگئی۔

حضور ﷺ نے کعبہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ کو طلب فرمایا۔ اور دروازے کو کھولنے کا حکم دیا۔

حضور ﷺ نے ایک دن ہجرت سے پہلے عثمان بن ابی طلحہ کو کعبے کے اندر جانے کو کہا تا کہ اندر جا کر عبادت کر سکیں تو اس نے دروازہ جو پہلے کھلا تھا کو فوراً بند کر کے قفل لگا کر چابی پاس رکھ لی۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ دن آنے والا ہے جب وہ کعبہ کی چابی میرے پاس ہوگی اور میں جسے چاہوں گا ''اسے دوں گا'' یہ کہنے لگا وہ دن قریش کی ذلت کا ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ دن قریش کی عزت کا دن ہوگا یہ فوراً گھر چابی لانے کے لئے بھاگے۔ گھر میں اِن کی ماں سلافہ جو مسلمان نہیں ہوئی تھی اِن کو چابی نہیں دے رہی تھی اس نے دیر لگائی تو حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیچھے بھیجا۔ اس نے والدہ سے سختی سے کہا تو اس نے چابی دی تو اِن کو آج وہ دن یاد آ گیا۔ واضح رہے کہ یہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو گئے ہوئے تھے اور مدینہ ہجرت کر گئے ہوئے تھے۔ آج یہ ڈر رہے تھے کہ اب چابی کسی اور خاندان میں نہ منتقل ہو جائے تو حضور ﷺ نے چابی اِن کو دے دی اور خوشخبری سنائی کہ قیامت تک تیری ہی نسل کے پاس چابی رہے گی۔ اور اس کو تجھ سے وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔

حضور ﷺ حضرت بلال اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کے ساتھ کعبہ مقدسہ میں داخل ہوئے۔

کفار نے کعبہ مبارک کے اندر حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی تماثیل لگائی ہوئی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ میں جوئے کے پر دکھائے گئے تھے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ خدا انہیں غارت کرے یہ جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ فعل شنیع نہیں کیا کرتے تھے حضور ﷺ نے ان تماثیل کو صاف کروا دیا۔

حضور ﷺ نے کعبہ شریف کے اندر ستونوں کے درمیان نوافل ادا فرمائے۔ اس کے بعد آقا ﷺ باہر تشریف لے آئے اور فرمایا۔

القرآن: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی خدا نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اپنے بندے کی مدد فرمائی۔ تنہا دشمن کے لشکروں کو شکست دی''۔

(سبل الہدیٰ جلد ۵ صفحہ ۶۵۴، ضیاء النبی جلد ۴ صفحہ ۴۴۴)

القرآن: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۷

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ 

(۱۵شعبان المعظم بمطابق ۲۵ جون ۲۰۱۳ صبح ۷:۳۰ بجے۔)

حضور ﷺ کی شان رحمت اللعالمین فتح مکہ کے دن دیکھنے والی تھی۔اور جب حشر کا میدان برپا ہوگا اور لوگ ہر طرف سے مایوس ہو کر آپ علیہ السلام کے قدموں پر ہی آ گریں گے تو اس وقت حضور ﷺ کی شان رحمت اللعالمین کو تمام مخلوق دیکھے گی۔اس دن آقا ﷺ اللہ تعالیٰ سے امتی۔امتی پکاریں گے۔

حضور ﷺ جب کعبہ شریف میں نماز نوافل ادا فرمانے کے بعد صحن کعبہ میں تشریف لائے تو تمام گروہ قریش حضور ﷺ کے آس پاس اکٹھے ہو گئے۔حضور ﷺ نے گروہ قریش سے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے میں تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں سب نے کہا کہ آپ کریم نبی علیہ السلام ہیں۔کریم النفس بھائی اور ہمارے کریم بھائی کے فرزند ہیں آج آپ بااختیار ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا آج تمہیں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہی تھی کہ

القرآن: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ (سورہ یوسف)

ترجمہ: آج میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں۔اللہ تعالیٰ تمہارے سارے گناہوں کو معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔"

اس کے بعد حضور ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"جاؤ چلے جاؤ' میری طرف سے تم آزاد ہو" حضور ﷺ پر کون سا ظلم نہیں تھا جو ان لوگوں نے نہیں کیا تھا اس کے باوجود حضور ﷺ نے ان کو معاف فرما دیا تو ان لوگوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔حضور ﷺ نے اپنے خون کے پیاسوں سے درگزر فرمایا۔ان لوگوں سے درگزر فرمایا جنہوں نے آپ کے راستوں میں کانٹے بچھائے تھے جنہوں نے آپ کو نعوذ باللہ ساحر و کذاب وغیرہ وغیرہ کہا تھا جنہوں نے حضور ﷺ اور دوسرے مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر دی تھی جو مسلمان غلاموں کو تپتی ریت پر لٹا دیتے اور گرم گرم دہکتے کوئلوں پر لٹا دیتے اور ان کی چربی پگھل پگھل کر ان کوئلوں کی آگ کو بجھا دیتی اور وہ ہل بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ ان کے اوپر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا تھا۔

جن لوگوں نے شعب ابی طالب میں حضور ﷺ اور ان کے حواریوں کو بند کر دیا تھا اور ان کے ہاتھ نہ کوئی چیز بیچتے نہ ان سے کچھ خریدتے اور یہ کام کوئی ایک دو دن نہیں کیا۔بلکہ پورے تین سال ان کو شعب ابی طالب میں بند رکھا اور بھوک سے بچوں کے بلکنے کی آوازیں پورے مکہ میں گونجتی تھیں اور آقا ﷺ کے بقول "میرے اور بلال رضی اللہ عنہ پر ایک مہینہ پورا ایسا بھی گزرا کہ ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی کہ اسے کوئی جاندار کھا سکے"۔

اس کے باوجود ان سب کو معاف فرما دیا۔ہاں ان کو معاف فرما دیا۔جنہوں نے حضور ﷺ کو مکہ سے نکل جانے پر

مجبور کر دیا اور جو قبیلہ در قبیلہ حضور ﷺ کو قتل کرنے کے لئے دروازے سے باہر کھڑے رہے۔

ہاں ان کو معاف کر دیا جنہوں نے آپ کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر کے ان کے ناک' کان وغیرہ کاٹ کر ان کی لاش کو چیر کر ان کے کلیجے کو چبانے کی کوشش کی جنہوں نے خدا تعالیٰ کو یکتا ماننے کی پاداش میں مدینہ منورہ کی چھوٹی سی بستی پر دس ہزار سے زیادہ کے لشکروں کے ساتھ چڑھائی کر دی۔ تا کہ اس کو تہس نہس کر دیں۔

ہاں آج حضور ﷺ بھی ان پر دس ہزار کا لشکر لے کر تشریف لائے تھے لیکن اپ نے ان پر قدرت پا کر ان کو معاف فرما دیا ان کے ہر ہر گناہ کو بخش دیا۔ (زاد المعاد جلد ۳ صفحہ ۴۴۲)

ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے خواب میں مجھے حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف فرمایا حضور ﷺ ایک چھوٹی سی پہاڑی پر مع اپنے چند صحابہ کے ساتھ بکھر کر تشریف فرمائیں اور کفار اکٹھے ایک جگہ بہت زیادہ تعداد میں جمع ہیں اچانک حضور ﷺ اپنی جگہ سے ہوا میں اڑتے ہوئے ان کفار کے سروں پر معلق ہو جاتے ہیں اور کفار نیچے سے اپنے نیزوں وغیرہ سے حضور ﷺ پر وار کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ ان کو (نعوذ باللہ) شہید کر سکیں لیکن آپؐ ان کی پہنچ سے دور ہیں۔ اور حضور ﷺ نہایت شفقت سے ان کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ وہ یا ان کی اولادیں ہی مسلمان ہو جائیں"۔

فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے مزید فرمایا کہ کافر کے بدلے میں کسی مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا دو مختلف مذہب والے ایک دوسرے کے وارث نہیں بنیں گے اور جس کے نکاح میں پھوپھی ہے اس کی بھتیجی سے نکاح جائز نہیں ہو گا اور جس کے نکاح میں کسی کی خالہ ہے تو اس کی بھانجی سے نکاح جائز نہیں ہو گا کوئی عورت تین دن سے زیادہ کا سفر محرم کے بغیر نہ کرے۔

عصر اور صبح کی نماز کے بعد نفلی نماز کوئی نہ پڑھی جائے اور عید الفطر اور عید الاضحی کے دن کوئی روزہ نہ رکھا جائے پھر خصوصی طور پر قریش سے فرمایا۔

"اے گروہ قریش تم سے زمانہ جاہلیت کی رعونت اور اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ تفاخر دور کر دیا ہے سارے لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔

پھر یہ آیت شریف تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے۔

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں مختلف قومیں اور خاندان اس لئے بنا دیا ہے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے بیشک اللہ تعالیٰ علیم اور خبیر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ۔

القرآن: اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔

ترجمہ: برائی کو اچھائی کے ساتھ دور کرو۔ 35

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پھر تو دیکھے گا کہ وہ اور تو جس میں عداوت تھی تجھ سے ایسا ہو جائے گا۔ جیسے کہ وہ تیرا گہرا دلی دوست ہے اور یہ بات اس کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ بات اس کو نصیب ہوتی ہے جن کی بڑی اونچی قسمت ہے''۔

حضور ﷺ سے زیادہ صبر کس نے کیا؟ اور حضور ﷺ سے زیادہ اونچی قسمت کس کی ہوسکتی ہے؟

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۴

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو وہ عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔

یہ ہے وہ نسخہ کیمیا جس نے کفار کے دلوں کو مسخر کر دیا۔ ہاں وہی پتھر سے بھی زیادہ سخت دل موم سے بھی نرم ہو گئے اور اپنی ہٹ دھرمی چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور کفر کو ترک کر دیا اور اسلام کے دامن میں آ کر پناہ لی اور پوری دنیا میں اسلام پھیلانے کے لئے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ (ضیاء النبی جلد ۴ صفحہ ۴۴۷)

صدق العظیم و صدق رسول نبی کریم و نحن علی ذلك لمن الصادقین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین۔

رب اعنی علی ذکرك و شکرك و حسن عبادتك۔ و صلی اللہ تعالٰی علی رسولہٖ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ و زینت فرشہٖ و قاسم رزقہٖ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

خاک پائے اولیاء اللہ نثار النبی داتا دربار لاہور

۱۵ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ

۲۵ جون ۲۰۱۳ صبح نو بجے

شکرانے کی نماز

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کے وقت اپنی چچازاد بہن ام ہانی رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ غسل فرمایا اور پھر آٹھ رکعت نماز چاشت ادا فرمائی۔

نماز کے بعد حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ میں نے فلاں فلاں کو پناہ دے رکھی ہے لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو قتل کرنا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ام ہانی رضی اللہ عنہا جس کو تم نے پناہ دی اس کو ہم نے پناہ دی۔



بیعت عامہ

فتح مکہ کے دوسرے دن حضور ﷺ لوگوں سے بیعت لینے کے لئے صفا کی پہاری پر تشریف فرما ہو گئے اور لوگوں کا جم غفیر ارد گرد اکٹھا ہو گیا اور لوگ جوق در جوق بیعت فرمانے لگے۔ حضور ﷺ نے پہلے مردوں سے بیعت لی اور بعد میں عورتوں سے بیعت لی۔ حضور ﷺ نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا اور عورتوں سے اس بات پر بیعت لی کہ۔

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی چوری نہیں کریں گی' زنا نہ کریں گی اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور کسی پر بہتان نہیں باندھیں گی۔

اس کے بعد حضور ﷺ اپنا دست مبارک پانی میں ڈالتے اور نکال لیتے تھے پھر عورتیں اس پانی میں اپنا ہاتھ ڈالتیں اور نکال لیتی تھیں۔ (سیرۃ الرسول ڈاکٹر طاہر القادری جلد ۸، صفحہ ۶۸۳)

ہند بن عقبہ زوجہ ابوسفیان

یہ وہی ہند بن عقبہ ابوسفیان کی بیوی تھی کہ جس نے احد کے دن حضرت امیر حمزہ حضور ﷺ کے چچا کی لاش کا مثلہ کیا اور ان کے اور دوسرے شہداء کے ناک' کان وغیرہ کاٹ کر ان کا ہار بنا کر مکہ میں داخل ہوئی اور احد کے دن ہی اس نے اپ کے سینے کو چاک کر کے آپ کا کلیجہ نکال کر نگلنے کی کوشش کی لیکن نگل نہ سکی اسے تھوک دیا۔

آج یہ ندامت سے سر جھکائے چہرے پر نقاب ڈالے دوسری عورتوں کے ساتھ بیعت کرنے کیلئے اور مسلمان ہونے کے لئے حاضر ہو گئی۔

حضور ﷺ نے اس کی کارستانیوں کے باعث اس کو قتل کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی تھی تو یہ اپنے گھر میں چھپ گئی تھی جب اسے پتہ چلا کہ حضور ﷺ اتنے کریم ہیں اور ہر ایک کو معاف فرما دیتے ہیں تو یہ نقاب اوڑھ کر دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر حاضر خدمت ہو گئی۔ جب حضور ﷺ نے عورتوں سے بیعت لیتے ہوئے فرمایا کہ عہد کرو۔ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤں گی تو یہ کہنے لگی واللہ یہ عہد آپ نے مردوں سے نہیں لیا تاہم ہمیں منظور ہے۔

جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ عہد کرو کہ چوری نہیں کرو گی تو یہ کہنے لگی میں اپنے خاوند ابوسفیان کا مال وقتاً فوقتاً چوری چھپے بغیر اجازت لے لیتی تھی ابوسفیان وہاں موجود تھے کہنے لگے کہ جو مال تو نے لیا وہ سب میں نے تجھے معاف کیا۔ حضور ﷺ ابوسفیان کی بات سن کر ہنس پڑے اور آپ نے فرمایا کہ کیا تو عقبہ کی بیٹی ہندہ ہے عرض کی کہ میں وہی ہوں اے اللہ کے نبی ﷺ ہم سے غلطیاں ہوئیں انہیں معاف فرما دیں۔

جب حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "لا تزنین" یعنی بدکاری نہیں کروں گی۔

ہندہ: بولی کہ کیا آزاد عورتیں بھی یہ جرم کرتی ہیں جب حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی۔ ﷺ
ہندہ بولی کہ ہم نے جب وہ چھوٹے تھے انہیں پال پوس کر بڑا کیا آپ نے انہیں قتل کر دیا کیا آپ نے بدر کے میدان میں انہیں زندہ چھوڑا ہے۔ اس بات پر حضور ﷺ مسکرا دیئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اتنا ہنسے اتنا ہنسے کہ زمین پر لوٹ پوٹ ہو گئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی پر تہمت نہیں لگاؤں گی۔

ہندہ بولی کہ واقعی کسی پر جھوٹا بہتان لگانا بہت بری بات ہے اور آپ ﷺ تو ہمیں صرف ان پر باتوں کا حکم دیتے ہیں جو سراپا ہدایت اور اچھے اخلاق ہیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری نافرمانی نہیں کروں گی۔

ہندہ نے عرض کی کہ ہم آپ کی اطاعت گزار بن کر یہاں حاضر ہوئیں ہیں آپ کی نافرمانی کا اب خیال تک بھی نہیں آ سکتا ہے۔

ہندہ رضی اللہ عنہا کا وصال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوا اور انہوں نے اپنے خاوند کے ساتھ یرموک فتح کرنے کے لئے لشکر اسلام میں شرکت کی۔ (السیرۃ النبویہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۶،۲۸۵) (سیرت الرسول ڈاکٹر طاہر القادری جلد ۸ صفحہ ۶۸۴)

اذانِ بلال

فتح مکہ کے پہلے دن ہی جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو آقا ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کعبہ شریف کی چھت پر چڑھ کر اذان پڑھنے کا حکم دیا۔ کفار مکہ آپ کی اذان کی آواز سن کر پیچ و تاب کھانے لگے۔

عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام بھی ابوسفیان کے ساتھ حرم کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے عتاب بن اسید کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے باپ پر کرم فرمایا کہ اس کو موت دے دی ورنہ آج اگر وہ زندہ ہوتا تو اسے بہت غصہ آتا۔ پھر بولا کہ محمد (ﷺ) کو اس کالے کوے کے علاوہ اور کوئی نہیں ملا۔ (نعوذ باللہ)

حارث بن ہشام کہنے لگا اگر میں جانتا کہ وہ حق پر ہیں تو ان کی ضرور پیروی کرتا۔

ابوسفیان بولا کہ میں کچھ نہیں کہتا اگر میں کوئی بات کروں گا تو یہ کنکریاں بھی حضور ﷺ کو بتا دیں گی۔

اتنی دیر میں حضور ﷺ تشریف لے آئے اور ہر ایک نے جو بات کہی تھی اسے بتلا دی ابوسفیان فوراً بولا کہ میں نے تو کوئی بات نہیں کی۔ حضور ﷺ اس کی بات سن کر مسکرا دیئے اور عتاب اور حارث کہنے لگے کہ اپ واقعی اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں کہ جو باتیں ہم نے کیں انہیں یہاں ہمارے علاوہ اور کسی نے نہیں سنا۔



خطبہ مبارک

حضور ﷺ کو فتح مکہ کے دوسرے روز اطلاع ملی کہ بنوخزاعہ کے ایک آدمی نے بنولیث کے آدمی کو بدلے میں قتل کر دیا ہے جو زمانہ جاہلیت میں بنوخزاعہ کا قتل ہوا تھا۔حضور ﷺ نے اس انتقامی کارروائی کو سخت ناپسند فرمایا اور اپنی اونٹنی پر کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا۔

''لوگو! اللہ تعالیٰ نے مکہ کو اسی دن حرم (حرمت والا) بنایا جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا گیا اس لئے وہ اللہ کی دی ہوئی حرمت کی وجہ سے قیامت تک حرمت والا رہے گا بے شک اللہ تعالیٰ نے مکہ سے اصحاب فیل کو روک دیا لیکن اس نے اپنے رسول اور مسلمانوں کو اہل مکہ پر غالب کر دیا اچھی طرح سمجھ لو کہ نہ مجھ سے پہلے خونریزی کسی کے لئے حلال ہوئی اور نہ بعد میں ہوگی میرے لئے بھی اسے دن کے کچھ حصے (ساعت) کے لئے حلال کر دیا گیا لیکن آج پھر اس کی حرمت ویسی ہی قائم ہو گئی ہے۔جس طرح کل تھی کوئی شخص جو اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ یہاں خون بہائے یا یہاں کا کوئی درخت کاٹے۔

یہاں کا کانٹا نہ کاٹا جائے نہ شکار کو بھگایا جائے نہ یہاں کی گری پڑی چیز کو اٹھایا جائے ہاں اس کا اعلان کرنے والا اس کو اٹھا سکتا ہے نہ یہاں کی گھاس اکھیڑی جائے اس پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اذخر گھاس کے کاٹنے پر اس حکم کا اطلاق نہ کیا جائے کیونکہ یہ لوہاروں اور گھروں کی ضرورت کی چیز ہے اس کے جواب میں حضور ﷺ نے کچھ دیر کے لئے توقف کیا پھر فرمایا مگر اذخر گھاس کے کاٹنے کی اجازت ہوگی۔

پھر حضور ﷺ نے بنوخزاعہ کو تنبیہ کی اور فرمایا کہ جو قتل تم نے کیا ہے میں اس کی دیت ضرور ادا کروں گا اگر آج کے بعد کسی نے کوئی قتل کیا تو مقتول کے وارثوں کو اختیار ہوگا کہ قاتل کا خون بہائیں یا اس سے دیت لیں۔

(سیرۃ الرسول، از ڈاکٹر طاہر القادری، جلد ۸ صفحہ ۶۸۲)



بت کدوں کو مسمار کرنے کا حکم

۱۔عزیٰ

حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عزیٰ کے مشہور بُت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے نخلہ کی طرف بھیجا یہ نخلہ میں ایک مکان میں تھا آپ نے اس مکان کو بھی مسمار کر دیا اور بارگاہ نبوی ﷺ میں لوٹ کر آ گئے۔آ قا ﷺ نے فرمایا کہ تم نے کوئی چیز دیکھی۔انہوں نے عرض کی کہ نہیں ۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ دوبارہ لوٹ کر جاؤ یہ پھر گئے تو دیکھا کہ ایک کالے رنگ کی عورت بال کھولے واویلا کرتے ہوئے اس مکان سے نکلی۔آپ نے اسے قتل کر دیا اور واپس آ کر عرض کی حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ عزیٰ تھی اب کبھی اس کی پرستش نہیں کی جائے گی۔

۲۔سواع

حضور ﷺ نے سواع بت کو مسمار کرنے کے لئے حضرت عمرو بن عاص کو روانہ فرمایا۔وہاں اس بت کے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔اس نے کہا کہ یہ خود اپنا دفاع کرے گا آپ نے فرمایا کہ نادان تم ابھی تک باطل پر اڑے ہوئے ہو۔ یہ نہ کچھ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے آپ نے اس بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اَپنے خدا کا انجام دیکھ کر یہ خادم ایمان لے آیا۔

۳۔مناۃ

حضور ﷺ نے سعید بن زید الاشہل رضی اللہ عنہ کو بیس سواروں کے ساتھ چوبیس رمضان کو اس بت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے بھیجا آپ اس کے پاس پہنچے تو اس بت سے ایک عریاں عورت جو سیاہ فام تھی اور بال بکھرے ہوئے تھے نکلی آپ نے اس کو قتل کر دیا اور بعد میں اس بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

(عیون الاثر فی فنون المغازی، الشمائل السیر جلد ۲ صفحہ ۱۸۴،۱۸۵)

حضور ﷺ کے انصار

انصار مدینہ نے دل میں خیال کرنا شروع کر دیا کہ اب مکہ فتح ہوگیا ہے اور شاید حضور ﷺ ان کو چھوڑ کر یہیں اقامت نہ اختیار فرمالیں۔آ قا ﷺ کو ان وسوسوں سے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرما دیا۔حضور ﷺ نے صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر اپنے

ارد گرد کے انصار سے فرمایا کہ میں اس خیال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں تمہیں چھوڑ کر یہاں آباد ہو جاؤں میری زندگی اور میری موت تمہارے ساتھ ہوگی۔"

اور فرمایا کہ اگر ہجرت نہ ہوئی تو میں انصار کے قبائل کا فرد ہوتا اگر انصار ایک وادی میں چلیں اور دوسرے لوگ دوسری وادی میں چلیں تو میں اپنے لئے اس وادی کو اختیار کروں گا جس میں انصار چل رہے ہوں گے"۔

حضور ﷺ کے ارشادات کو سن کر تمام انصار میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی اور خوشیوں سے ان کے دل بھر گئے۔

عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ نے عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ کا والی بنایا۔ ان کی عمر اس وقت صرف اکیس سال تھی۔
آقا ﷺ نے انہیں فرمایا۔

"اے عتاب کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کن لوگوں پر مقرر کیا ہے پھر فرمایا کہ میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں پر والی مقرر کیا ہے۔ اگر میری نظر میں تم سے بہتر کوئی اور آدمی ہوتا تو میں اسے مقرر فرماتا اب جاؤ اور اپنے فرائض انجام دو میں نے اللہ کے خاص بندوں پر تمہیں والی مقرر کیا ہے میں نے اللہ کے خاص بندوں پر تمہیں والی مقرر کیا ہے میں نے اللہ کے خاص بندوں پر تمہیں والی مقرر کیا ہے تین مرتبہ فرمایا۔ ان کا ایک درھم یومیہ مقرر فرمایا گیا۔ حضرت عتابؓ کافروں کے لئے بہت سخت اور مسلمانوں کے لئے بہت نرم تھے امامت کے فرائض بھی ان کو سونپے گئے اس کے علاوہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو مکہ میں معلم کی حیثیت سے متعین فرمایا۔ فتح مکہ کے پہلے دو دن کے اندر اندر دو ہزار قریشیوں مکہ کے باشندوں نے اسلام قبول کیا۔ ہر آدمی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آگے سے گزرتا، کلمہ شہادت پڑھتا اور ساتھ آئندہ زنا یعنی بدکاری سے بھی توبہ کرتا۔ کیوں کہ مکہ میں پہلے بدکاری عام تھی۔

فتح مکہ کے بعد

حضور ﷺ نے فتح مکہ کے بعد پندرہ روز تک مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا۔ کعبہ شریف میں اس وقت چار سو بیس مثقال سونا موجود تھا۔ حضور ﷺ نے اسے بیت اللہ شریف پر ہی خرچ کرنے کا حکم فرمایا۔ آج کے دور میں جب لوگ کسی علاقہ کو فتح کر لیتے ہیں تو وہاں قسم قسم کی محافل سجھتی ہیں۔ قتل عام کی اجازت دے دی جاتی ہے۔ انسانی خون ارزاں ہو جاتا ہے۔ املاک کو نذر آتش کر دیا جاتا ہے۔ کھیتوں کو برباد کر دیا جاتا ہے دشمن کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا جاتا ہے ان کے عورتوں اور بچوں کو سولی چڑھا دیا جاتا ہے پھر بھی ان کی آتش انتقام ٹھنڈی نہیں ہوتی تو حوا کی بیٹیوں کے ساتھ وہ وحشیانہ سلوک کیا جاتا ہے کہ آسمان بھی کانپ جاتا ہے۔

آج مسلمان بزورِ شمشیر مکہ مکرمہ پر قابض ہوئے تھے۔ چاہتے تو کفار کے خون سے مکہ کی گلیوں کو رنگین کر سکتے تھے لیکن عام معافی کا اعلان کر دیا گیا اور کسی سپاہی کی بھی اتنی جرأت نہ ہوئی کہ کسی کو انگلی بھی لگا سکے یا کسی کی املاک کو لوٹ سکے نہ کسی املاک کو آگ لگائی گئی بلکہ اپنی املاک جو مہاجرین کی یہاں تھی جو کفار نے زبردستی ان پر قبضہ کر رکھا تھا اس سے بھی کوئی تعرض نہ کیا گیا۔ اِن کو بھی جوں کی توں انہی کے پاس ہی رہنے دیا گیا کسی عورت کی چادر کی طرف بھی کسی سپاہی کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اسی لئے اہل مکہ کو "طلق"، یعنی آزاد کہتے ہیں۔ اور یہ آزادی حضور ﷺ کی عطا کردہ ہے جو کہ قیامت تک کے انسانوں کے لئے رسول اور نبی اور رحمت اللعالمین ﷺ بنا کر بھیجے گئے ہیں اور جن کو آخری کتاب قرآن پاک دیا گیا ہے۔ تاکہ لوگ اس کو بار بار پڑھ پڑھ کر اور غور کر کے اپنا قبلہ درست کرتے رہیں۔ (سیرت الرسول ۸۔ ۶۸۲۔ ۶۸۱۔ ڈاکٹر طاہر القادری)

مباح الدم مجرمین

حضور ﷺ نے بعض لوگوں کو ان کے سنگین جرائم کے نتیجے میں مباح الدم (یعنی قتل کے قابل) قرار دے دیا۔ لیکن پھر بھی ان میں سے جو کوئی حضور ﷺ کے دامن رحمت کی طرف لپکا۔ تو حضور ﷺ نے اس کی خطائیں معاف فرماتے ہوئے اس کو اپنے دامن رحمت میں چھپا لیا۔ اہل سیر نے ان کی تعداد پندرہ بتائی ہے بعض کے نزدیک سترہ بھی ہے۔ ان میں۔ ۱۔ عبداللہ بن ابی سرح۔ ۲۔ عبداللہ بن خنطل۔ ۳۔ ۴۔ دو کنیزیں۔ ۵۔ عکرمہ بن ابی جہل۔ ۶۔ حویرث بن نقید۔ ۷۔ مقیس بن سبابہ نیثی۔ ۸۔ ہبار بن اسود۔ ۹۔ کعب بن زبیر۔ ۱۰۔ حارث بن ہشام۔ ۱۱۔ زبیر بن ابی اُمیہ۔ ۱۲۔ سارہ۔ ۱۳۔ صفوان بن امیہ۔ ۱۴۔ ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان۔ ۱۵۔ وحشی۔ (سیرۃ الرسول از ڈاکٹر طاہر القادری جلد ۸ صفحہ ۶۷۲)

عبداللہ بن ابی سرح

یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا۔ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو کر مدینہ سے چلا گیا۔ یہ حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں نعوذ باللہ ہرزہ سرائی کیا کرتا تھا اس لئے حضور ﷺ نے اس کے قتل کا حکم جاری فرما دیا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس معافی کے لئے آیا۔ آپ نے اسے چھپا دیا اور پھر حضور ﷺ کے پاس لے کر آئے۔ حضور ﷺ نے اس کو معاف کرنے سے انکار فرما دیا لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اتنا اصرار فرمایا کہ آپ کی بات کو حضور ﷺ رد نہ فرما سکے اور اس کو معاف فرما دیا اس کے بعد ان کا اسلام بہت اچھا ہو گیا انہوں نے مسلمانوں کی جنگوں میں حصہ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سعید مصر کے علاقہ میں گورنری دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں مصر کے علاقے میں ولایت دی۔ ۵۷ یا ۵۹ سال کی عمر میں صبح کی نماز پڑھنے کے بعد سلام پھیرنے کے فوراً بعد داعی حق کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

35

۲۔عبداللہ بن حنظل

یہ ایمان لانے کے بعد مرتد ہوگیا تھا۔اس کا اصل نام عبدالعزی تھا۔حضورﷺ نے اس کے اسلام لانے کے بعد اس کا نام عبداللہ لکھا اور اس کو بعض قبائل کی طرف صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا گیا۔راستے میں اس نے اپنے ساتھ انصاری جو حضورﷺ نے اس کے ساتھ اس کی مدد کے لئے بھیجے تھے کو اتنی سی بات پر قتل کر دیا کہ انہوں نے اس کے لئے بروقت کھانا کیوں نہیں بنایا اور سو کیوں رہے۔اور خود یہ مرتد ہو کر مکہ مکرمہ واپس آ گیا یہ شاعر تھا اس نے حضورﷺ کے متعلق ہجویہ اشعار لکھنے شروع کر دیئے اس کی دو کنیزیں ان کو لہک لہک کر پڑھا کرتی تھیں فتح مکہ کے دن اس نے قسم کھائی کہ میں بزور شمشیر محمد (ﷺ) کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا۔اس نے زرہ پہنی ہتھیار سجائے اور گھوڑے پر بیٹھ کر مقابلے کے لئے آ کھڑا ہوا۔لیکن اسلام کے لشکروں کو دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے اور بھاگ کر حرم شریف میں آ گیا اور زرہ اور ہتھیار وغیرہ اتار کر گھوڑے کو چھوڑ کر کعبہ شریف کے غلاف میں چھپ گیا۔کسی نے حضورﷺ کو عبداللہ بن حنظل کے متعلق بتایا کہ یہ کعبہ کے غلاف میں چھپا ہوا ہے حضورﷺ اسے قتل کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ کعبہ کسی مجرم بدکار کو پناہ نہیں دیتا اور نہ حد قائم کرنے سے روکتا ہے چنانچہ سعید بن حریث اور ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہم نے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

۳،۴۔دو کنیزیں رحمۃ اللہ علیہ

اس کی دو کنیزیں جو تھیں ان میں سے ایک کو قتل کر دیا گیا۔دوسری نے معافی مانگ لی اور ایمان لے آئی اسے معاف کر دیا گیا۔

۵۔عکرمہ بن ابی جہل رحمۃ اللہ علیہ

اس نے مسلمانوں کے خلاف بہت سی جنگیں لڑی تھیں۔اور فتح مکہ کے موقع پر بھی اس نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دستے کے ساتھ مزاحمت کی لیکن شکست کھا کر سمندر کی طرف بھاگ نکلا۔اس نے ارادہ کیا کہ سمندر میں ڈوب کر مَر جائے گا یا یمن کی طرف جا نکلے گا۔راستہ میں اس کی کشتی کو سمندر کے طوفان نے آ لیا۔اس نے اپنے بتوں لات و ہبل کو پکارا۔کشتی والوں نے اسے کہا کہ یہاں لات و ہبل کی نہیں چلتی۔یہاں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارو وہی اس کشتی کو اس طوفان سے بچا سکتا ہے۔

اس نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر سمندر میں یہ لات و ہبل کام نہیں آ سکتے تو پھر یہ خشکی پر بھی کام نہیں کر سکتے۔اس نے منت مانگی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ بچا لیا تو یہ اپنا ہاتھ حاضر ہو کر حضرت محمدﷺ کے ہاتھ میں دے دے گا مجھے یقین ہے کہ میں انہیں معاف کرنے والا۔بخشنے والا کریم پاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس پر کرم فرمایا اور اس کو نجات مل گئی۔ادھر اس کی بیوی ام حکیم جو مسلمان ہو گئی تھی آقاﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئی اور عکرمہ کی جان بخشی کی درخواست پیش کی۔حضورﷺ نے اسے قبول فرمایا اور عکرمہ کو امان عطا فرما دی۔

اس کی بیوی حضور کی طرف سے عکرمہ بن ابی جہل کے لئے امان لے کر ساحل کی طرف چلی بھی یہ ساحل پر پہنچ کر واپس لوٹ آیا۔ساحل پر دونوں کی ملاقات ہوگئی۔اس کی بیوی نے اسے کہا کہ میں ایک ایسے شخص کی بارگاہ سے آئی ہوں جو تم سب میں زیادہ نیکوکار اور سراپا خیر ہیں تم اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو اور میرے ساتھ آپ ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں چلو یہ یہاں سے حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں پہنچنے کے لئے چل پڑا۔

ادھر حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ عکرمہ تمہارے پاس آنے والا ہے تم اس کے سامنے اس کے باپ کو برا نہ کہنا۔کیونکہ مرے ہوئے کو برا بھلا کہنے سے اس کے رشتہ داروں کو تکلیف پہنچتی ہے۔

اتنی دیر میں عکرمہ اپنی بیوی کے ساتھ حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں آ پہنچا۔آقا ﷺ کی شان کریمی کہ ابوجہل کے بیٹے کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ور اپنی چادر مبارک اتار کر اس پر ڈال دی اور فرمایا۔

مَرْحَبًا بِمَنْ جَاءَ مُؤْمِنًا مُهَاجِرًا۔

میں اس شخص کو خوش آمدید کہتا ہوں جو ایمان لایا اور ہجرت کر کے میرے پاس آیا۔

عکرمہ بولا کہ اس عورت نے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ نے مجھے امان عطا فرما دی ہے اس کی بیوی ام حکیم نے اس وقت نقاب ڈالا ہوا تھا۔حضور ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے تجھے امان ہے اس نے پوچھا کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اس امر کی دعوت دیتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔نماز قائم کرو۔زکوٰۃ ادا کرو وغیرہ اس نے کہا کہ آپ کی دعوت سراپا خیر ہے آپ دعوت نبوت سے پہلے بھی سچ بولنے والے تھے اور دعوت نبوت کے بعد بھی سچ بولنے والے ہیں۔

اس نے عرض کی کہ اور کیا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم یہ کہو کہ اس بات پر اسلام لائے ہو کہ اسلام کے مجاہد ہو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے ہو ان امور پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناؤ اور تمام لوگ جو یہاں حاضر ہیں ان کو گواہ بناؤ۔

عکرمہ نے اسی طرح کیا اور کہا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

یہ کہہ کر فرط حیا سے اپنا سر نیچے کر لیا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا اسلام بہت شاندار رہا۔اور انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر بہت سی جنگوں میں حصہ لیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر مرتدین اور نبوت کے جھوٹے مدعیوں کے خلاف لڑے۔رومیوں کے ساتھ جہاد میں حصہ لیا۔یہ بڑے سرداروں میں سے تھے۔

شام میں جتنی فتوحات ہوئیں ان میں انہوں نے کارہائے نمایاں ادا کئے۔یہ ہر وقت جہاد میں شریک رہتے تھے اور واپس لوٹ کر نہیں آتے تھے یہ جب بھی کلام پاک کھولتے قرآن پاک کی تلاوت کے لئے تو ان پر غشی طاری ہو جاتی تھی اور یہ

فرماتے تھے کہ یہ میرے رب کا کلام ہے۔ هُوَ كَلَامُ رَبِّي۔ یہ میرے رب کا کلام ہے۔

سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں حمص شہر کو رومیوں سے چھڑانے کے لئے مسلمانوں کے ساتھ مل کر ان سے شدید جنگ کی اور بڑی بہادری اور جوانمردی سے لڑتے رہے کہ رومیوں کے بہت بڑے بطریق نے جس کا نام ہربیس تھا۔ نے اچانک آپ کے سینے میں نیزے کو گھونپ دیا اور آپ نے اپنی جان اپنے خدا کے لئے سپرد کر دی۔ شہادت سے پہلے آپ نے فرمایا کہ میں آہو چشم حوریں دیکھ رہا ہوں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس بطریق کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (ضیاء النبی ۴۔ ۴۵۷۔ ۴۵۶ از پیر کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ)

۶۔حویرث بن نقید بن وہب

یہ شخص مکہ میں مسلمانوں کو سخت تکلیفیں دیا کرتا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ام کلثوم کو لیکر مدینہ منورہ کی طرف چلے تو یہ راستے میں اُنہیں مل گیا اور اس نے اپنی لاٹھی سے ان کے کجاوں کو کچوکے دیئے اونٹ بدک گیا اور حضور ﷺ کی لخت جگر لاڈلی بیٹیاں زمین پر گر گئیں۔ فتح مکہ کے دن سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔

(رحمت دارین ۶۷۸)

۷۔مقیس بن صبابہ لیثی

فتح مکہ کے دن اس کو نمیلہ بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا کیوں کہ اس نے اپنے بھائی کے قتل میں جو کہ بھول کر ایک انصاری سے قتل ہوا تھا اور حضور علیہ السلام سے اس نے دیت بھی لے لی تھی۔ باوجود اس انصاری کو قتل کر دیا تھا اور بھاگ کر مکہ چلا گیا تھا اور اپنے دین سے منحرف ہو گیا تھا۔ (رحمت دارین صفحہ ۶۷۷)

۸۔ہبار بن اسود

حضور ﷺ نے اسے بھی مباح الدم (واجب القتل) قرار دے دیا تھا یہ حضور ﷺ کی شان میں (نعوذ باللہ) ہجو کیا کرتا تھا۔ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آ رہی تھیں تو اس نے بھی اپنے عصا کے ساتھ اُن کے اونٹ کی بغلوں میں کچوکے لگائے اونٹ نے بدک کر ان کو گرا دیا آپ کا حمل ضائع ہو گیا اپ بیمار ہو گئیں اور اس بیماری میں آپ نے وفات پائی۔

یہ بھی بھاگ گیا تھا آقا ﷺ جب جعرانہ کے مقام پر تشریف فرما تھے تو یہ اچانک آ حاضر ہوا حضور علیہ السلام نے لوگوں کے بتانے پر فرمایا کہ میں نے اسے دیکھ لیا ہے ایک صحابی اس کا کام تمام کرنے کے لئے اٹھے تو آقا ﷺ نے انہیں بٹھا دیا۔ یہ حضور ﷺ کی خدمت دست بستہ کھڑا ہو گیا اور عرض کی اسلام علیک یا نبی اللہ۔

اَشۡهَدُ اَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ وَ اَنَّكَ عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ۔ 

اس نے عرض کی کہ حضور کی عفو و کریمی کا سن کر میں آپ کے پاس آ حاضر ہوا ہوں ورنہ میرا ارادہ عجمیوں کے ملک میں بھاگ جانے کا تھا۔ حضور ﷺ میری تمام باتیں جو میں نے آپ کی دل آزاری میں کیں۔ میں ان کا اعتراف کرتا ہوں۔ اپنی ساری غلطیوں کا اعتراف کرتا ہوں اور سچے دل سے آپ سے معافی کا طلبگار ہوں۔ آپ سراپا رحمت ہیں مجھے معاف فرما دیجئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا اے ہبار میں تجھے معاف کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے کہ اس نے اسلام قبول کرنے کی تجھے ہدایت عطا فرمائی اور جب انسان اسلام قبول کر لیتا ہے تو اسلام اس کی سابقہ بدکرداریوں اور خطاؤں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔

سبحان اللہ حضور ﷺ کی کیا شان کریمی ہے کہ اپنی پیاری بیٹی کو سخت تکلیف دینے والے اور اس کی موت کا باعث بننے والے اور حضور ﷺ کی شان پاک میں نعوذ باللہ ہجو کرنے والے ہبار بن اسود کو بھی معاف فرما دیا۔

۹۔کعب بن زہیر المزنی

ان کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے۔ یہ دونوں بھائی کعب اور بجیر تھے ان کے باپ کا نام زہیر تھا اس نے خواب دیکھی کہ آسمان سے ایک رسی لٹکائی گئی ہے لیکن وہ اس کو نہیں پہنچ سکا۔ اس نے خواب کی یہ تعبیر کی کہ نبی آخر زمان کے متعلق ہم اہل کتاب سے سنتے ہیں کہ ان کا زمانہ قریب ہے کہ میں اپنی زندگی میں ان تک نہیں پہنچ سکوں گا اس نے اپنے بیٹوں بجیر اور کعب کو وصیت کی کہ جب حضور ﷺ تشریف لائیں تو بغیر توقف کے فوراً اسلام قبول کر لیں۔

ایک دن یہ دونوں بھائی البرق الغراب نامی چشمہ جو کہ مدینہ طیبہ اور ربذہ کے درمیان بنی اسد کے علاقہ میں تھا کے پاس اپنی بکریاں چرا رہے تھے یہ کافی دیر سے حضور ﷺ کی مدینہ طیبہ آمد کے متعلق سن رہے تھے بجیر نے اپنے بھائی کعب سے کہا کہ تم بکریاں سنبھالو میں اس نبی (ﷺ) کے پاس ملاقات کے لئے جاتا ہوں اور اس دین کے بارے میں جو معلومات مجھے ملتی ہین تجھے بھی ان سے آگاہ کرتا ہوں۔

جب بجیر حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچا تو روئے اقدس کو دیکھتے ہی آپ پر فدا ہو گیا اور اس کی ازلی سعادت سے اللہ نے اس پر جو احسان فرمایا ہوا تھا اس کی دستگیری کی گئی اور اس کا دل حضور ﷺ کو دیکھتے ہی نور سے منور ہو گیا اور وہ فوراً حضور ﷺ پر ایمان لے آیا۔ اور کلمہ طیبہ لا الہ الا محمد رسول اللہ پڑھ لیا اس نے اپنے بھائی کو اپنے مسلمان ہونے کے متعلق بتایا تو اس کے دل کی سختی نے اس کو باز رکھا اور شقاوت قلبی کی وجہ سے اس نے حضور ﷺ کے متعلق ہجویا اشعار لکھ کر اپنے بھائی کو بھیجے انہوں نے یہ اشعار حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے اس وقت بے شمار قادر الکلام شعراء تھے جن میں سے ایک



کعب بھی تھا۔

حضور ﷺ نے اس کے قتل کے متعلق حکم جاری فرما دیا۔

کعب کو جب اپنی موت کی فکر لگی تو دنیا اس پر تاریک ہوگئی۔

اس کے بھائی کو اس پر ترس آ گیا اس نے اس کی طرف لکھا کہ اگر تو زندہ رہنا چاہتا ہے تو سچے دل سے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی طلب کر کے مسلمان ہو جا کیونکہ حضور ﷺ کے پاس جو معافی کے لئے حاضر ہوتا ہے آقا ﷺ اس کو معاف فرما دیتے ہیں۔

قبیلہ جہنیہ کا مدینہ منورہ میں اس کا ایک دوست رہتا تھا یہ اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ کوئی طریقہ بتاؤ کہ حضور ﷺ کے سامنے پیش ہوں تو اپ مجھے معاف فرما دیں۔

اس کے دوست نے اسے بتایا کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے رحم دل ہیں اور حضور ﷺ ان کی بات بھی مانتے ہیں یہ کعب کو ساتھ لے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور سارا ماجرہ سنایا۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے حضرت ابوبکر صدیق نے بیعت اور معافی کی درخواست پیش کی۔

کریم آقا ﷺ نے اس کو فوراً معاف فرما دیا۔ یہ اسلام لے آئے حضور ﷺ نے ان کو ہاتھ بڑھا کر بیعت فرما لیا۔

اسلام لانے کے بعد حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قصیدہ حضور ﷺ کی شان میں بیان کیا۔ جس کے ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ حضور رسول کریم ﷺ تو وہ نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور یہ اللہ کی تلواروں سے ایک بے نیام تلوار ہیں۔

حضور ﷺ نے اس شعر کو بہت پسند فرمایا اور اپنی چادر مبارک اتار کر ان کو پیش کی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں یہ چادر دس ہزار درھم کے عوض ان سے لینا چاہی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ ان کے وصال کے بعد ان کے وارثوں سے آپ نے حضور ﷺ کی چادر مبارک بیس ہزار درھم کے عوض خرید کی اور تمام بادشاہوں کو ان کے اقتدار سنبھالنے کے وقت یہ چادر اڑھائی جاتی رہتی۔ لیکن فتنہ تاتار کے وقت یہ چادر گم ہوگئی۔

۱۰۔ ۱۱۔ حارث بن ہشام المخزومی اور زہیر بن ابی امیہ

حارث بھی ہشام المخزومی ابوجہل کا سگا بھائی تھا۔ اس کو حضور ﷺ نے قتل کا حکم صادر فرما دیا تھا۔

دوسرا شخص زہیر بن امیہ تھا اس کے متعلق بھی آقا ﷺ نے قتل کا حکم ارشاد فرمایا ہوا تھا۔ یہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا سگا بھائی تھا۔

فتح مکہ کے موقع پر یہ دونوں ام ہانی رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن کے گھر میں چھپ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کرنا چاہا لیکن انہوں نے ان دونوں کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ اور حضور ﷺ سے عرض کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمہاری پناہ ہماری پناہ ہے۔ حضور ﷺ نے ان کو معاف فرما دیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بھی ان کی سفارش آقا ﷺ سے کی تھی یہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو کر آپ پر ایمان لے آئے اور نور اسلام سے ان کے دل منور ہو گئے۔

۱۲۔ سارہ

حضور ﷺ نے اس کو بھی واجب القتل قرار دے دیا تھا یہ بنی مطلب بن عبد مناف کی کنیز تھی جو کہ گانے والی تھی اسی عورت کے ذریعہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ پر حملہ کے بارے میں اہل مکہ کو مطلع کرنا چاہا تھا کہ یہ پکڑی گئی اس نے حضور ﷺ کے آگے اپنی تنگ دستی کا شکوہ پیش کیا۔ حضور ﷺ نے اس کو ایک اونٹ غلہ سے لدا ہوا مرحمت فرمایا۔ اس عورت نے حضور ﷺ کے احسان کا بدلہ یہ دیا کہ مکہ جا کر ابن خطل کے ہجویہ اشعار آقا ﷺ کے متعلق گا گا کر کفار مکہ سے داد وصول کرتی رہی۔

فتح مکہ کے دن یہ چھپ گئی اور کسی کے ہاتھ حضور ﷺ کی خدمت میں امان کی طلبگار ہوئی۔ حضور ﷺ نے اس کو امان عطا فرما دی۔ یہ حاضر ہوئی اور سچے دل سے حضور ﷺ پر ایمان لے آئی۔

۱۳۔ صفوان بن اُمیہ

حضور ﷺ نے اسے بھی مباح الدم یعنی واجب القتل قرار دے دیا تھا کیونکہ یہ اسلام اور حضور ﷺ جو داعی اسلام تھے کا زبردست مخالف تھا۔ مکہ مکرمہ میں بھی یہ حضور ﷺ اور ان کے حواریوں کو ہر وقت ستاتا رہتا تھا اور ہجرت کے بعد بھی اس کی شرارتوں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا اس کا باپ امیہ بھی۔ اسلام کا سخت دشمن تھا۔

فتح مکہ کے روز یہ بھاگ کر ساحل سمندر کی طرف چلا گیا تاکہ سمندر میں کود کر خودکشی کر سکے۔ اس کے چچا کا بیٹا عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ جو کہ مسلمان ہو گیا ہوا تھا آقا ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور ﷺ نے ہر سرخ وسیاہ کو امان دے دی ہے۔ اور اس کی معافی کے لئے امان طلب کی کریم آقا ﷺ نے اس کو امان عطا فرما دی۔

عمیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ حضور کوئی نشانی عطا فرمائی جائے کیونکہ میں نے اس کو پہلے بھی آنے کے لئے کہا تھا لیکن وہ ڈرتا ہے کہ کہیں قتل نہ کر دیا جائے اس لئے پہلے بھی اس نے کہا تھا کہ کوئی ایسی نشانی مجھے لا کر دو جو میں پہنچاتا ہوں۔

کریم آقا ﷺ نے اس جیسے بدکردار شخص کے لئے اپنے سر مبارک کا جبہ مبارک بھیجا تاکہ وہ اس کو پہچان لے اور واپس چلا آئے۔

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ اپنے چچا کے لڑکے کے لئے حضور ﷺ کا جبہ مبارک لے کر ساحل سمندر پر پہنچے۔ اس نے آپ کو دیکھتے ہی کہا کہ جاؤ میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ میں ایک ایسے کریم النفس شخص (ﷺ) کے پاس سے تمہارے پاس آیا ہوں جو تمام لوگوں سے افضل ہیں اور میں تمہارے پاس آپ ﷺ کی نشانی بھی لے کر آیا ہوں۔حضور ﷺ نے تم کو امان عطا فرما دی ہے پھر انہوں نے حضور ﷺ کا جبہ مبارک نکالا اور اسے دکھایا۔

صفوان نے حضور ﷺ کے جبہ مبارک کو پہچان لیا۔اور حضرت عمیرؓ کے ساتھ حضور ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہو گیا۔

صفوان بن امیہ نے عرض کی کہ اس شخص نے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے امان عطا فرما دی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا ہے۔

اس نے عرض کی کہ مجھے دو ماہ کی مہلت عطا فرمائی جائے۔حضور ﷺ نے اسے چار ماہ کی مہلت عطا فرما دی۔

غزوہ حنین کی تیاری کے سلسلے میں حضور ﷺ نے اس سے چالیس ہزار درہم بطور قرضہ لیے اور جو زرہیں اس کے پاس تھیں وہ بھی عاریتاً اس سے لیں اس نے عرض کی کہ کیا یہ سارا مال بھی آپ مجھ سے لینا چاہتے ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ تجھے واپس کیا جائے گا اور اگر کوئی زرہ ضائع ہوئی تو اس کی تجھے قیمت ادا کی جائے گی یہ غزوہ حنین میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوا۔فتح حنین کے موقع پر اس کو ایک سو اونٹ مرحمت فرمائے پھر ایک سو اونٹ اور دیے پھر ایک سو اونٹ اور عطا فرمائے۔دو پہاڑوں کے درمیان بھیڑ بکریوں سے بھری ہوئی وادی تھی یہ اس کو للچائی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔حضور ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہیں یہ پسند ہے۔اس نے کہا کہ ہاں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اسے تجھ کو دے دیا یہ بے ساختہ پکار اٹھا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اس نے مزید کہا کہ کوئی بادشاہ اتنی خوشی سے کسی کو اتنا زیادہ نہیں دے سکتا۔آپ یقیناً اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ ہیں اور وہ دل سے حضور ﷺ پر ایمان لے آیا۔

وہ کہا کرتا تھا کہ حضور ﷺ کی سب سے زیادہ میرے دل میں دشمنی تھی وہ مجھے دیتے گئے دیتے گئے دیتے گئے حتیٰ کہ سب سے زیادہ وہ مجھے محبوب بن گئے۔

یارسول اللہ ﷺ آپ نے اپنی جان کے دشمنوں، اسلام کے دشمنوں اور اللہ وحدہ لاشریک کی شان پاک میں شریک بنانے والوں کو بھی معاف فرما دیا۔

یارسول اللہ ﷺ ہم گناہ گاروں، روبہ سیاہ جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی شان پاک کے قابل کوئی بھی نیکی نہیں اللہ تعالیٰ سے مغفرت لے دیں تاکہ اس کی بارگاہ عالیہ میں ہم بھی سرخرو ہو جائیں۔ یارسول اللہ ﷺ آپ اتنے کریم ہیں تو آپ کا رب کتنا کریم ہوگا لیکن اس کے کرم کی خیرات ہمیں آپ علیہ السلام کے صدقے ہی مل سکتی ہے ہم گناہ گاروں کو اپنی محبت کی لذت عطا فرمائیں جس کی مٹھاس ہر وقت دل میں محسوس ہوتی رہے۔

جس کی چاشنی سے جسم مہکتا رہے اور ہماری آنکھوں کو ہر دم اپنے دیدار سے منور فرماتے رہیں اور ہمارے دل میں ایک ایساروشن دان بنا دیں۔کہ اس سے جھانک کر ہر دم آپ ﷺ کی زیارت سے بہرہ یاب ہوتیں رہیں اور یارسول اللہ ﷺ ہم گناہ گاروں کے دلوں میں اپنا بسیرا فرمالیں نہ ہم اس قابل ہیں نہ ہمارے دل اس قابل ہیں لیکن آپ ﷺ تو گناہ گاروں کے لئے سراپا رحمت ہیں اور اگر آپ ہمیں نہیں سنبھالیں گے تو ہم اور کس کے در پر جائیں گے ہماری کون سنے گا۔

یارسول اللہ ﷺ امت مسلمہ کی کشتی ہچکولے کھا رہی ہے اور خدا اور آپ ﷺ کے دشمن لوگوں کی بے رحم نگاہیں اور ہاتھ اس کو ڈبونے کے درپے ہیں اور نہ ہمارے عملوں اور نہ ہم میں اتنی طاقت ہے کہ ہم خود اس کو سنبھال سکیں۔

یا رسول الله انظرحالنا
یا حبیب الله اِسمع قالنا
اننی فی بحر غم من مغرق
خذیدی سهلنا اشقالنا

یارسول اللہ ﷺ جدھر دیکھتے ہیں تو ہر طرف آپ علیہ السلام کا جمال پاک ہی نظر آتا ہے اور یہ کاروبار کائنات آپ علیہ السلام کی وجہ سے ہی چل رہا ہے۔

احقر العباد
محمد نثارالنبی بن محمد ریاض بن محمد چراغ

۱۴۔ہندہ بن عتبہ زوجہ ابوسفیان رضی اللہ عنہم

اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اس کو بھی حضور ﷺ نے اپنی شان کریمی میں جگہ عطا فرما کر معاف کر دیا اور یہ بھی سچے دل سے ایمان لے آئی۔

۱۵۔وحشی بن حرب

یہ وہی شخص ہے جس نے حضور ﷺ کے سگے چچا اور اسلام کے شیر حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیا تھا حضور علیہ السلام اپنے چچا سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔

فتح مکہ کے دوران یہ بھاگ کر طائف چلا گیا۔ حضور ﷺ نے غزوہ حنین کی فتح کے بعد جب طائف کا رخ کیا تو یہ اس وقت وہاں ہی تھا۔ اور جب طائف کے سرداروں نے اپنا شہر حضور ﷺ کے حوالے کرنے کے لئے اپنا وفد آقا ﷺ کی بارگاہ میں روانہ کیا تو اس نے شام یا یمن یا کسی اور ملک چلے جانے کا سوچا اس دوران کسی نے اس کو بتایا کہ جو آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر اسلام قبول کر لے۔ آقا ﷺ اس کو معاف فرما دیتے ہیں۔

یہ حضور ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں پناہ لینے کے لئے چل پڑا اور اچانک حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

حضور ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو وحشی ہے اس نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ﷺ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے (حضرت) حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا واقعہ سناؤ۔

اس نے تمام واقعہ بیان کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم جب بھی میرے پاس آؤ تو اپنے چہرے کو مجھ سے چھپائے رکھنا۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں انہوں نے مسلمہ کذاب کے خلاف جنگ لڑی اور اپنے اِسی حربے سے جس سے انہوں نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا سے مسلمہ کذاب کو قتل کیا یہ کہا کرتے تھے کہ میرے گناہ کی تلافی شاید مسلمہ کذاب کو قتل کرنے سے ہو جائے۔ (ضیاء النبی جلد ۴ صفحہ ۴۵۱ تا ۴۶۷) (رحمت دارین صفحہ ۶۷۷ تا ۶۸۰)

اللہ جل شانہ کی شانِ کریمی

سبحان اللہ کیا حضور ﷺ کی شان کریمی ہے کہ اپنے چچا کے قتل کو بھی معاف فرما دیا اللہ کی رحمت کے اگر سو حصے تصور کئے جائیں تو اس دنیا میں اس کی رحمت کے صرف ایک حصے کا ظہور ہوا ہے جس سے ہر کوئی دوسرے سے محبت کرتا ہے ماں بچے سے محبت کرتی ہے چاند سورج ستارے ایک دوسرے کے گرد اسی محبت کی وجہ سے پھر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ جب اس محبت کو قیامت کے دن بھی اپنی طرف پھیر لیں گے تو قیامت قائم ہو جائے گی تمام نظام درہم برہم ہو جائے گا اور ہر طرف نفسا نفسی کا دور قائم ہو جائے گا اور جب اللہ تعالیٰ کی آواز حشر کے میدان میں گونجے گی۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ۔

ترجمہ: آج کس کی بادشاہی ہے۔

تو کوئی نہیں بولے گا ہر طرف خاموشی ہی خاموشی ہو گی کتنی ہی دیر جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے یہ آواز گونجتی رہے گی پھر کافی دیر کے بعد اللہ تعالیٰ خود ہی فرمائیں گے۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ آج صرف اکیلے خدائے قہار کی بادشاہی ہے۔ اور پھر لوگ سفارش کے لیے چیدہ چیدہ انبیاء کرام کے پاس جائیں گے۔ لیکن ہر کوئی معذرت کرے گا۔ اور جب ہر طرف سے تمام لوگ

پھر پھرا کر حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں آئیں گے تو حضور ﷺ فرمائیں گے کہ ہاں میں ہی تمہاری شفاعت کروں گا مخلوق کو ادھر ادھر پھرانے سے بھی اللہ تعالیٰ کی غرض یہ ہے کہ لوگوں کو حضور ﷺ کی شان پاک سے آگاہی ہو جائے۔

اور جب حضور ﷺ کا سر مبارک اللہ تعالیٰ اپنے قدموں میں سجدہ ریز دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا غضب رحمت میں بدل جائے گا اور جب حکم ہوگا کہ حساب کے لئے کوئی آدمی پیش کیا جائے گا تو اس ذات پاک کے آگے جانے سے ہر کوئی ڈرے گا اور حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیش کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو دیکھنے سے اور زیادہ جوش میں آجائے گی۔

اور حضور ﷺ کے طفیل اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سو کے سو حصے مخلوق پر نچھاور فرما دیں گے۔

تو اس وقت کوئی بدبخت ہی ہوگا کہ جس کو حضور ﷺ کے خدا کی رحمت سے حصہ نہ ملے ورنہ حضور ﷺ کو حکم ہوگا کہ جس کی دل میں ایک رائی ذرہ برابر بھی ایمان ہے اس کو بھی دوزخ سے نکال لیجئے۔ اور اُس وقت شفاعت عام کر دی جائے گی اور دوسرے نیک لوگوں کو بھی شفاعت کا اختیار حضور علیہ السلام کے صدقے میں دے دیا جائے گا۔

القرآن: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

۱۶۔۱۵۔ابولہب کے بیٹے

ابولہب کے دو بیٹے عتبہ اور معتب تھے حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کو لانے کے لئے فرمایا جب یہ حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا یہ دونوں سچے دل سے ایمان لے ائے حضور ﷺ ان کو ساتھ لے کر ملتزم (باب کعبہ) پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور حضور ﷺ کا چہرہ مبارک فرط مسرت سے کھل اٹھا سبحان اللہ کیا چہرے مبارک کی تازگی ہوگی اور کون کون اس کی زیارت کر رہا ہوں گا۔

من بندہ آں روے کہ دیدن نہ گزارن
دیوانہ زُلفے کہ کشیدن نہ گزارن

میں اس حسین مکھڑے کا غلام ہوں دیوانہ ہوں کہ جس کو دیکھنے کی مجھ میں تاب نہیں اور ان حسین زلفوں کا اسیر ہوں جن تک پہنچنے کی مجھ میں تاب نہیں۔

۱۷۔سہیل بن عمرو

سہیل بن عمرو کے بیٹے حضرت عبداللہ پہلے مسلمان ہو گئے تھے انہوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں اپنے باپ کے لئے معافی اور امان کی درخواست پیش کی جو حضور ﷺ نے قبول فرمالی اور فرمایا کہ اسے چھپنے کی ضرورت نہیں سامنے آ

جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اپنی زندگی کی قسم سہیل بڑا دانشمند اور شریف النفس ہے اور سہیل جیسا آدمی زیادہ دیر اسلام کا انکار نہیں کر سکتا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سہیل بن عمرو کو پہنچیں تو کہنے لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بچپن میں تھے اس وقت بھی احسان فرماتے تھے اور جب بڑے ہوئے اس وقت بھی احسان فرماتے ہیں۔

اس نے فوراً اسلام قبول نہیں کیا بلکہ حالت کفر ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں شرکت کی اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح حنین کے بعد جب جعرانہ کے مقام پر تشریف فرما تھے تو اللہ تعالیٰ نے نور اسلام کی روشنی سے اس کے دل کو بھر دیا اور یہ سچے دل سے کلمہ طیبہ لا الہ الا محمد رسول اللہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

ان کا اسلام بہت اچھا ثابت ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت جب کچھ لوگوں کی ایمان کی کشتی ڈگمگانے لگی تو یہ اس وقت مکہ مکرمہ میں تھے انہوں نے بہت ایمان افروز خطبہ لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے یرموک کی جنگ میں بہادری کے بہت جوہر دکھائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت سے سرفراز فرمایا۔

۱۸۔ عثمان بن طلحہ کلید بردار کعبۃ اللہ

ان کا ذکر پیچھے کیا جا چکا ہے۔

شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ

یہ کفر پر بڑا سخت ڈٹا ہوا تھا اس نے اپنے دل میں تہیہ کیا ہوا تھا کہ چاہے ہر آدمی ایمان لے آئے میں ایمان نہیں لاؤں گا۔

جب مکہ فتح ہو گیا تو بنی ہوازن کی سرکوبی کے لئے جب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہوئے تو یہ ساتھ ہو لیا۔ شیبہ بن عثمان بیان کرتا ہے کہ میں اس لیے ساتھ روانہ ہوا کہ شاید کوئی موقع ملے تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (نعوذ باللہ) زندگی کا چراغ گل کر سکوں۔

اوطاس کے میدان میں جب پہلے پہل مسلمانوں پر سخت تیر اندازی کی گئی تو جب لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے تو صرف چند لوگ ہی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہ گئے۔

میں نے موقع کو غنیمت سمجھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ہو گیا۔ دائیں طرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور بائیں طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے میں نے پیچھے سے وار کرنا مناسب سمجھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت میرے بالکل نزدیک تھے میں نے آپ پر (نعوذ باللہ) وار کرنے کے لئے اپنی تلوار بے نیام کی اور وار کرنے لگا تو اچانک آگ کا ایک شعلہ بڑی تیزی کے ساتھ میری طرف لپکا۔ اس کی چمک سے میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور میں تھر تھر کانپنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا نزدیک ہو جاؤ اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست شفقت میرے سینے پر رکھتے ہوئے فرمایا کہ الٰہی شیبہ کو شیطان کے شر سے بچا لے۔

حضور ﷺ کا دعا مانگنا تھا کہ میرے دل کی کایا پلٹ گئی اور اسی لمحہ حضور ﷺ مجھے میرے کانوں، میری آنکھوں سے بھی پیارے ہو گئے اور میرے دل میں جو حضور ﷺ کے خلاف جذبات جوش مار رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ونشان مٹا دیا پھر حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میرے نزدیک ہو جاؤ اور کافروں سے برسرپیکار ہو جاؤ۔

بعد میں فراغت کے بعد جعرانہ کے مقام پر جب میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

''اے شیبہ تیرے بارے میں جو اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا وہ اس ارادہ سے کہیں بہتر تھا جو تو نے اپنے بارے میں کیا۔ اس وقت حضور ﷺ نے میرے دل میں چھپے ہوئے خیالات پر مجھے آگاہ فرمایا۔ حالانکہ میں نے کسی کو بھی ان میں سے مطلع نہیں کیا تھا یہ سن کر بے ساختہ میں کہہ اٹھا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ و رسولہ۔

عبداللہ بن الزبیری کا قبول اسلام

حضور ﷺ نے جب مکہ مکرمہ پر اسلامی پرچم لہرایا اور اسے فتح فرمایا تو یہ بھاگ کر نجران چلا گیا۔ حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ کے مدح سرا حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف چند شعر لکھ کر بھیجے اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

اس نے یہ اشعار پڑھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اسلام کی شمع روشن کر دی اور یہ اسلام قبول کرنے کے لئے چل پڑا۔

حضور ﷺ اس وقت مدینہ طیبہ میں واپس پہنچ چکے تھے۔

اس کو دیکھتے ہی حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کے چہرہ پر اسلام کا نور چمک رہا ہے۔

اس نے آتے ہی حضور ﷺ کو سلام کیا اور کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا یہ کہنے لگا کہ میں نے ہر جگہ حضور ﷺ کا پیدل سوار مقابلہ کیا۔ آج یہ سوچ کر میرا سر فرط ندامت سے جھک جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو اسلام قبول کرتا ہے تو اس کے پہلے سارے گناہ ملیامیٹ کر دیئے جاتے ہیں۔

(سبل الہدیٰ جلد ۵، صفحہ ۳۷۰)

فضالہ بن عمیر کا قبول اسلام

فتح مکہ کے موقع پر جب حضور ﷺ طواف میں مصروف تھے تو یہ حضور ﷺ کے نزدیک ہو گیا اور خنجر سے آقا ﷺ پر حملہ کرنا چاہا کہ اچانک حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم فضالہ ہو۔ عرض کی کہ ہاں حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے دل میں کیا باتیں کر رہے تھے اس نے عرض کی کہ کچھ نہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا تھا۔

حضور ﷺ نے استغفر اللہ پڑھا اور فرمایا کہ فضالہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔ اور حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک فضالہ کے سینے پر رکھ دیا۔ تو حضور ﷺ اسے تمام دنیا سے پیارے دکھائی دینے لگے اور یہ بے اختیار کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

(سبل الہدیٰ جلد ۵ صفحہ ۳۷۰)

والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ ابھی ایمان نہیں لائے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے والد کا ہاتھ پکڑ کر حرم کعبہ میں حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم اس شیخ کو گھر میں رہنے دیتے تا کہ میں چل کر خود اس کے پاس جاتا۔

حضور ﷺ نے ابوقحافہ کو سامنے بٹھایا۔ اور فرمایا ابوقحافہ اسلام قبول کرلو پھر ان کے سینے پر ہاتھ پھرا اور فرمایا کہ اسلام قبول کرلو انہوں نے فوراً کلمہ شہادت پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئے۔

ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے حضور ﷺ نے ان کو بالوں کی رنگت تبدیل کرنے کا حکم فرمایا۔

(سیرۃ ابن ہشام قاہرہ، جلد ۴، صفحہ ۲۵) (ضیاء النبی جلد ۴ صفحہ ۴۷۵)

غار حرا سے شروع ہونے والے سفر نے قلیل مدت میں کئی ہزار لوگوں کو اپنا اسیر بنا لیا تھا اور بدستور اپنا غلام بنا رہا تھا اور قیامت تک بناتا رہے گا اسلام کی چاشنی ہر دل میں گھر کرنے لگی تھی اقوام عالم میں اس قسم کے اتنی قلیل مدت کے انقلاب کی مثال نہیں ملتی۔

یہ حضور ﷺ کا اخلاق کریمانہ تھا کہ ہر کوئی آپ کا گرویدہ ہو رہا تھا اور ہوتا رہے گا۔

القرآن: اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔

ترجمہ: یقیناً آپ بہت بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔

شہر مکہ کو پورے علاقے میں مرکزی حیثیت حاصل تھی یہ عربوں کا روحانی ہی نہیں ثقافتی مذہبی اور تجارتی مرکز بھی تھا۔ اہل عرب قریش کی عسکری طاقت سے مرعوب تھے مکہ کے فتح ہو جانے کے باعث تمام دنیائے عرب فرط حیرت میں گم ہو گئی اور سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ واقعی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کے بغیر کوئی طاقت نفع ونقصان کی استطاعت نہیں رکھتی۔ تمام جہانوں کا پالنے والا وہی خدا وحدہ لاشریک ہے تمام زمینوں آسمانوں کا مالک وہی ہے اور ہر کوئی اس کی قدرت کے آگے سرنگوں ہے۔ یہ بت وغیرہ جو ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں کوئی طاقت نہیں رکھتے نہ کسی کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کا نقصان کر سکتے ہیں اور حضور ﷺ واقعی اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مقام پر آپ کی مدد فرمائی ہے اسی لئے اسلام چھا گیا ہے۔

وہی لوگ جو اسلام کے جانی دشمن تھے آج حضور ﷺ کے قدموں میں نثار ہونے کے لئے تیار ہو گئے بلکہ نثار ہوتے

گئے یا نبی اللہ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں بھی آپ اپنے قدموں پر نثار کر لیجئے تاکہ حقیقی معنوں میں ہم بھی نثار النبی بن جائیں یا نبی اللہ ﷺ حضور علیہ السلام کی ساری اُمت کو اپنے قدموں پر نثار کر لیجئے۔

لوگ تو تلواروں سے ملکوں کو فتح کرتے ہیں تو پھر بھی وہ لوگ بغاوت کر کے دوبارہ ملکوں پر قبضہ کر لیتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تو اپنی نظروں سے سب کے دلوں کو گھائل کر دیا تلوار کی ضرورت کب پڑنی تھی لوگ تو آپ ﷺ کی اداؤں کے اسیر ہو گئے ان کے دل تو آپ ﷺ کے زیبائے انور کو دیکھتے ہی گھائل ہو گئے ان کو گھائل کرنے کیلئے نیزوں کی ضرورت کہاں پڑنی تھی یہ لوگ ایسے گھائل ہوئے کہ مرغ بسمل کی طرح آپ کے قدموں میں لوٹنے لگے اور تا قیامت لوٹتے رہیں گے ان کے دلوں کا قرار آپ نے چھین لیا ان راتوں کی نیندیں آپ نے چرا لیں کون کہتا ہے کہ مکہ تلواروں سے فتح ہوا۔ یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کی بندہ نوازی سے فتح ہوا۔

فتح مکہ کا باب تمام ہوا۔ یا رسول اللہ ﷺ ہم گناہ گاروں کے دلوں پر جو گناہوں کے مہیب اندھیرے چھائے ہوئے ہیں ان کو اپنے چہرے پاک کی ضیاؤں سے منور فرما دیں۔

اے میرے رسول پاک ﷺ کے رب حضور علیہ السلام کی تمام امت کی اصلاح فرما۔ اس پر رحمت کر اس کو مصائب و آلام سے نکال لے اس کی مدد فرما اور اس کو بخشش لے یا الٰہی ہماری بھول چوک پر ہمیں نہ پکڑ ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے امتوں پر تو نے ڈالے یا اللہ جس بوجھ کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں وہ بوجھ ہم پر نہ ڈال ہمیں معاف فرما۔ ہمیں بخش لے ہم پر رحم فرما۔ تو ہی ہمارا مولیٰ ہے اور کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما۔

اور درود ہوں حضور ﷺ اور آپ کی آل پاک پر جو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی رسول خیر خلقه و نور عرشه و قاسم رزقه محمد و آله وصحبه و بارك وسلم كثيراً كثير برحمتك يا ارحم الرحمين۔

(نثار النبی بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ)

سوموار۔ ۱۰ بجے صبح

شعبان المعظم۔ ۱۴۳۶ھ

بمطابق ۲۰۱۳۔ ۷۔ ۱۔ لاہور



غزوہ حنین

القرآن: لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ

ترجمہ: بیشک مدد فرمائی اللہ تعالیٰ نے بہت سے جنگی میدانوں میں اور حنین کے روز بھی۔ (سورۃ التوبہ: ۲۵)

غزوہ حنین

حضور ﷺ ۶ شوال ۸ ہجری کو بنی ہوازن کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے اس کو غزوہ حنین کے علاوہ غزوہ اوطاس بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اوطاس کے مقام پر حنین کے نزدیک یہ غزوہ لڑا گیا اوطاس کا وسیع وعریض یہ میدان تھا جو کہ لڑائی کے لئے مناسب جگہ تھی کیونکہ یہاں نہ تو اتنی ریت تھی کہ گھوڑوں کے سُم اس میں دھنس جائیں اور نہ ہی بے ترتیب چٹانیں تھیں یا اتنے بڑے پتھر تھے کہ گھوڑوں کے سم زخمی ہو جائیں مکہ سے جانب شمال مشرق چودہ پندرہ میل کی مسافت پر حنین کی وادی واقع تھی یہاں بنو ہوازن کا قبیلہ آباد تھا جس کے لوگوں نے سمجھا کہ اَب مکہ کی فتح کے بعد ہماری ہی باری ہے اس لئے قبل اس کے کہ حضور ﷺ ہم پر حملہ کریں ہم بڑھ کر خود ہی حملہ کر دیتے ہیں ان کے نوجوان بلا کے تیرانداز تھے یہ اپنی تیراندازی میں پورے عرب میں مشہور تھے علاوہ جب عزیٰ کے بت کو گرایا گیا تو بھی یہ لوگ اپنے بُت کی توہین پر سیخ پا ہو گئے ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ آخری موقع ہے۔ اگر اب بھی مسلمانوں کو فتح نہ کیا گیا تو پھر ان کو پورے عرب پر چھا جانے سے کوئی بھی نہ روک سکے گا۔

ہوازن قبیلے کا امیر درید بن صمہ تھا یہ ایک سو بیس سال سے بھی اوپر کا ہو گیا ہوا تھا اور یہ نابینا بھی ہو گیا۔ ہوا تھا لیکن چونکہ اسے جنگوں کا بہت تجربہ تھا اس لئے لوگ اس کی رائے کی بہت اہمیت سمجھتے تھے۔

اس کے علاوہ ہوازن قبیلے کا ایک پرجوش تیس سال کا جوان مالک بن عوف تھا۔ اس نے اپنے ساتھ بنو ثقیف، قبیلہ نصر، جشم، بنی ہلال اور حلیمہ سعدیہ کے قبیلہ بنو سعد بن بکر کو بھی اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں پر فیصلہ کن حملے کی تیاری شروع کر دی۔

مالک بن عوف نے حکم جاری کیا کہ سب لوگ اپنے بیوی بچوں کو بھی ساتھ لے لیں اور اپنا مال مویشی اونٹ بکریاں وغیرہ بھی اپنے ساتھ لے لیں تاکہ جنگ سے ان کو چھوڑ کر بھاگنے کا لوگ سوچ بھی نہ سکیں۔

لیکن قبیلہ ہوازن کے دو خاندانوں کعب اور کلاب نے اس کے لشکر میں شرکت نہ کی اور ان کے رئیس ابن ابی براء نے کہا کہ محمد (ﷺ) تم پر ضرور غالب آئیں گے چاہے جتنی مرضی دور تم بھاگ جاؤ۔

جب یہ لوگ حضور ﷺ سے پہلے اوطاس کے میدان میں پہنچ کر خیمہ زن ہو گئے تو یہ لوگ درید بن صمہ سے مشورہ کے

لئے اُس کے پاس گئے۔ ﷺ

ورید ایک ہورج میں بیٹھ کر ان کے ساتھ آیا تھا۔جب اسے بتایا گیا کہ یہ اوطاس کا میدان ہے تو اس نے لڑائی کے لئے اسے پسند کیا۔ پھر ورید نے پوچھا کہ یہ اونٹوں بکریوں کی آوازیں کہاں سے آ رہی ہیں۔تو اسے بتایا گیا کہ مالک نے ان سب لوگوں کو اپنے بیوی بچوں اور مال مویشیوں کو بھی ساتھ لانے کا حکم دیا ہے۔

''ورید کو مالک پر بہت غصہ آیا اور وہ مالک کو جھڑکتے ہوئے بولا کہ تم نرے بھیڑوں کے چرواہے ہو۔جنگی امور سے تمہارا دور کا بھی واسطہ نہیں کیونکہ شکست کھا کر بھاگنے والوں کو کوئی چیز بھی روک نہیں سکتی ہے اگر تم جنگ ہار گئے تو اپنی عزت و ناموس بھی گنوا بیٹھو گے تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارا مدمقابل وہ کریم النفس شخص ہے جس نے سارے عرب کو روند ڈالا ہے اور یہودیوں کو ان کے مضبوط قطعوں سے بھی نکال باہر کیا ہے۔''

مالک اپنی بے عزتی برداشت نہ کرسکا اور اپنے لوگوں سے کہنے لگا کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو تلوار کو زمین میں گاڑ کر اس کی نوک پر اپنا سینہ گرا کر خود کو ہلاک کرلوں گا۔

ورید کہنے لگا''لوگو اس کی باتوں میں نہ آنا یہ تمہیں ذلیل و رسوا کرنا چاہتا ہے اور تمہاری عورتوں کی عزت کو خاک میں ملانا چاہتا ہے اور تمہاری اولادوں کو غلامی سے دوچار کرنا چاہتا ہے جب گھمسان کی جنگ ہوگئی تو یہ تمہیں چھوڑ کر سب سے پہلے طائف کے قلعہ میں جا پناہ گزیں ہوگا تم سب لوگ گھر لوٹ جاؤ اور اسے تنہا چھوڑ دو''۔

لیکن لوگوں نے ورید کی باتوں کو ماننے سے انکار کردیا۔

مالک اس سے کہنے لگا کہ جنگ کے متعلق کوئی مشورہ دو۔

ورید نے کہا کہ کمین گاہوں میں اپنے تیر انداز چھپا دو تاکہ مسلمان اس راستہ سے گزریں تو یہ اچانک ان پر ہلہ بول دیں اور تمہارے لوگ پیچھے سے ان پر حملہ کردیں۔مالک نے سب سے آگے شتر سوار پر ان کے پیچھے پیدل لوگ پھر عورتوں بچوں کو اونٹوں پر سوار کر کے پیچھے کھڑا کر دیا اور ان کے پیچھے بھیڑ بکریوں کو کھڑا کر دیا تاکہ میدان جنگ سے کوئی بھاگنے کا سوچ بھی نہ سکے۔

حضور ﷺ نے چھ شوال آٹھ ہجری کو مکہ سے روانہ ہونے سے پہلے اپنی فوجوں کو درست فرمایا۔صفوان بن امیہ کے پاس سے زرہیں عاریتاً لی گئیں اور اس کے شکوک کو دور فرما دیا نیز اس کا اسلحہ بھی عاریتاً لے لیا گیا اور اونٹوں پر لاد کر اوطاس کے میدان میں اسے پہنچانے کی ذمہ داری بھی اسے ہی سونپی گئی اور جنگی اخراجات کو پورا کرنے کے لئے پچاس ہزار درھم بھی اُدھار لئے گئے۔

علاوہ نوفل بن حارث سے تین ہزار نیزے عبداللہ بن ربیعہ سے چالیس ہزار درھم اور حویطب بن عبدالعزیٰ سے چالیس ہزار درھم بھی عاریتاً لیے گئے۔

سبحان اللہ کیا کوئی فاتح ایسا بھی کرتا ہے؟ اپنے مفتوحوں سے عاریتاً رقم اور اسلحہ بھی لیتا ہے؟

کہ تم لوگوں کو جنگ کے بعد واپس کر دیا جائے گا۔ یہ حضور ﷺ کی شان کریمی ہی تھی کہ آقا ﷺ نے ایسا فرمایا۔کیونکہ ہر دور میں فاتحوں کی یہ ریت رہی ہے کہ مفتوحوں کا مال و اسلحہ وغیرہ سب کچھ چھین لو سوائے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے یہ اور کسی کی شان نہیں۔ واضح رہے جنگ کے دوران قبضے میں لی گئی چیزیں مالِ غنیمت کہلاتی ہیں اور بعد میں رعایا سے اگر کوئی حکمران چیزیں زبردستی قبضے میں لیتا ہے تو اُسے لوٹنا کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کو آقا ﷺ نے دشمن کی ریکی کرنے کے لئے مقرر فرمایا تاکہ معلومات کر کے واپس آ کر دشمن کے حالات سے باخبر کرو۔

دشمن کی جنگی تیاریوں کے متعلق پوری معلومات حاصل فرمانے کے بعد حضور ﷺ نے عتاب بن امیہ رضی اللہ عنہ کو مکہ میں لوگوں پر امیر مقرر فرمایا۔اور چھ شوال آٹھ ہجری بمطابق ستائیس جنوری سنہ ۶۳۰ عیسوی کو اوطاس کے میدان کی طرف روانہ ہوئے آقا ﷺ کے ساتھ دس ہزار کا بہادر لشکر تھا۔علاوہ دو ہزار کا لشکر نومسلموں اور غیر مسلموں کا بھی جنگ کا تماشاہ دیکھنے کے لئے مکہ سے ساتھ ہولیا تھا۔

اس لشکر میں انصار کی تعداد چار ہزار اور مہاجرین' قبیلہ جہنیہ' قبیلہ مزنیہ' قبیلہ اسلم' قبیلہ غفار قبیلہ اشجع کے ایک ایک ہزار جان فروش تھے جنہیں کل ملا کر دس ہزار کا لشکر بنتا تھا۔

بعض مسلمانوں کو اپنی کثیر تعداد دیکھ کر گھمنڈ ہوا کہ آج ہماری تعداد بہت زیادہ ہے اس لئے ہم ضرور بنی ہوازن وغیرہ پر غالب آ کر رہیں گے۔

مکہ کے کافی سارے لوگ جو مال غنیمت کے لالچ میں بھی ساتھ شریک ہو گئے تھے نے اپنے ساتھ اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لے لیا تھا۔

حضور ﷺ دس شوال آٹھ ہجری کو اوطاس کے میدان میں زینت آرا ہو گئے۔

آقا ﷺ نے سحری کے وقت اپنے صحابہ کو صفیں بنا کر جھنڈے تقسیم فرمائے۔مہاجرین کا ایک جھنڈا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' دوسرا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تیسرا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرحمت فرمایا۔قبیلہ اوس کا جھنڈا اسیر بن حضیر رضی اللہ عنہ اور خزرج کا جھنڈا حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا۔

مقدمۃ الجیش میں بنوسلیم قبیلہ کے علاوہ اہل مکہ کو بھی رکھا گیا سب سے آگے آگے یہی تھے اور سب سے پہلے تیروں کی بوچھاڑ میں یہی اہل مکہ تھے جنہوں نے دوسرے لشکر والوں کو بھی بے ترتیب کر دیا۔

اس کے علاوہ لشکر کا میمنہ اور میسرہ بھی بنایا گیا اور قلب میں آقا ﷺ خود تشریف فرما ہوئے اس طرح لشکر کے چار حصے فرما دیئے گئے۔

ظہر کے وقت حضور ﷺ جب اوطاس کے میدان میں پہنچے تھے تو ایک لشکری حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میں نے لشکر کفار کے ساتھ ان کی عورتوں بچوں اور بھیڑ بکریوں کے علاوہ اونٹوں کی بھی بہت بڑی تعداد دیکھی ہے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا:

تلك غنیمة غدا ان شاء الله۔

یعنی کل یہ تمام چیزیں مسلمانوں کو بطور غنیمت مل جائیں گی گویا حضور ﷺ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی مسلمانوں کو خوش خبری فتح عطا فرمادی۔

مالک نے بھی اپنے جاسوسوں کو مسلمانوں کے لشکر کی جاسوسی کے لئے بھیجا۔جنہوں نے واپس جا کر اس کو بتایا کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہماری جنگ زمین والوں سے نہیں بلکہ آسمان والوں سے ہے اور یہ لوگ تھر تھر کانپ رہے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان پر ہیبت طاری فرمادی تھی یہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے سفید رنگ کے آدمی ابلق گھوڑوں پر سوار دیکھے ہیں لیکن مالک نے ان کی بات کی پرواہ نہ کی۔(السیرۃ النبویہ احمد زینی دحلان جلد ۲ صفحہ ۳۰۷) (سبل الہدیٰ)

آغاز جنگ

حضور ﷺ نے آغاز جنگ سے پہلے جب بعض مسلمانوں کی اس بات کو سنا کہ آج ہم تعداد کی کمی کے باعث مغلوب نہیں ہوں گے اور یہ بھی سنا کہ بعض مسلمان یہ کہہ رہے ہیں کہ آج مدینہ اور مکہ کے بہادر اکٹھے ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں گے تب لڑنے کا مزہ آئے گا تو حضور ﷺ نے ان لوگوں کی باتوں کو سخت ناپسند فرمایا۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝٢٥ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝٢٦ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٢٧ (سورۃ توبہ ۲۱ تا ۲۵)

ترجمہ: ’’بیشک تمہاری مدد فرمائی اللہ تعالیٰ نے بہت سے جنگی میدانوں میں اور حنین کے روز بھی جب گھمنڈ میں ڈال دیا تھا تمہیں تمہاری کثرت نے پس نہ فائدہ دیا اس دن تمہیں تمہاری کثرت نے کچھ بھی اور تنگ ہو گئی تم پر زمین باوجود اپنی وسعت کے پھر تم مڑے پیٹھ پھیرتے ہوئے پھر نازل فرمائی اپنی تسکین خاص اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (علیہ السلام) پر اور اہل ایمان پر اور اتارے وہ لشکر جنہیں تم نہ دیکھ سکے اور عذاب دیا کافروں کو اور یہی سزا ہے کافروں کی پھر اللہ تعالیٰ رحمت سے توجہ فرمائے گا اس کے بعد جس پر چاہے گا

اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے"۔ ﴿35﴾

اللہ تعالیٰ نے مختصر اور جامع الفاظ میں تمام جنگ کا قصہ بیان فرما کر مسلمانوں کو جنگ میں فتح کی خوشخبری بھی دے دی ہے۔

کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جنگی عددی قوت سے نہیں لڑی جاتی بلکہ جنگ میں فتح اللہ تعالیٰ کی فقط مدد سے ہی ممکن ہوتی ہے۔

مسلمانوں کا ہراول دستہ جو کہ بنی سلیم پر مشتمل تھا اور اس میں مکہ کے نومسلم اور غیر مسلم بھی شامل تھے جب یہ ان کمین گاہوں میں چھپے ہوئے بنی ہوازن وغیرہ قبائل کی زد میں آیا تو انہوں نے یک دم ان پر تیروں کی موسلا دھار بارش کر دی۔ ان لوگوں کو اچانک اس بات کی توقع نہیں تھی اور تیروں کی بارش بھی شدید تھی اور ادھر مکہ کے نومسلموں میں ابھی اتنی ثابت قدمی بھی نہیں آئی تھی اس چیز نے مسلمانوں کے ہراول دستہ کے پاؤں اکھاڑ دیئے اور یہ واپس مڑ کر بھاگے۔ انہیں جب باقی لشکر نے بھی بھاگتے دیکھا تو وہ بھی تتر بتر ہونے لگا اس خوف و ہراس کی فضا میں حضور نبی کریم علیہ السلام محض چند صحابہ کے ساتھ اپنے خچر پر تشریف فرما رہے اور مسلسل خچر کو آگے بڑھاتے رہے آپ کے دائیں بائیں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی کرم اللہ وجہ، حضرت عباس بن عبدالمطلب ابوسفیان بن حارث ان کے بیٹے جعفر، فضل بن عباس یا قثم بن عباس، ربیعہ بن حارث، اسامہ بن زید اور ایمن بن عبید اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ (تاریخ الخمیس ۲۔ ۱۰۳ تا ۱۰۱) (ضیاء النبی ۴۔ ۵۰۹)

بعض سیرت نگاروں نے حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عقیل بن ابی طالب کے ناموں کا اضافہ فرمایا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے مطابق میں ان اسی مہاجرین و انصار میں سے ایک تھا۔ جنہوں نے جنگ حنین کے روز پیٹھ نہیں پھیری تھی۔ اور حضور ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے اور یہی بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی خچر کی لگام پکڑی ہوئی تھی۔

ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ شدید جنگ میں، میں نے گھوڑے سے چھلانگ لگا کر حضور ﷺ کی ایک ہاتھ سے رکاب کو پکڑ لیا اور ایک ہاتھ میں ننگی تلوار پکڑ کر حضور ﷺ کے قدموں پر اپنی جان نچھاور کرنے کے لئے بے تاب ہو گیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھ کر حضور ﷺ سے عرض کی کہ یہ حضور ﷺ کا بھائی ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ ہے آپ علیہ السلام اس پر راضی ہو جائیں۔ حضور ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ "جو مخالفتیں اور دشمنیاں اس نے میرے ساتھ روا رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو معاف فرما دے"۔

اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا یا اخی (اے میرے بھائی) اس کلمہ کو سن کر میری خوشی کی حد نہ رہی اور میں نے رکاب میں حضور ﷺ کے قدم ناز کا بوسہ لے لیا۔

سبحان اللہ وہ قدم پاک جن کا بوسہ لینے کی حسرت میں کئی لوگ انتظار کر کر کے اپنی جان اپنے خدا کے سپرد کر گئے ہیں وہ آدمی جس نے اپنی ساری زندگی حضور ﷺ کی مخالفت میں گزار دی تھی آقا ﷺ کی کیا شان پاک ہے مسلمان ہو کر اس کو اپنے قدموں کے بوسہ لینے کا شرف عطا فرما رہے ہیں پھر حضور ﷺ نے ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا۔

''ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ اہل جنت کے جوانوں میں سے ہے''

یقیناً حضور ﷺ کو پتہ تھا کہ لڑائی میں یہ وقت آنا ہے اور حضور ﷺ کا اس لڑائی میں خچر پر بیٹھنا حضور ﷺ کی بہادری کی لاجواب مثال ہے ایسے گھمسان کے رَن میں جب اپنی زندگی کا خوف ہوتا ہے تو بہادر سے بہادر آدمی بھی گھوڑے کو پسند کرتا ہے کہ وہ گھوڑا اُسے مشکل وقت میں نکال کر لے جاوے لیکن حضور ﷺ کی بہادری کی مثال تو پوری دنیا میں نہیں مل سکتی ہے آپ علیہ السلام ایک سست رفتار خچر پر سوار بے جگری سے آگے ہی بڑھتے چلے جا رہے تھے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے۔

انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب

میں اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہوں اس میں ذرا جھوٹ نہیں مَیں فخر بنی ہاشم عبد المطلب کا فرزند ہوں۔

حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا۔

''الٰہی جس نصرت کا تو نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے میں تجھے اس وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں الٰہی یہ تیری شان کے شایان نہیں کہ یہ مشرک ہم پر غالب آ جائیں۔ الٰہی تو ازل سے ہے ابد تک رہے گا تو زندہ و جاوید ہے تجھے موت نہیں آ سکتی آنکھیں سو جاتیں ہیں ستارے اپنی چمک کھو دیتے ہیں لیکن تو حی و قیوم ہے نہ تجھے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند آتی ہے۔ یا حی و قیوم الٰہی کیا تیری یہ مرضی ہے کہ آج کے بعد تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے سب تعریفیں تیرے لئے ہیں ہم تیری ہی جناب میں اپنے درد و الم کا شکوہ کرتے ہیں اور تجھی سے مدد کی درخواست کرتے ہیں''۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے وہ دعائیہ کلمات آپ کو آج القا فرمائے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو القا فرمائے تھے جب ان کے سامنے سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور پیچھے فرعون کا لشکر تھا۔

حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جن کی آواز قدرتی اونچی تھی فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کرو۔

''اے گروہ انصار۔ اے بیری کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والو۔ اے مہاجرین جنہوں نے درخت کے نیچے جان دینے کی بیعت کی تھی اے انصار جنہوں نے اللہ کے رسول علیہ السلام کو پناہ دی تھی۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے خود دائیں اور بائیں منہ فرما کر پکارا ''یا معشر النصار''

حضور ﷺ کی آواز کو اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز کو جس جس نے سنا تھا حضور ﷺ کی طرف اس طرح دوڑے جس طرح اونٹنی اپنے بچے کی طرف بے تابانہ دوڑتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک جم غفیر حضور ﷺ کے گرد اکٹھا ہو گیا۔

حضورﷺ نے ان کو کفار پر ٹوٹ پڑنے کا حکم فرمایا تو ہر کوئی بے جگری سے کفار کے ساتھ لڑنے لگا اور انﷺ جہنم واصل کرنے لگا جب لڑائی خوب جوش پر پہنچی تو آقاﷺ نے فرمایا۔

الان حمی الوطیس

اب لڑائی کا تنور بھڑک اٹھا ہے۔

آقا دو عالم حضورﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کنکریوں کی مٹھی دینے کو کہا تو حضورﷺ کے خچر نے بھی یہ بات سن لی اور اتنا نیچے ہوگیا کہ اس کا پیٹ زمین سے مس کرنے لگا حضورﷺ نے نیچے ہو کر کنکریوں کی مٹھی بھری اور اسے کفار کی جانب پھینکتے ہوئے فرمایا۔

شَاهَتِ الْوُجُوْهُ ھُم لَا یَنْصُرُوْن۔

دشمنوں کے چہرے بدنما ہو جائیں۔ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

حضورﷺ کا معجزہ کہ کوئی بھی کافر ایسا نہ رہا کہ اس کی آنکھیں کنکریوں سے نہ بھر گئیں ہوں اور وہ فوری دیکھنے سے معذور نہ ہوگیا ہو دور و نزدیک سب کافروں کی آنکھیں کنکریوں سے بھر گئیں اس سے پہلے بدر کی جنگ میں بھی حضورﷺ نے کفار کی طرف کنکریاں پھینکی تھیں۔

ادھر آسمان سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نصرت کے لئے فرشتے اتار دیئے ادھر مسلمان کفار کو بے دریغ قتل کرنے لگے۔

کفار زیادہ دیر حضورﷺ کے شیروں کے آگے نہ ٹھہر سکے اور انہوں نے بھاگنے میں عافیت سمجھی مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے کفار کو بھی قتل کرنا شروع کر دیا بہت سے کفار نے بھاگ کر طائف کے قلعہ میں جا پناہ لی ان میں ان کا سردار مالک بن عوف بھی تھا۔

ورید بن صمہ کو ربیعہ اسلمی نے قتل کر دیا اس نے قتل ہونے سے پہلے آپ کا نام پوچھا آپ نے بتایا تو اس نے کہا کہ اپنی ماں سے جا کر میرا پوچھنا جب انہوں نے اپنی ماں کو آ کر بتایا تو اس نے کہا کہ تم نے برا کیا اس نے تو تمہارے بزرگوں میں سے تین لوگوں کو آزاد کیا تھا۔

اس جنگ میں صرف چار مسلمان شہید ہوئے کفار کے ستر لوگوں کو قتل کیا گیا اور بھاگتے ہوئے تین سو سے زائد کافر قتل کئے گئے اس جنگ میں کفار کے چھ ہزار کے قریب لوگ جنگی قیدی بنے۔

مال غنیمت میں چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی ملی۔

معرکہ اوطاس

حضور سرور کون و مکانﷺ نے جنگ حنین میں بے مثال فتح حاصل فرمائی تو ہوازن کے لوگ تین حصوں میں بٹ کر

بھاگ گئے ان مین سے ان کا سردار مالک بن عوف سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا تو اپنے پیچھے اسے کسی چیز کی فکر نہ رہی' نہ عورتوں کی نہ بچوں کی نہ اپنے مال ومویشی کی۔اس کے ساتھ اور بھگوڑے بھی طائف پہنچ گئے دوسرا حصہ بھاگ کر نخلہ کے مقام پر جا ٹھہرا تیسرے حصے نے اوطاس میں جادم لیا۔

حضور ﷺ نے حضرت ابو عامر الاشعری کو اوطاس میں ان کے ساتھ مجاہدین کا دستہ دے کر ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔

یہاں پہنچ کر جب لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے تو حضرت ابو عامر الاشعری نے ان کی دعوت مبارزت کے جواب میں خود تشریف لائے اور ان کو دعوت مبارزت دینے والے نو بھائیوں کو یکے بعد دیگرے قتل کر دیا دسویں بھائی نے اسلام قبول کرلیا۔

حضرت ابوعامر الاشعری خود بھی اس معرکہ میں شہید ہو گئے۔ پھر ان کے چچا زاد بھائی حضرت ابوموسیٰ الاشعری نے اسلام کا پرچم تھاما۔اور اس کو فتح سے ہمکنار کیا۔اس معرکہ میں بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا اور جنگی قیدی بھی بنے جو یہ ساتھ لے کر حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔آقا ﷺ نے مال غنیمت کو جعرانہ کے مقام پر منتقل فرما دیا اور جنگی قیدیوں کے لباس و طعام کا خاص خیال رکھنے کا حکم فرایا۔حضور ﷺ نے اموال غنیمت کو دو ہفتہ تک تقسیم نہ فرمایا کہ شاید بنی ہوازن تائب ہو کر آجائیں تو ان کے اموال وغیرہ انہیں واپس کر دیئے جائیں۔

حضرت ابوموسیٰ الاشعری اپنے چچازاد بھائی کی شہادت کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

''جب ہم نے حنین کے بھگوڑوں کا تعاقب کیا تو اوطاس کے مقام پر ان کو جا لیا جب فریقین میں زبردست لڑائی شروع ہوئی تو حارث بن جشم کے دو بیٹوں علمیٰ اور اُوفی نے ان کو تیروں کی زد میں لے لیا ایک تیر ان کے سینے میں اور ایک تیر ان کے گھٹنے میں لگا اور یہ زمین پر گر گئے میں جلدی سے ان کے پاس حاضر ہوا اور پوچھا کہ آپ کو کس نے تیر مارا ہے۔ انہوں نے اشارے سے مجھے بتایا میں اس آدمی کی طرف لپکا تو یہ بھاگ کھڑا ہوا میں اس کے پیچھے لپکا اور اس کو جا لیا اور اس کو غیرت دلائی کہ مردوں کی طرح مقابلہ کر وہ واپس پلٹا تو میں نے اس کے ساتھ مقابلہ کیا اور اس کو قتل کر دیا۔

واپس لوٹ کر میں نے حضرت عامر الاشعری کو اس کے قتل کی خوشخبری دی آپ نے تیر کو باہر نکالنے کیلئے کہا میں نے تیر باہر نکالا تو خون کا فوارہ نکلا اور اتنا خون نکلا کہ آپؓ پر نقاہت طاری ہوگئی۔جب آپؓ کو بچنے کی امید نہ رہی تو آپؓ نے مجھے فرمایا کہ میرا اسلام حضور ﷺ کو دینا اور میرے لئے مغفرت کی دعا کا عرض کرنا۔آپؓ نے پرچم کو میرے ہاتھ میں دیا اور اپنی جان کا نذرانہ اپنے رب کے حضور میں پیش کر دیا۔

القرآن: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

ترجمہ: ہم سب خدا ہی کے لیے ہیں اور ہم سب کو اُسی (خدا ہی کی طرف) لوٹ کر جانا ہے۔

اوطاس کی جنگ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی واپس مدینہ طیبہ آ کر میں آ قا ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا اورلڑائی کا سارا حال احوال پیش کیا اور ابو عامر کا سلام بھی پیش کیا اور مغفرت کی دعا کے لئے بھی آپ کی استدعا پیش کی۔

حضور ﷺ نے یہ سن کر پانی منگوایا اور وضو فرما کر دو نفل پڑھے اور اس کے بعد دعا فرمائی کہ اے اللہ ابو عامر کی مغفرت فرما اور قیامت کے دن اپنی مخلوق میں اس کو سر بلند فرما۔

اس کے بعد میں نے اپنے لئے دعا کی درخواست کی۔حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰ الاشعری کا اصل نام) کی خطائیں بخش دے اور قیامت کے دن جنت میں اس کا باعزت داخلہ فرما''۔

(سیرت طیبہ رحمت دارین۔ ۶۹۵)(صحیح بخاری کتاب المغازی غزوہ اوطاس)(سیرت ابن کثیر ۳۔ ۴۶۰)

حضرت ابو عامر کی وصیت کے مطابق آپ کا گھوڑا اور دوسرا جنگی سامان آ قا ﷺ کی خدمت میں پیش کرایا گیا آپ نے اسے ان کے بیٹے کو عطا فرما دیا' اس جنگ میں حضرت زبیر بن عوام اور حضرت سلمہ بن اکوع رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی حصہ لیا۔

ذوالکفین کی تباہی

حضور ﷺ کی خدمت میں حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ابھی تک ان کا قبیلہ ذوالکفین نام کے ایک بت کی پرستش کر رہا ہے۔اگر آپ اجازت دیں تو اس کو مسمار کر دوں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اس کو منہدم کر دو۔

حضور ﷺ نے حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کو طائف روانہ ہونے سے پہلے اس بت کو مسمار کرنے کے لئے بھیجا اور ہدایت فرمائی کہ اس بت کو مسمار کرنے کے لئے اپنے قبیلہ والوں سے مدد لینا اور پھر ہمیں طائف میں آ ملنا۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ پہنچے اور اپنے قبیلہ کے جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا وہاں سے ان کو بھی ساتھ لیا اور ذوالکفین جو کہ لکڑی کا بت تھا اس کو منہدم کر کے اس کو آگ لگا دی اور یہ اشعار پڑھے:

یا ذوالکفین لست من عبادکا
میلادنا اقدم من میلادکا
انی خشوت النار فی فوادکا

ترجمہ: اے ذوالکفین میں تیری پرستش کرنے والوں سے نہیں ہوں۔میری پیدائش تیری پیدائش سے بہت پہلے کی ہے۔میں نے تیرے دل میں آگ بھر دی ہے۔

آپ اس کام سے فارغ ہو کر طائف میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے اس وقت حضور ﷺ کو طائف آئے چار دن گزر چکے تھے۔ذوالکفین کی تباہی کا سن کر حضور ﷺ بہت خوش ہوئے۔یہ اپنے ساتھ اپنے قبیلے کے چار سو آدمی اور بھی منجنیقیں

اور دبابے لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ 35

غزوہ طائف (شوال ۸ ہجری)

حضور ﷺ نے بنو ثقیف اور بنو ہوازن وغیرہ کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر طائف کی طرف پیش قدمی کا حکم دے دیا۔

طائف ایک بہت مضبوط قلعہ تھا جس کو سنگ خار سے تعمیر کیا گیا تھا ایک دوہری فصیل اس کے گرد اگرد تعمیر کی گئی تھی اور دفاعی نقطہ نظر سے یہ بہت اہمیت کا حامل تھا۔

آج حضور ﷺ کے قدم مبارک پھر اس وادی کی طرف اٹھ رہے تھے جہاں آپ ﷺ کے پاک قدموں کو اتنے پتھر مارے گئے تھے کہ وہ لہولہان ہو گئے تھے اور خون جوتوں میں جم گیا تھا۔

لیکن آج آپ تنہا نہیں تھے ہزاروں صحابہ اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنے کے لئے آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔

حضور ﷺ نے اپنے سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہزار جانثار صحابہ کے ساتھ طائف کی طرف روانہ فرما دیا۔

آقا ﷺ خود پہلے نخلہ، یمانیہ اور ملیح کی بستیوں سے گزرتے ہوئے بحرۃ الرعاء میں رونق افروز ہوئے یہاں ایک مسجد تعمیر فرمائی گئی اور اس میں نماز ادا فرمائی گئی۔

یہاں قتل کا ایک مجرم پیش ہوا بنی لیث کے ایک آدمی نے بنی ہذیل کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا آقا ﷺ نے بطور قصاص اسے قتل کرنے کا حکم دیا یہ اسلام میں قصاص کا پہلا مقدمہ تھا۔

یہاں لیہ کے علاقہ میں مالک بن عوف کا ایک قلعہ تھا جس کو مسمار کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہاں سے حضور ﷺ تحب کی وادی اترے اور بیری کے ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا اس درخت کو ''الصادرۃ'' کہا جاتا ہے۔

یہاں بنی ثقیف کا ایک آدمی اپنے مکان میں قلعہ بند ہو گیا ہوا تھا۔

اس کو پیغام دیا گیا کہ باہر نکل آ ورنہ تیرے مکان کو جلا دیا جائے گا۔ وہ آدمی باہر نہ نکلا تو آقا ﷺ نے اس مکان کو جلانے کا حکم دے دیا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۵ صفحہ ۵۵۶، ۵۵۷)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے پہلے طائف پہنچ گئے تھے آپ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اہل طائف کو بات چیت کے لئے دعوت دی۔

اور قلعہ سے باہر آ کر بات چیت کرنے والوں کی حفاظت کا یقین دلایا اور یہ فرمایا کہ اگر تم میرے پاس نہیں آتے تو پھر اسی شرط پر میں تمہارے پاس آنے کے لئے تیار ہوں۔

قلعہ والوں نے کہا کہ نہ ہم آپ کے پاس آئیں گے اور نہ آپ کو اپنے پاس آنے کی اجازت دیں گے۔

پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کو لڑنے کی دعوت دی لیکن کوئی بھی باہر نہ آیا قلعہ والوں نے کہا کہ آپ جتنا مرضی ہم کو پکاریں گے ہم باہر نکل کر آپ سے مقابلہ نہیں کریں گے ہم نے کئی سال کا راشن اپنے اندر اکٹھا کر رکھا ہے ہم قلعہ بند ہی رہیں گے اور اگر راشن ختم ہو گیا تو سب لوگ یکبارگی آپ پر حملہ کریں گے اور جب تک ہمارا آخری آدمی بھی قتل نہیں ہو جائے گا ہم واپس نہیں جائیں گے۔

آپ نے فرمایا کہ تمہاری ان خالی خولی دھمکیوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ میرے آقا ﷺ نے اس سے پہلے یہود کے ناقابل تسخیر قلعوں کو بھی فتح کر دکھایا تھا اہل فدک کی طرف صرف ایک آدمی کو بھیجا گیا انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے میں تمہیں بنی قریظہ کے انجام سے خبردار کرتا ہوں اگر ہم تم پر حملہ نہیں بھی کریں گے تو اردگرد کے قبائل ہی تم سے نمٹ لیں گے۔

جب حضور ﷺ تشریف لائے تو لشکر اسلام نے قلعہ کے نزدیک ہی پڑاؤ ڈال دیا اہل طائف نے قلعہ کے اوپر سے تیروں کی بارش شروع کر دی جس سے بہت سے مسلمان زخمی ہو گئے اور بارہ مسلمان شہید بھی ہوئے۔ آقا ﷺ نے تیروں کی پہنچ سے دور مسلمانوں کو اپنے خیمے نصب کرنے کا حکم دیا۔

حضور ﷺ کے ہمراہ اس غزوہ میں دو امہات المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت زینب رضی اللہ عنہ تھیں ان کے لئے بھی دو خیمے ساتھ ساتھ لگا دیئے گئے۔ حضور ﷺ ان خیموں کے درمیان نماز ادا فرماتے تھے۔

یہاں پر ہی حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد ایک مسجد تعمیر کر دی گئی۔

یہ مسجد بھی بنو ثقیف کے ایمان لانے والوں نے ہی بعد میں تعمیر کی تھی اس کو تعمیر کرنے والا امیہ بن وہب تھا اس مسجد میں ایک ستون تھا اس پر جب صبح سویرے سورج کی روشنی پڑتی تھی تو اس سے ایک خاص قسم کی آواز نکلتی تھی۔

لوگ کہتے تھے کہ یہ ستون بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔

حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ پندرہ دن سے اوپر طائف کے قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا۔

مسلمان اپنے ساتھ دبابے اور منجنیقیں بھی لے گئے تھے جن سے قلعہ پر سنگباری کی جاتی رہی۔

دبابے میں بیٹھ کر مسلمان قلعہ کی دیوار کے پاس پہنچ گئے اور دیوار کو نقب لگانا شروع کر دی۔ اہل طائف وغیرہ نے قلعہ کے اوپر سے لوہے کی سلاخوں کو گرم کر کے دبابے کے اوپر پھینکا جس سے دبابے کی چھت جل گئی اور مسلمان دبابے سے باہر نکلنے پر مجبور ہو گئے۔

حضور ﷺ نے پھر صحابہ اکرام کو طائف کے انگوروں کے درختوں کو جلانے کا حکم دے دیا۔

جب درخت جلانے شروع کر دیئے گئے تو اہل طائف اور بنو ثقیف اپنے رشتہ داری و قرابت کا حوالہ دے کر خدا کے واسطے ڈالنے لگے کہ ہم پر رحم کیا جائے اور ہمارے باغوں کو نہ دبایا جائے۔

حضور ﷺ رحم میں آ گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا۔



فانی ادعھا للہ وللرحم۔

ترجمہ: میں ان کو اللہ کے لئے اور قرابت کے لئے چھوڑ رہا ہوں۔

علامہ زرقانی کی تحقیق کے مطابق حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی والدہ برہ بنت عبدالعزیٰ بن قصی ان کی والدہ ام حبیب بنت اسد ان کی والدہ برہ بنت عوف اور قلابہ بنت حرث اور ان کی والدہ ہند بنت یربوع اقیس، ہند بنت پربوع بنوثقیف کی عورت تھیں۔

حضور ﷺ کے حکم پر صحابہ اکرام نے انگوروں کے درختوں کو جلانا بند کر دیا۔

حضور ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ جو کوئی غلام بھاگ کر ہمارے پاس آ جائے اس کو آزاد کر دیا جائے گا۔

ایک روایت کے مطابق پندرہ اور ایک روایت کے مطابق بیس غلام دوڑ کر حضور ﷺ کے پاس آ گئے آقا ﷺ نے ان کو آزاد فرما دیا اور ان کو اِن کے خورو دونوش کے لیے ایک ایک مسلمان کے سپرد کر دیا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۵ صفحہ ۵۱۶)

عینیہ بن حصن

عینیہ بن حصن حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا اور اہل طائف سے بات چیت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حضور ﷺ نے اجات مرحمت فرمادی۔

یہ اہل طائف کے پاس گیا اور ان سے کہنے لگا کہ تم لوگ مسلمانوں کے باغات کاٹنے سے دل گرفتہ نہ ہونا یہ دوبارہ پھر لگائے جاسکتے ہیں اگر تم نے ہار مان لی تو غلاموں سے زیادہ ذلیل ہو جاؤ گے تم ثابت قدم رہنا۔

جب یہ واپس حضور ﷺ کے پاس آیا تو آقا ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا بات چیت ہوئی یہ کہنے لگا کہ میں نے ان پر اسلام پیش کیا ہے اور ان کو جہنم سے ڈرایا ہے اور جنت کی راہ انہیں دکھائی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو بلکہ یہ یہ باتیں تم نے ان سے کہیں ہیں۔

اس نے بے اختیار کلمہ شہادت پڑھا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں اور یہ سچے دل سے مسلمان ہو گیا۔ (سیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۶۵۹)

حضور ﷺ کا خواب مبارک

حضور ﷺ نے ایک دن محاصرے کے دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ میں نے خواب

دیکھا ہے کہ ایک مکھن سے بھرا ہوا پیالہ مجھے دیا گیا ہے اتنے میں ایک مرغ نے اس میں چونچ ماری ہے اور وہ مکھن بہہ گیا ہے[35]
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میرے خیال میں ابھی فتح طائف نہیں ہو گا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔

نوفل بن معاویہ الدیمی رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ نے اس کے بعد نوفل بن معاویہ الدیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ فرمایا آپ نے عرض کی کہ ایک لومڑی بل میں گھس گئی ہے اگر اس کو پکڑنے کی کوشش جاری رکھی جائے گی تو اپ اس کو ضرور پکڑ لیں گے اور اگر آپ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے تو یہ آپ کو کوئی نقصان نہیں دے گی۔

ایک دن حضرت حویلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس سال مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے طائف فتح کرنے کا اذن نہیں ملا۔ دراصل حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلعہ کو تسخیر کرنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی اور حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتے تھے کہ یہ لوگ بھی انشاء اللہ تائب ہو کر حاضر خدمت ہو جائیں گے اور اسلام لے آئیں گے۔اس لئے آقا ﷺ نے پہلے بھی جب کہ ان اہل طائف نے آپ پر سنگ باری کی تھی ان کے لئے بددعا نہیں فرمائی تھی۔

اور اب بھی ان کی ہدایت کے لئے ہی دعا مانگتے رہے۔

والی کونین حضور ﷺ کی خدمت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے حضور ﷺ نے انہیں لشکر کی واپسی کے لئے حکم دیا۔

آپ نے جب تمام صحابہ کو واپسی کا حکم سنایا تو بعض صحابہ کرام دل گیر ہو گئے کہ بغیر فتح کے واپس ہو رہے ہیں۔

حضور ﷺ نے ان کی کیفیت کو بھانپتے ہوئے ان کو دوسرے دن پھر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

بہت سے مسلمانوں نے مل کر زور سے حملہ کیا لیکن نتیجے میں بہت سے مسلمان زخمی ہو گئے۔حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کی آنکھ ضائع ہو گئی۔ یہ اپنی آنکھ کا ڈھیلا لے کر حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔حضور ﷺ نے فرمایا۔ابوسفیان کیا تمہیں پسند ہے کہ اس کے بدلہ میں تم کو جنت میں آنکھ ملے۔ یا یہ کہ میں الہ تعالیٰ سے دعا کروں اور تمہاری آنکھ ٹھیک ہو جائے۔حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ہاتھ پر رکھا آنکھ کا ڈھیلا پرے دے مارا۔اللہ تعالیٰ کی حکمت کہ جنگ یرموک میں عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں ان کی دوسری آنکھ بھی ضائع ہو گئی۔

”حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم انشاء اللہ اب لوٹ جائیں گے۔ یہ سن کر لوگوں کو بڑی خوشی ہوئی اور کوچ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے حضور ﷺ یہ منظر دیکھ کر مسکرا دیئے۔“

اس جنگ میں قریش کے مختلف قبائل سے سات آدمی شہید ہوئے۔ان میں سعید بن سعید عرفطہ بن حباب یزید بن زمعہ بن اسود عبداللہ بن ابی بکر، عبداللہ بن عامر بن ربیعہ السائب بن حارث بن قیس رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔

اورعلاوہ چار انصاری شہید ہوئے ان میں عبداللہ بن حارث، صبیحہ، ثابت بن الجذع ان کا اصل نام ثعلبہ اسلمی تھا حارث بن سہل صعصہ اور منذر بن عبداللہ بن نوفل رضوان اللہ علیہم اجمعین ان میں سے ایک آدمی بنولیث قبیلہ کا فرد تھا۔

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کے طائف سے واپسی کے موقع پر یہ آقا ﷺ کے دیدار کے شوق میں طائف پہنچے تو ان کو پتہ چلا کہ آقا ﷺ واپس چلے گئے ہیں یہ آقا ﷺ کے پیچھے پیچھے لپکے اور حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری دیتے ہوئے عرض کی۔اگر آپ اجازت دیں میں اپنی قوم اہل طائف کو جا کر اسلام کی تلقین کروں۔حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہیں اہل طائف شہید نہ کر دیں۔انہوں نے عرض کی کہ اہل طائف مجھ سے اپنی کنواری بچیوں سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔حضور ﷺ نے ان کو اجازت دے دی یہ طائف تشریف لے گئے اور ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو گئے اور اہل طائف کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔اہل طائف نے ان کو اپنے تیروں کا نشانہ بنا لیا اور ان کو شہید کر دیا۔شہادت سے پہلے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری عزت افزائی فرمائی ہے جو مجھے شہادت عطا فرمائی ہے مجھے دوسرے شہداء کے پہلو میں دفن کرنا۔

ان کو شہید کرنے کے بعد اہل طائف کی آنکھوں سے پردہ اتر گیا اور یہ خود کو تنہا محسوس کرنے لگے کہ ان کے اردگرد تو سب قبائل نے اسلام قبول کر لیا ہے اور یہ بالکل تنہا ہو گئے ہیں انہوں نے عبدالیل کو کہا کہ حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں جا کر حاضری دو عبدالیل نے کہا کہ تم لوگ میرے ساتھ بھی حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا سلوک کرو گے میں تمہاری بات اس وقت مانوں گا جب تم لوگ میرے ہمراہ اپنا وفد بھی مدینہ طیبہ بھیجو گے چنانچہ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں مدینہ طیبہ میں عبدالیل اور ایک وفد کو مدینہ طیبہ روانہ کیا۔(خاتم النبیین ۲۔۱۰۵۷۔ضیاء النبی ۴۔۵۳۳)

حضور ﷺ کی جعرانہ روانگی

حضور سرور کائنات ﷺ طائف سے روانہ ہو کر دھناء۔قرن المنازل اور نخلہ سے ہوتے ہوئے جعرانہ جو مکہ سے دس میل کے فاصلے پر تھا۔میں رونق افروز ہوئے۔

راستے میں سراقہ بن جعشم نے حضور ﷺ سے ملاقات کی اور اپنا امان نامہ دکھایا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ سراقہ کو میرے نزدیک کر دو اور فرمایا کہ یہ دن وعدہ پورا کرنے کا ہے سراقہ کہتے ہیں کہ مجھے کوئی بات یاد نہ پڑی اور میں نے صرف یہ ہی عرض کیا کہ میں جس حوض سے اپنے اونٹوں کو پانی پلاتا ہوتا وہاں دوسرا کوئی بھاگا ہوا۔اونٹ آ کر پانی پی لے تو کیا اس میں

ثواب ہے۔حضورﷺ نے فرمایا کہ"ہاں ہر وہ جانور جس کا کلیجہ ہو اس کے پانی پینے سے تجھے ثواب ملے گا"۔

ہوازن کے وفد کی آمد

حضور رحمت دو جہاںﷺ کی جعرانہ میں واپسی کے بعد بنی ہوازن کا چودہ رکنی وفد حضورﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا' ان لوگوں میں حضورﷺ کا رضاعی چچا ابو یرقان بھی تھا۔ یہ اپنے امیر رئیس بن صرد کے ساتھ حاضر ہوا اور اسلام لے آیا۔ان کے امیر رئیس بن صرد نے عرض کی کہ حضور علیہ السلام ہم پر جو مصیبت آئی ہے وہ آپؐ سے مخفی نہیں ہم پر احسان فرمایئے ان قیدیوں میں حضورﷺ کی خالائیں' پھوپھیاں اور دائیاں بھی ہیں۔اور حضورﷺ کی شان میں ایک قصیدہ پڑھا' اور حضورﷺ سے عفو درگزر کی درخواست کی حضورﷺ نے فرمایا کہ میں نے اب تک تمہارا انتظار کیا۔اور مال غنیمت کی تقسیم میں دانستہ تاخیر کی تھی۔

حضورﷺ نے فرمایا کہ یا تو اپنی عورتوں اور بچوں کو لے لو اور یا اپنے اونٹوں کو لے لو۔انہوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کی واپسی کو پسند کیا۔حضورﷺ نے ان سے فرمایا کہ ان قیدیوں مین سے جو میرا اور عبدالمطلب کے کسی فرزند کا حصہ ہے۔تو وہ میں تمہیں واپس کرتا ہوں بقیہ قیدیوں کے بارے میں تم ایسا کرنا کہ جب میں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ چکوں تو تم کھڑے ہو جانا اور اس طرح کہنا کہ ہم"اپنے بچوں اور عورتوں کی واپسی کے سلسلہ میں حضورﷺ کو بطور شفیع پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو بارگاہ رسالت میں اپنا شفیع پیش کرتے ہیں جب تم اس طرح کہو گے تو میں اپنے حصے کے جنگی قیدی تمہارے حوالے کر دوں گا اور دوسرے مسلمانوں سے ان کے حصہ کے جنگی قیدیوں کا مطالبہ کروں گا"۔

جب نماز کا وقت آیا اور حضورﷺ نے دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کی۔تو یہ لوگ حضورﷺ کے ارشاد مبارک پر عمل کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور آقاﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق انہوں نے اپنے جنگی قیدیوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

آقا دو جہاں رحمت اللعالمینﷺ مسلمانوں کے اجتماع میں اٹھ کھڑے ہوئے۔اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء فرمائی اور پھر فرمایا کہ یہ تمہارے بھائی ہیں جو کہ تائب ہو کر تمہاری خدمت میں حاضر ہوئے ہیں میں نے مناسب سمجھا ہے کہ ان کے جنگی قیدیوں کو واپس کر دوں جو شخص اپنی مرضی سے ایسا کرنا چاہتا ہے وہ بیشک ان کے قیدیوں کو واپس کر دے اور جو شخص اپنے حصہ کے قیدوں سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں تو وہ اپنے حصہ کے قیدی اپنے پاس رکھے اللہ تعالیٰ اموال فیٔ سے سب سے پہلے ہمیں جو عطا فرمائے گا۔اس میں سے ہر مجاہد کو جو حصہ ملے گا اس سے چھ گنا فی قیدی ہم اس کو معاوضہ دیں گے"۔

یہ سنتے ہی سب مہاجر یک زبان ہو کر بولے کہ"جو جنگی قیدی ہمارے ہیں۔وہ ہم اللہ کے رسولﷺ کی نذر کرتے ہیں"۔

اور اسی طرح انصار نے بھی عرض کی کہ"جو جنگی قیدی ہمارے ہیں۔وہ ہم اللہ کے رسولﷺ کی نذر کرتے ہیں۔

مہاجرین و انصار ہمیشہ حضور ﷺ کی پسند و خواہش کو ہی اپنی پسند اور خواہش بناتے تھے۔

علاوہ بعض قبائل کے چند ایک لوگوں نے اپنے حصہ کے جنگی قیدی دینے سے انکار کر دیا ان میں بنو تمیم کا سردار اقرع بن حابس۔ بنو فرازہ کا رئیس عینیہ بن حصن اور بنو سلیم کا رئیس عباس بن مرداس سلمی تھا۔

لیکن بنو سلیم کے لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے حصہ کے قیدی حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں تو ان کے سردار عباس بن مرداس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ تم نے مجھے رسوا کیا ہے"۔

اقرع بن حابس نومسلموں اور مولفتہ القلوب میں سے تھا۔ عینیہ بن حصن بھی اجڈ بدوؤں میں سے تھا فتح مکہ کے بعد اس نے صرف اسلام زبان سے ہی قبول کیا تھا بعد میں یہ مرتد ہو گیا اور طلحہ اسدی جس نے بعد میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا یہ اس کے حلقہ بگوش ہو گیا۔

حضور ﷺ اس کے بعد اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے بدو حضور ﷺ کے پیچھے لپکے اور آقا ﷺ سے اموال فیئ کا مطالبہ کیا اور اپنے مطالبہ میں اتنی شدت کی کہ حضور ﷺ کو ایک درخت کے نیچے جانے پر مجبور کر دیا اور آقا ﷺ کی چادر تک اتار لی۔ لیکن اس کریم آقا ﷺ نے درگزر فرمایا اور اجڈ بدوؤں کی کسی بات کا برا نہ منایا اور ان سے فرمایا کہ "میری چادر تو مجھے واپس کر دو" مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میرے پاس تمہارے حصے کے اتنے اونٹ ہوتے۔ جتنے تہامہ کے درخت ہیں تو ان سب کو تم پر برابر تقسیم کر دیتا اور اتنے اونٹ ہوتے جتنے کانٹے ہیں تو میں پھر بھی ان کو تقسیم کر دیتا۔ تم مجھے اموال فیٔ کی تقسیم میں نہ بخیل پاؤ گے اور نہ غلط بیانی کرنے والا بزدل پاؤ گے۔

آقا ﷺ نے اونٹ کی کوہان سے ایک بال لیا اور اس کو اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا کہ اے لوگو! تمہارے فیئ کے مال مین اس بال برابر بھی میرا حصہ نہیں ہے میرا حصہ صرف خمس میں سے ہے اور وہ خمس بھی میں تم لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتا ہوں۔

مال غنیمت میں سے کوئی دھاگہ یا سوئی بھی اگر کسی نے ناحق لی ہے تو اسے واپس کر دو۔ کیونکہ مال غنیمت میں خیانت قیامت کے دن باعث ننگ و عار ہو گی آتش جہنم کے عذاب کا بہت بڑا سبب ہو گی۔"

(السیرۃ النبویہ ابن ہشام ۴۔ ۱۳۸۔ خاتم النبیین ۲۔ ۱۰۴۸، ضیاء النبی ۴۔ ۵۲۷)

ناجائز مال لینا کتنا بڑا گناہ ہے۔ آج ہم کس بے دردی سے ایک دوسرے کا مال بھی ہڑپ کر جاتے ہیں اور مال کماتے ہوئے بھی ہمیں یہ پروا نہیں ہوتی کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔

حضور ﷺ نے ہر ہر پہلو میں عدل و انصاف فرمایا۔

جنگ حنین میں ساتھ چلتے ہوئے ایک مجاہد کی موٹی کھردی جوتی کا حصہ سختی سے حضور ﷺ کی نازک ننگی پنڈلی سے ٹکرایا جس سے آپ ﷺ کو بہت تکلیف ہوئی اور آقا ﷺ نے بے اختیار اپنی چھڑی مبارک سے اس آدمی کے پاؤں پر مار کر اسے

پرے کیا اس وقت آپ ﷺ اور وہ آدمی دونوں اپنے اپنے اونٹ پر سوار تھے دوسرے دن حضور ﷺ نے اس آدمی کو بلایا۔ اور اسے صرف ہلکی سی چھڑی مارنے کے عوض فرمایا کہ میں نے کل تمہیں جو اذیت دی تھی اس کے معاوضے میں تمہیں اسی بکریاں دیتا ہوں حالانکہ وہ آدمی آتے ہوئے خود ڈر رہا تھا کہ میں نے آقا ﷺ کو جو کل اذیت پہنچائی ہے اس پر کہیں آج آپ ﷺ مجھے سرزنش نہ فرمائیں۔ (سبل الھدیٰ جلد ۵ صفحہ ۵۷۵،۵۷۶) (ضیاء النبی جلد ۴ صفحہ ۴۳۸)

مؤلفۃ القلوب

حضور ﷺ نے اپنے خمس کے حصہ میں سے بعض لوگوں کو اس لئے حصہ عطا فرمایا تا کہ اسلام کے خلاف بغض وعناد ان کے دلوں سے دور ہو جائے۔ ان میں صفوان بن امیہ بھی داخل تھا۔

اپنے خمس کے حصہ میں سے بعض لوگوں کو اس لئے زیادہ مال عطا فرمایا گیا تا کہ ان کا عقیدہ اسلام پر اور زیادہ مضبوط ہو جائے۔ ان لوگوں میں ابوسفیان بھی شامل تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔

انی لا عطی الرجل وغیرہٗ احبُّ الی منہ خشیۃ ان یکب فی الغابر علیٰ وجھہ۔

''میں بسا اوقات ایک شخص کو اموال کثیرہ دیتا ہوں۔ حالانکہ دوسرا شخص مجھے اس سے زیادہ عزیز ہوتا ہے اس لئے کہ وہ پھسل نہ جائے اور اسے دوزخ میں اوندھا منہ نہ پھینک دیا جائے''۔

اور حضور ﷺ نے اپنے خمس کے حصہ مین سے بعض لوگوں کو کثیر مال اس لئے عنایت فرمایا تا کہ ان کے شَر سے اہل اسلام کو بچایا جاسکے۔ جیسے عینیہ بن حصین عباس بن مرداس اور اقرع بن حابس تھے۔

یہ کل ملا کر تیس لوگ تھے۔

باقی مجاہدین کی حضور ﷺ نے حضرت زید بن ارقم کو گنتی کرنے کو فرمایا اور اموال غنیمت کی گنتی کا حکم بھی فرمایا اور ہر پیدل مجاہد کے حصہ میں چار اونٹ اور چالیس بھیڑیں آئیں اور سواروں کے حصہ میں اس سے تین گنا یعنی بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بھیڑیں آئیں۔

جن لوگوں کو زیادہ مال عطا فرمایا گیا ان میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا اس کو چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ دیئے گئے اور اس کے بیٹوں یزید اور معاویہ جو لشکر میں شامل تھے۔ اس کے مطالبے پر ان کو بھی چالیس چالیس اوقیہ چاندی اور سو سو اونٹ دیئے گئے۔ ابوسفیان حضور ﷺ سے بہت زیادہ خوش ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ صلح اور جنگ دونوں حالتوں میں بڑے کریم ہیں۔

آقا ﷺ نے حکیم بن حزام کو بھی سو اونٹ دیئے ان کے مزید مطالبے پر اور سو اونٹ دیئے۔ ان کے پھر مطالبے پر

ان کو اور مزید سو اونٹ دیئے کل ملا کر تین سو اونٹ دیئے اور فرمایا کہ یہ مال بہت سبز اور میٹھا ہے جو اس کو سخاوت نفس کے ساتھ لیتا ہے تو اس کے مال میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور جو اس کو حرص و لالچ کے ساتھ لیتا ہے اس کے لئے اس مال میں برکت نہیں ڈالی جاتی اور وہ اس آدمی کی طرح بن جاتا ہے جو کھاتا ہے لیکن پھر سیر نہیں ہوتا۔حکیم سنو! اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہت بہتر ہے۔

حضور ﷺ اس طرح ارشاد فرماتے تھے کہ صحابہ اکرام کہتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں میں نقش ہو جاتا تھا۔

حکیم بن حزام پر آقا ﷺ کے کلمات کا اتنا اثر ہوا کہ اس نے باقی دوسو اونٹ واپس کر دیئے اور عرض کی کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ (ﷺ) کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ میں اس کے بعد حضور ﷺ سے اور کوئی مطالبہ نہیں کروں گا اور حضور ﷺ کے بعد بھی کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔اور واقعی حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں بھی باوجود ان کے کہنے کے۔انہوں نے ان سے بھی عطیات وصول نہیں کئے اور نہ ہی کبھی کسی اور سے بھی کوئی چیز مانگی یہاں تک کہ یہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

ان کے علاوہ نصیر بن حارث بن کلاء علاء بن حارثہ الثقفی حارث بن ہشام، حویطب بن عبدالعزی بن ابی قیس، علقمہ بن علاثہ، جبیر بن مطعم، سہیل بن عمرو اور صفوان بن امیہ بھی تھے۔جنہیں کثیر تعداد میں مال عنایت فرمایا گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ان لوگوں "مؤلفۃ القلوب" کو اس لئے زیادہ عطا فرمایا ہے کہ ان کے قدم کسی وجہ سے پھلسنے نہ پائیں ایمان کا جو درخت ان کے دل کی سرزمین میں لگایا ہے وہ سوکھنے نہ پائے ان لوگوں نے کفر و شرک سے اور عہد جاہلیت سے ابھی ابھی اپنا ناطہ توڑا ہے پھر کسی وجہ سے حق سے پھر کر دہ باطل کی طرف نہ مائل ہو جائیں۔

(تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۱۴)

حضور ﷺ کے انصار

انصار میں سے بعض نوجوان لوگوں نے مؤلفۃ القلوب لوگوں پر حضور ﷺ کی فیاضی کو دیکھا تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ سے درگزر فرماتے کہ حضور ﷺ قریش کو تو فیاضی سے اموال عنایت فرما رہے ہیں اور ہمیں محروم چھوڑ رہے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک دشمنان اسلام کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔

ان لوگوں کو دوسرے انصار نے جھڑکا کہ ایسی باتیں نہ کرو۔حضور ﷺ کی خدمت میں حصرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ انصار کے لوگ دل ہی دل میں حضور ﷺ سے اس وجہ سے ناراض ہیں کہ آقا ﷺ نے زیادہ مال اپنی قوم اور دوسرے عربوں میں تقسیم کر دیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ سعد رضی اللہ عنہ تمہارا کیا خیال ہے انہوں نے عرض کی کہ میرا خیال بھی اپنی قوم کے لوگوں کے مطابق ہے۔

حضورﷺ نے فرمایا کہ سعد جاؤ اور تمام انصار کو اس چھپر کے نیچے لے آ ؤ اور سوائے انصار کے اور کوئی نہ آئے۔[35]
جب تمام انصار اکٹھے ہو گئے تو حضورﷺ نے ان کے آگے اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلے حمد وثناء کی پھر ان سے فرمایا۔
''اے انصار کہ یہ کیا بات ہے جو تمہاری طرف سے مجھ کو پہنچی ہے یہ کیا ناراضگی ہے جو تم اپنے دلوں میں محسوس کر رہے ہو۔
پھر فرمایا کہ کیا ایسا نہیں کہ میں جب تمہارے پاس آیا تھا تو تم گمراہ تھے پس اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تمہیں ہدایت عطا فرمائی۔

جب میں آیا تو تم مفلس وغریب تھے۔اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں غنی کر دیا''۔
تم لوگ ایک دوسرے کے دشمن تھے۔پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی''۔
سب لوگ بے اختیار بول اٹھے۔
کہ''اللہ اور اس کے رسول سب سے زیادہ احسان کرنے والے اور بزرگ و برتر ہیں۔
حضورﷺ نے فرمایا کہ گروہ انصار میری باتوں کا جواب کیوں نہیں دیتے۔
انہوں نے عرض کی آقاﷺ ہم آپ کے ارشادات کا کیا جواب دیں۔سارا احسان وفضل تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔
حضورﷺ نے فرمایا کہ بخدا تم چاہتے تو یہ جواب دے سکتے تھے اور تمہارا جواب سچا ہوتا اور سب اس کی تصدیق کرتے کہ

حضور(ﷺ) جب ہمارے پاس تشریف لائے تو حضور(ﷺ) کو جھٹلایا جاتا تھا ہم نے حضورﷺ کی تصدیق کی''۔
''آپؐ کا کوئی معاون نہ تھا ہم نے آپ کی مدد کی'' ''آپؐ کو اپنے شہر سے نکال دیا گیا تھا۔ہم نے حضورﷺ کو پناہ دی''۔
''آپﷺ اس وقت تنگدست تھے۔ہم نے آپؐ کی مالی امداد کی''۔
سبحان اللہ کیا شان کریمی ہے کہ حضورﷺ نے ان کی طرف سے خود ہی جواب عطا فرما کر گفتگو میں بھی انصاف فرما دیا۔
پھر حضورﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا۔
''تم دنیا کی ایک معمولی چیز کے لئے مجھ سے ناراض ہو گئے ہو۔حالانکہ میں نے ان لوگوں کو انعام واکرام سے اس لئے نوازا۔کہ ان کے دلوں میں اسلام کی الفت پیدا ہو جائے اور وہ اسلام قبول کرلیں اور میں نے تمہیں تمہارے اسلام کے سپرد کر دیا''۔
''اے گروہ انصار کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ وہ لوگ تو اونٹ اور بکریاں لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم اللہ کے رسول(ﷺ) (دونوں جہان کے والی) کو لے کر اپنی اقامت گاہوں کو جاؤ''۔
''اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ جو نعمت عظمیٰ لے کر تم لوٹ رہے ہو وہ ان چیزوں سے بدرجہا بہتر ہے جو یہ لوگ لے کر جا رہے ہیں''

"اگر ہجرت کا معاملہ نہ ہوتا تو میں قوم انصار کا ایک فرد ہوتا" 

"دوسرے لوگ اگر ایک وادی یا ایک گھاٹی میں چلتے تو میں اس وادی میں چلتا جس وادی یا گھاٹی میں انصار چلتے"

"تم انصار میری چادر کا اندر والا حصہ ہو۔ اور دوسرے لوگ باہر والا حصہ ہیں۔

"اے اللہ انصار پر رحم فرما انصار کے بیٹوں پر رحم فرما۔ انصار کے لوگوں پر رحم فرما"۔

حضور ﷺ کے کلمات طیبات اور آپ کی دعا مبارک کا یہ اثر ہوا کہ سب انصار نے زار و قطار رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ ان سب کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہوگئیں اور سب لوگ یک زبان ہو کر بولے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان کر راضی ہوگئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) نے جو تقسیم فرمائی ہے اور جو حصہ ہمیں عطا فرمایا ہے ہم اس پر راضی اور مطمئن ہو گئے"۔

اس کے بعد انصار اپنی جگہوں پر واپس چلے گئے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دفعہ حضور ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا آقا ﷺ اسلام نے اس وقت نجران کی بنی ہوئی موٹی چادر اپنے اوپر لی ہوئی تھی جو بہت کھردری تھی اتنے میں ایک بدو آیا اور حضور ﷺ کی چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا۔ یہاں تک کہ چادر کے کھینچنے کے نشان گردن مبارک پر پڑ گئے۔ اور کہنے لگا کہ "اللہ تعالیٰ کا جو مال آپ کے پاس ہے حکم دیجئے کہ اس میں سے مجھ کو حصہ دیا جائے"

حضور ﷺ نے اس کی اس گستاخی پر برا نہیں منایا بلکہ ہنس دیئے اور کسی خادم کو اس کو مال غنیمت سے دینے کا حکم فرمایا۔

(زاد المعاد جلد ۳ صفحہ ۴۷۴)

مالک بن عوف نضری

حضور ﷺ نے بنی ہوازن کے وفد سے مالک بن عوف کے متعلق دریافت فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ وہ طائف میں قبیلہ ثقیف کے ساتھ اقامت پذیر ہے۔ پیغام اسے میری طرف سے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ پہنچاؤ کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ ہمارے پاس آ جائے اور اسلام قبول کر لے تو میں اس کے اہل وعیال اور مال مویشی اس کو واپس کر دوں گا اور مزید ایک سو اونٹ عطا کروں گا"۔

مالک کو جب یہ پیغام پہنچا تو وہ چپکے سے طائف سے بھاگ کر جعرانہ کے مقام پر حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوگیا اور اسلام قبول کر لیا۔ حضور ﷺ نے اسے اس کے اہل وعیال و مال و مویشی اور علاوہ سو اونٹ انعام عطا فرما دیئے۔

مالک بن عوف بن نفری نے حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں آپ کی تعریف میں اشعار پیش کئے اور حضور ﷺ کی بے پناہ تعریف فرمائی کہ آپ ﷺ اپنا وعدہ پورا فرمانے والے ہیں اور آپ کی مثل کوئی نہیں ہے اور جب کوئی عطیہ مانگتا ہے تو اس کو عطا فرماتے ہیں اور کل کے واقعات سے بھی آگاہ فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ نے مالک کو قبائل ثمالہ مسلم اور فہم میں اسلام لانے والے لوگوں پر امیر مقرر فرما دیا اور یہ ان کو ساتھ ملا کر بنی ثقیف کے ساتھ نبرد آزما ہونے لگا اور جب ان کے مویشی باہر نکلتے تو ان پر حملہ کرنے لگا۔



آقا ﷺ کی شان کریمی کی کیا شان ہے۔

حضور ﷺ کے عفو و درگزر کی کیا شان ہے کہ وہ آدمی جو چند روز پہلے اپنے تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کو مٹانے کے لئے آیا۔ آج حضور ﷺ کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال کر مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ نبرد آزما ہوگیا۔

ایک شخص ذوالخصیرہ نے حضور ﷺ کی جنگ حنین میں تقسیم پر اعتراض فرمایا تو آقا ﷺ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''تیرا خانہ خراب ہو اگر میرے پاس عدل نہیں تو تمہیں کس کے پاس عدل ملے گا''۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ حضور ﷺ اجازت دیں تو اس منافق کا سر قلم کر دیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا اس کو رہنے دو۔ اس کا بہت بڑا گروہ ہوگا اور یہ دین میں بڑی باریک بینی سے کام لیں گے۔ حتیٰ کہ یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جس طرح تیر اپنے نشانے سے پار نکل جاتا ہے اور ان پر ان کے دین کا کوئی اثر نہ ہوگا''۔

(تاریخ الخمیس۔ ۲۔ ۱۱۵، السیرۃ النبویہ ابن کثیر ۳۔ ۶۸۷، ضیاء النبی۔ ۴۔ ۵۵۱)

حضور ﷺ کی رضاعی بہن شیما آقا ﷺ کے پاس حاضر ہوئی۔ آقا ﷺ نے اس کو پہچان کر اپنی چادر اس کے لئے بچھا دی اور اس کو اپنے پاس رہنے یا مال و انعام کے ساتھ واپس جانے کا اختیار دے دیا اس نے واپس اپنی قوم کے پاس جانے کو پسند کیا۔ حضور ﷺ نے اسے اجازت دے دی۔

حضور ﷺ نے حنین کے اموال کی تقسیم کے بعد ماہ ذیعقد میں جعرانہ سے عمرہ ادا فرمایا۔ آقا ﷺ نے اپنی زندگی مبارک میں ایک حج فرمایا اور چار عمرے ادا فرمائے۔ ایک عمرہ حدیبیہ کے زمانہ میں دوسرا ماہ مدینہ طیبہ سے تیسرا ماہ ذیقعدہ میں غزوہ حنین کے بعد جعرانہ کے مقام سے اور چوتھا عمرہ حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا۔

کعب بن زہیر کا قبول اسلام

اس کے بھائی نے بجیر بن زہیر نے اسے لکھا کہ حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں تائب ہو کر آجاتا ہے آقا ﷺ اس کو قتل نہیں کرتے۔ اگر تو اس پر آمادہ نہیں تو ایسی جگہ چلا جا۔ جہاں تجھے پناہ مل سکے۔ یہ مدینہ طیبہ میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوگیا اور امان طلب کی اور تائب ہو کر مسلمان ہوگیا۔ حضور ﷺ نے اسے معاف فرما دیا اس نے آقا ﷺ کی شان پاک میں ''اشعار'' پڑھے۔

ترجمہ۔ ''بیشک رسول اکرم (ﷺ) وہ نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور حضور (ﷺ) اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک بے نیام تلوار ہیں''۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دھمکی دی ہے لیکن اللہ کے رسول ﷺ سے عفو و درگزر کی امید کی جاسکتی ہے۔

حضور ﷺ نے خوش ہو کر اسے اپنی چادر عطا فرما دی اور لوگوں سے فرمایا کہ ان اشعار کو غور سے سنو۔

یہ وہی چادر ہے جو خلفاء بنی عباس کو تاج پوشی کے وقت اوڑھائی جاتی تھی۔ (تاریخ الخمیس جلد ۳ صفحہ ۷۰۲)

قبیلہ ثقیف کا قبول اسلام

حضرت ﷺ سے لوگوں نے قبیلہ ثقیف کے لئے بد دعا کے لئے عرض کی لیکن حضور ﷺ نے ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ

اللھم اھد ثقیفا وائت بھم

''اے میرے اللہ ثقیف کو ہدایت عطا فرما اور ان کو میرے پاس لے آ''۔

اس سے پہلے بھی جب آ قا ﷺ مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے طائف تشریف لے گئے تھے اور اہل طائف کے (بنی ثقیف نے حضور ﷺ پر ظلم وستم کی حد کر دی تھی اور اوباش لڑکوں کو حضور ﷺ کے پیچھے لگا دیا تھا اور سنگباری سے حضور ﷺ کے پاؤں مبارک خون آلود ہو کر جوتے میں جم گئے تھے اور آ قا ﷺ نڈھال ہو کر ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے اور اس وقت پہاڑوں کا فرشتہ حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تھا اور عرض کی تھی یا رسول اللہ ﷺ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اگر آپ اجازت فرمائیں تو اہل طائف کی بستی جو ان دو پہاڑوں کے درمیان ہے اس کو ان دو پہاڑوں میں پیس کر رکھ دوں۔لیکن میرے کریم آ قا ﷺ نے اس حالت میں بھی باوجود ان کے اتنے ظلم کے ان کی ہدایت کے لئے ہی دعا فرمائی تھی۔

اب بھی آ قا ﷺ نے طائف کا محاصرہ اٹھانے کے بعد ان کی ہدایت کے لئے ہی دعا فرمائی تھی۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضور ﷺ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور جب آ قا ﷺ غزوہ حنین سے واپس مدینہ مبارک تشریف لے آئے اور پھر یہاں سے غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے ار پھر جب غزوہ تبوک سے واپس مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو یہ بنی ثقیف (اہل طائف) کا وفد مدینہ طیبہ میں ماہ رمضان میں آ قا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

مدینہ طیبہ میں حاضر ہونے والے لوگوں کا یہ وفد چھ لوگوں پر مبنی تھا اور عبد یالیل ان کا سربراہ تھا۔

حضرت ولید بن مغیرہ نے سب سے پہلے اس وفد کو دیکھا او رحضور ﷺ کی خدمت میں خوشخبری دینے کے لئے دوڑے راستے میں انہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے۔اور ان کو یہ خوشخبری بارگاہ رسالت میں سنانے کے لئے فرمایا۔انہوں نے ان کی بات مان لی۔حضرت ابوبکر صدیق حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں خوشخبری سنانے کے لئے روانہ ہو گئے اور آپ ﷺ کو بنی ثقیف کے وفد کی آمد کے متعلق بتایا۔حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا۔اور مسجد کے ایک کونے میں بنی ثقیف کے وفد کے لئے خیمہ نصب فرمانے کا حکم دیا اور حضرت خالد بن سعید العاص کو پیغام رسانی پر مقرر فرمایا۔حضور ﷺ ان کیلئے جو کھانا بھیجتے یہ اس وقت تک اسے نہ کھاتے جب تک سعید بن العاص اسے نہ کھاتے تھے۔اسلام قبول کرنے تک یہ ایسا



ہی کرتے رہے۔

انہوں نے حضور ﷺ کو درخواست پیش کی کہ تین سال تک ان کے معبودلات کو منہدم نہ کیا جائے جو حضور ﷺ نے سختی سے ٹھکرادی پھر انہوں نے یہ مدت ایک سال کرنے کے لئے کہا پھر آہستہ آہستہ انہوں نے یہ مدت ایک مہینہ کرنے کے لئے کہا۔لیکن حضور ﷺ نے ہر بار ان کے اس مطالبہ کو سختی سے ٹھکرادیا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس بت کو گرانے کے لئے ان کے قریبی رشتہ دار ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا جائے گا۔

پھر انہوں نے نماز کی معافی کے لئے درخواست دی۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں نماز نہیں"۔

جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو حضور ﷺ نے ان کے لئے معاہدہ تحریر فرمایا اور ان سے کم سن عثمان بن ابی العاص کو ان پر قرآن سکھانے کے لئے مقرر فرمایا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ اور ابوسفیان ان کے ساتھ طائف میں لات کے بت کو گرانے کے لئے پہنچے۔حضرت مغیرہ بن شعبہ نے ابوسفیان کو پہلے آگے جا کر بت گرانے کے لئے کہا۔لیکن ابوسفیان بن حرب نے آگے جانے سے انکار کر دیا تو مغیرہ بن شعبہ آگے پہنچے اور کلہاڑے کے وار کر کے بت کو گرانے لگے معتب کے بیٹے آپ کی حفاظت کے لئے کہ کوئی ان کو نقصان نہ پہنچائے پاس کھڑے رہے۔بنی ثقیف کی عورتیں اس بت کو گرانے کے وقت ننگے سر بال کھولے باہر نکل آئیں اور رونے لگیں۔ابوسفیان بھی مغیرہ بن شعبہ کے پاس آ پہنچے اور بت گراتے وقت جب یہ اس پر کلہاڑے کے وار کر رہے تھے تو یہ پاس کھڑے واہا واہا لک کہہ رہے تھے۔

اس بت کو گرانے کے بعد جو نقدی اور زیور وغیرہ اس بت میں سے نکلے۔حضرت مغیرہ بن شعبہ نے وہ ابوسفیان کو بھیج دیئے۔

عرف کا بیٹا ابوملیح اور اسود کا بیٹا قارب بنی ثقیف سے ناراضگی کے باعث ان سے پہلے ہی آقا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے تھے اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو اپنا والی مقرر کر لیا۔(خاتم النبیین جلد ۲ صفحہ ۱۰۵۷،ضیاء النبی جلد ۴ صفحہ ۵۵۵)

اللھم صل و سلم علی سیدنا و مولانا محمد نبی امی و علی آلہ الطاھرین طیبین و رحمہ اللہ و برکاتہ۔فداء امی و ابی و نفسی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

۱۶/رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

بمطابق ۲۷ جولائی۔۲۰۱۳ء۔صبح ۹ بجے۔

خاک پائے اولیاء اللہ گدائے اولیاء اللہ

احقر العباد نثار النبی بن محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ



۸ ہجری دیگر واقعات

حضرت ابراہیم (فرزند رسول علیہ السلام) کی وفات

حضور آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اسی سال ۸ ہجری میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہ کے بطن سے تولد ہوئے اور تقریباً ایک سال کی عمر میں اسی سال آپ کی وفات ہوئی۔آپ کی بیماری کی خبر سن کر آقا ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اس وقت یہ آخری سانسیں لے رہے تھے۔حضور ﷺ نے ان کو اپنی گود میں لے لیا اور آقا ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابراہیم ہم تیری جدائی سے غمگین ہیں کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی آنکھوں میں آنسو؟ آقا ﷺ نے فرمایا کہ یہ رحمت کے آنسو ہیں۔

سورج گرہن

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر سورج گرہن لگ گیا لوگوں نے سمجھا کہ شاید آپ کے وفات پانے سے یہ لگا ہے کیونکہ لوگوں میں تو ہم تھا کہ سورج گرہن وغیرہ کسی بڑے آدمی کے مرنے سے لگتے ہیں۔

حضور ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں کسی کے مرنے یا جینے سے ان میں گرہن نہیں لگا کرتے اور آج کی سائنس کے لئے حضور ﷺ نے یہ بات پہلے ہی فرمادی۔

سبحان اللہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ایسا علم لدنی عطا فرمایا ہوا تھا کہ جن باتوں پر سائنس دان سر کھپا کھپا کر آج بڑی مشکل سے پہنچ رہے ہیں۔حضور ﷺ نے ان سے چودہ سو سال پہلے آگاہی فرمادی تھی بلکہ بعض باتوں میں وہ اب تک بھولے ہوئے ہیں اور ان کی عقل ٹامک ٹوئیوں میں گری ہوئی ہے لیکن حضور ﷺ نے ان باتوں کی خبریں ہمیں پہلے ہی فرما دی تھیں۔

حضور ﷺ کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی سال وفات فرمائی۔

حرمت شراب

اسی سال شراب کی قطعی حرمت بھی نازل ہوئی اور لوگوں نے مدینہ کی گلیوں میں پانی کی طرح شراب بہادی۔

چور کی سزا

اسی سال ایک آدمی نے چوری کی لوگوں نے حضور ﷺ کے بہت چہیتے اور لاڈلے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ سے سفارش کرنے کے لئے تیار فرمایا جب یہ آقا ﷺ کے سامنے آئے تو ان کے بولنے سے پہلے ہی حضور ﷺ

نے فرمایا کہ شاید تم اس شخص کی سفارش کے لئے آئے ہو تم سے پہلی قومیں اسی لئے ہلاک ہوئیں کہ اگر ان کا کوئی بڑا آدمی گناہ کرتا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور اگر ان کا کوئی عام آدمی گناہ کرتا تو اس پر حد جاری کر دی جاتی تھی اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا''۔

قانونِ شریعت

سبحان اللہ یہ ہیں اسلامی قوانین اگر معاشرے میں اسلامی قانون کو رائج کر دیا جائے تو تمام برائیاں اور ناسور جو معاشرے میں پھیلے ہوئے ہیں جڑ سے ختم ہو سکتے ہیں۔ یہ اتنے قسم قسم کے دانشور لوگ جو میڈیا میں اتنی دیر مختلف موضوعات پر سر کھپاتے رہتے ہیں خدارا اس بنیادی بات پر غور کریں تو معاشرہ جنت بن سکتا ہے اور اس کی ہر ہر برائی ختم ہو سکتی ہے کیونکہ ایک اچھا حکیم بیماری کو جڑ سے ختم کرتا ہے۔

اگر کسی آدمی کا خون خراب ہو جائے تو پھوڑے پھنسیاں اس کے جسم کے مختلف حصوں سے نکلنے شروع ہو جاتے ہیں اور اگر ان پھوڑے پھنسیوں پر وقتی مرہم لگا دی جائے اور اس آدمی کے خون کا علاج نہ کیا جائے تو یہ پھوڑے پھنسیاں ایک جگہ سے ختم ہو کر دوسری جگہ سے اپنا سر اٹھا لیں گے اور یہی حال ہمارے معاشرے کا ہے ایک برائی کو دبانے کے لئے کوئی قانون بناتے ہین اور تھوڑا بہت اس پر عمل بھی کرتے ہیں وہ برائی ادھر سے دب جاتی ہے اور دوسری جگہ سے سر نکال لیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں سورۃ مائدہ میں فرماتے ہیں کہ ''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی کافر ہیں''۔

اور ایک جگہ فرمایا'' کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ فاسق ہیں''۔

یعنی کافر لوگ بھی خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلے نہیں کیا کرتے اور جو مسلمان لوگ ان کافروں کی پیروی میں خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی فاسق ہیں۔

خدارا اگر ارباب اختیار اس بات کی طرف دھیان کریں اور ملک میں اللہ تعالیٰ کے حکموں اور حضور ﷺ کی شریعت کے مطابق فیصلے کریں تو جس طرح لوگ بے عزت کر کے ارباب اختیار کو حکومت سے نکال باہر کرتے ہیں کوئی ان کو نکالنے کی جرأت نہ کرے اور رہتی دنیا تک اس نیکی کا سہرا ان کے سر چڑھ جائے اور کروڑوں عوام الناس کی دعاؤں سے شاید دونوں جہانوں میں وہ سرخرو ہو جائیں۔ ورنہ بے شمار مظلوموں کی آہیں اور سسکیاں اور ظلم وستم کا قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے حضور وہ کیا جواب دیں گے؟

احقر العباد

نثار النبی بن محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ



ہجرت کا نواں سال مبارک

سریہ عینیہ بن حصین رضی اللہ عنہ

حضور سرور کائنات ﷺ نے ماہ محرم میں بشیر بن سفیان الکعبی رضی اللہ عنہ کو قبیلہ خزاعہ کی طرف صدقات وغیرہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ بنوکعب نے تو صدقات دے دیئے یہ لوگ اس وقت صحرا میں آباد تھے جبکہ قبیلہ خزاعہ کے بنو تمیم نے جب اتنے اونٹ و بکریاں صدقات کے دیکھے تو تلواریں سونت لیں اور بنوکعب کو کہا کہ ہم ان صدقات کو نہیں جانے دیں گے اور خود بھی صدقات دینے سے انکار کر دیا۔

حضرت بشیر بن سفیان رضی اللہ عنہ صورت حال بھانپ کر چپکے سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لے ائے اور آقا ﷺ کی خدمت اقدس میں سارا واقعہ گوش گزار کیا۔

حضور ﷺ نے عینیہ بن حصین رضی اللہ عنہ کو پچاس سواروں کے ساتھ بنو تمیم کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ان پچاس سواروں میں مہاجرین و انصار میں سے کوئی بھی شامل نہیں تھا اور یہ مختلف قبیلوں کے لوگ تھے یہ لوگ رات کو سفر کرتے اور دن کو آرام کرتے ہوئے اچانک ان کے سروں پر صحرا میں پہنچ گئے مسلمانوں کے لشکر کو آتا دیکھ کر بنو تمیم بھاگ گئے اور مسلمانوں نے ان کے گیارہ مرد اور اکیس عورتیں اور تیس بچوں کو گرفتار کر لیا اور ان کے بہت سے اونٹ و بکریوں کو بھی لے کر واپس مدینہ طیبہ لوٹ آئے اور قیدیوں کو رملہ بنت حارث رضی اللہ عنہ کے مکان میں رکھا گیا ان کے پیچھے پیچھے ان کے سردار جن میں قیس بن عامر، عطارد بن حاجب، زبرقان بن بدر اور اقرع بن حابس جیسے لوگ بھی شامل تھے چلے آئے قیدیوں میں عورتوں نے جب اپنے سرداروں کو دیکھا تو رونے لگیں یہ سیدنا حضور ﷺ کے دروازے پر آئے اور باہر کھڑے ہو کر آپ کا نام مبارک لے کر زور زور سے پکارنے لگے کہ آپ باہر آئیں ہمارا خطیب آپ کے خطیب سے اور ہمارا شاعر آپ کے شاعر سے مقابلہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کو ان کا اس طرح حضور ﷺ کا نام مبارک لے کر پکارنا بہت بُرا لگا اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ حجرات کی آیات نازل فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴﴾ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰی
تَخۡرُجَ اِلَیۡهِمۡ لَکَانَ خَیۡرًا لَّهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵﴾ (سورۃ الحجرات ۵،۴)

ترجمہ: ''بیشک جو لوگ پکارتے ہیں آپ کو ہجروں کے باہر سے ان میں سے اکثر نا سمجھ ہیں اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ تشریف لاتے ان کے پاس تو یہ ان کے لئے بہت بہتر ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے''۔

حضور ﷺ ان کی اس گستاخی کو نظر انداز فرماتے ہوئے خندہ پیشانی سے باہر تشریف لائے اور یہ لوگ حضور ﷺ سے چمٹ گئے آقا ﷺ نے توقف فرمایا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اقامت فرمائی۔ حضور ﷺ نے نماز ظہر ادا فرمائی اور مسجد کے صحن میں تشریف فرما ہوئے۔

حضور ﷺ نے ان کی ڈینگوں کے جواب میں سے فرمایا کہ تم نے جھوٹ بولا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی مدح کسی اِنسان کو معزز و محترم اور اس کی مذمت کسی انسان کو ذلیل و خوار کرتی ہے''۔

حضور ﷺ نے مزید فرمایا کہ میں شعر گوئی کے لئے مبعوث نہیں کیا گیا اور نہ ہی مجھے فخر و مباہات میں حصہ لینے کا حکم دیا گیا ہے لیکن تمہارا اصرار ہے تو اپنا خطیب لاؤ ان لوگوں کا خطیب عطارد بن حاطب اٹھا اور اپنی قوم کے فضائل وغیرہ بیان کئے۔

حضور ﷺ کے حکم سے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے ان کو ایسی وضاحت سے جواب دیا کہ یہ لوگ دنگ رہ گئے۔

پھر ان کے شاعر نے اپنی قوم کی فضیلت میں شعر کہے تو حضور ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جواب دینے کے لئے حکم فرمایا۔ آپ نے ان کے شعروں کے جواب میں ایسے فی البدیہہ شعر کہے کہ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

ان کا شاعر اقرع بن حابس اتنا متاثر ہوا کہ فوری کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

اس کے بعد یہ تمام لوگ مسلمان ہو گئے''۔

حضور ﷺ نے ان کے تمام قیدیوں وغیرہ کی واپسی کا حکم دے دیا اور تمام لوگوں کو انعام و اکرام کے ساتھ واپس لوٹایا۔ (سیرۃ النبویہ زینی دحلان جلد ۲ صفحہ ۳۳۱)

سریہ علقمہ بن مجزز رضی اللہ عنہ

حضور نبی کریم ﷺ نے ربیع الثانی نو ہجری کو حضرت علقمہ بن مجزز کو تین سو مجاہدین کے دستے کا امیر بنا کر جدہ کے قریب اکٹھے ہونے والے لوگ جن کا بظاہر ارادہ جدہ پر حملے کا لگتا تھا کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔

جب ان حبشیوں نے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھا تو وہ بھاگ گئے۔ مسلمان ان کے پیچھے بھاگے انہوں نے ڈر کر سمندر میں چھلانگیں لگانی شروع کر دیں اور ایک جزیرے میں آ پناہ لی۔ مسلمانوں نے یہاں بھی ان کا تعاقب کیا یہ لوگ یہاں سے بھی بھاگ گئے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ نے لشکر کو روانگی سے پہلے وصیت فرمائی تھی کہ اپنے امیر کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔

واپسی پر امیر لشکر کسی بات پر مسلمانوں سے ناراض ہوگیا اور اس نے لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دیا۔لکڑیاں اکٹھی ہوگئیں تو اس نے ان کو آگ لگانے کا حکم دیا۔جب خوب آلاؤ روشن ہوگیا تو اس نے لشکریوں کو حکم دیا کہ کیا حضور ﷺ نے تم لوگوں کو میری بات کے سننے اور اسے ماننے کا حکم نہیں دیا تھا سب نے کہا کہ ہاں دیا تھا اس نے کہا کہ میں پھر تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس آگ میں کود جاؤ۔

مسلمانوں نے اس کو کہا کہ ہم نے حضور ﷺ کا دامن آگ سے بچنے کے لئے پکڑا تھا اور تم ہمیں آگ میں کودنے کا حکم دے رہے ہو اسی اثناء میں ان کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا اور بات آئی گئی ہوگئی واپس آ کر مسلمانوں نے اس واقعہ کے متعلق حضور ﷺ کو بتایا آقا ﷺ نے فرمایا کہ

لا طاعة فی معصیة الله انما طاعة فی المعروف۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں اطاعت ہمیشہ نیک کاموں میں ہوتی ہے۔

اور حضور ﷺ نے فرمایا:

''جو لوگ امیر کی اطاعت کرتے ہوئے آگ میں داخل ہو جاتے تو پھر کبھی اس سے باہر نہ نکل سکتے''۔

(خاتم النبیین جلد ۲ صفحہ ۱۰۶۸)

سریہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط

حضور نبی کریم ﷺ نے ولید بن عقبہ کو بنی خزاعہ کی ایک شاخ بن مصطلق کی طرف صدقات وغیرہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔

اِن کی آمد کا سن کر بیس کے قریب یہ لوگ ان کے استقبال کیلئے باہر نکلے انہوں نے اپنے ساتھ اونٹ اور بھیڑ بکریاں جو زکوٰۃ کا مال تھیں، ساتھ لے لیں۔

زمانہ جاہلیت میں ان کی عداوت ولید بن عقبہ کے قبیلہ سے تھی۔

ولید بن عقبہ نے ان کو دور سے آتے دیکھا تو سمجھا کہ شاید یہ مجھ پر حملہ کی نیت سے آ رہے ہیں۔یہ دور ہی سی واپس پلٹ گئے اور حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر سارا ماجرہ بیان فرمایا۔

آقا ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند سواروں کے ساتھ ان کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ اپنی آمد کے بارے میں ان کو پتہ نہ چلنے دینا اور اگر ان کی مسلمانی کے بارے میں شواہد ملیں تو صدقات وغیرہ لے کر آ جانا۔ورنہ بصورت دیگر ان سے کفار ومشرکین کا سا برتاؤ کرنا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کے پاس خفیہ پہنچے تو آپ نے ان کو مغرب اور عشاء کی اذانیں دیتے ہوئے پایا۔

آپ ان سے صدقات وغیرہ لے کر واپس تشریف لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات کی یہ آیات نازل فرمائیں۔

ترجمہ: اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم بے علمی میں کسی قوم کو ضرر پہنچا دو پھر تم اپنے کئے پر پچھتانے لگو۔ (سورۃ الحجرات) (تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۱۹)

سریہ ضحاک بن سفیان الکلابی

حضور ﷺ نے قرطاء کی طرف ضحاک بن سفیان الکلابی کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا۔ ان کا آمنا سامنا ''زج'' کے مقام پر دشمن سے ہوا۔ خوب گھمسان کی جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

سریہ قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

حضور سرور کائنات ﷺ نے نو ہجری میں بیس مجاہدین کے ساتھ حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو مکہ کے گردنواح میں ''تبالہ'' یا ''بیشہ'' کی طرف قبیلہ خثعم کی سرکوبی کے لئے بھیجا اور ان کو فوری حملہ کا حکم دیا ان کے پاس سواری کے دس اونٹ تھے اور یہ باری باری ان پر سوار ہوتے تھے خوب لڑائی ہوئی حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے لیکن مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور ان کے بہت سے اونٹ اور بھیڑ بکریاں مال غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں ہر مجاہد کو چار اونٹ یا اونٹ کے بدلے میں دس بھیڑ بکریاں خمس نکال کر دی گئیں۔

سریہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حضور نبی کریم ﷺ نے قبیلہ ''طے'' جو کہ حاتم طائی کا قبیلہ تھا کیطرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ماہ ربیع الثانی نو ہجری ڈیڑھ سو مجاہدین کو ایک سو اونٹ اور پچاس گھوڑوں کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ یہ لوگ عیسائی بھی تھے اور ان کا ایک بہت بڑا بُت ''فلس'' بھی تھا بعض لوگ اس کی پوجا بھی کرتے تھے۔

آقا ﷺ نے اس بت کو پاش پاش کرنے اور اس کے استھان کو پیوند خاک کرنے کا حکم فرمایا۔

عدی حاتم طائی کا بیٹا تھا اس کی قوم اس کو اپنے مال سے چوتھائی حصہ دیتی تھی یہ عیسائیت کی طرف مائل تھا اور اس نے اپنے دل میں اس پر ثابت قدمی کا تہیہ کیا ہوا تھا حالانکہ اس کو حضور ﷺ کی اسلام کی فتوحات کے بارے میں خبریں ملتی رہتی تھیں۔ ساتھ اس کو مسلمانوں کے حملہ کے بارے میں خدشہ بھی تھا اور اس مقصد کے لئے اس نے اپنے ملازم کو اونٹ تیار رکھنے کا اور اسے بروقت اطلاع دینے کا حکم کیا ہوا تھا۔

جب اس کو مسلمانوں کے حملہ کی اطلاع ملی تو یہ جلدی میں اپنے بال بچوں کو اس پر سوار کرا کر شام کی طرف بھاگ گیا اور جلدی میں اپنی سگی بہن حاتم طائی کی بیٹی جس کا نام ''سفانہ'' تھا کو لینا بھول گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان پر حملہ کیا اور اِن کے بت کو پاش پاش کرنے کے بعد ان کے استھان کو خاک میں ملا دیا اور بہت سال مال غنیمت قبضہ میں لیتے ہوئے بہت سے جنگی قیدیوں کے ساتھ واپس مدینہ طیبہ خیر و خیریت سے تشریف لے آئے۔ جنگی قیدیوں میں حاتم طائی کی بیٹی ''سفانہ'' بھی تھی۔ (تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۲۰)

اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور بڑا بھائی شام بھاگ گیا ہے۔ آپ مجھ پر احسان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے گا اس نے اپنے بھائی کے متعلق آقا ﷺ کو بتایا کہ وہ عدی بن حاتم ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہی عدی جو اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام سے بھاگ گیا ہے۔ حضور ﷺ اس کو یونہی کھڑا چھوڑ کر واپس تشریف لے گئے۔

دوسرے دن پھر حضور ﷺ اس کے پاس سے گزرے۔ اس نے پھر ایسے ہی عرض کیا۔ آقا ﷺ پھر تشریف لے گئے۔

جب تیسرے دن حضور ﷺ اس کے پاس سے گزرے تو نوجوان جو حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے تھے نے ''سفانہ'' کو اپنی عرضداشت آقا ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کا اشارہ فرمایا۔

اور اس نے پھر پہلے کی طرح اپنی عرضداشت آقا ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تجھے آزاد فرمایا۔ لیکن جانے میں جلدی نہ کرنا یہاں تک کہ تیری قوم کا کوئی قابل اعتماد شخص تجھے نہ مل جائے سفانہ نے لوگوں سے اس نوجوان کے بارے میں پوچھا تو اِسے ان کا نام (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) بتایا گیا۔

عدی بن حاتم طائی کا ایمان لانا

حاطم طائی کی بیٹی کو ایک دن قبیلہ بلیہ اور قضاعہ کے چند لوگ ملے جو شام جا رہے تھے اس نے آقا ﷺ کی خدمت میں اجازت کے لئے جانے کے لئے عرض کیا۔ حضور ﷺ نے اسے اجازت دے دی اور اسے نیا جوڑا عنایت فرمایا اور جانے کے لئے اُونٹ اور خرچ کے لئے پیسے بھی دیئے اور یہ شام اپنے بھائی کے پاس پہنچ گئی وہاں جا کر اس نے اپنے بھائی عدی بن حاتم کو خوب جلی کٹی سنائیں کہ اپنے بیوی بچے تو تم ساتھ لے گئے اور مجھے بھول گئے۔

بھائی نے جب اس سے آقا ﷺ کے متعلق استفسار کیا تو اس نے اس کو مشورہ دیا کہ وہ بہت ہی کریم النفس ہیں تم ان پر فوراً ایمان لے آؤ۔ اس میں تمہارا بھلا ہے اور اگر وہ بادشاہ بھی ہوتے تو تم پھر بھی ان کے پاس جاتے تا کہ تمہارے جیسے زیرک لوگوں کو وہ اپنا مصاحب بنا لیتے۔

عدی کے دل پر اس کی بات کا بہت اثر ہوا اور اس کے دل میں یہ بھی آیا کہ حضور ﷺ نے اس کی بہن کے ساتھ بہت اچھا سلوک فرمایا ہے اور حاطم طائی حاضری کے لئے شام سے مدینہ طیبہ حضور ﷺ کی خدمت میں آ حاضر ہوا۔ اس وقت

حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آ قا ﷺ نے اس کا نام پوچھا اس نے بتایا کہ وہ عدی بن حاتم ہے۔ حضور ﷺ اس کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے اور اپنی چادر مبارک اتار کر اس کے بیٹھنے کے لئے بچھا دی۔ یہ آ قا ﷺ کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا اس کے بعد حضور ﷺ اس کو ساتھ لے کر گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک بوڑھی کمزور عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی آ قا ﷺ اس کی عرضداشت سننے کے لئے کھڑے ہو گئے اور دیر تک اس کی عرضداشت سنتے رہتے۔

عدی نے اپنے دل میں کہا کہ بخدا یہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول (علیہ السلام) ہیں کیونکہ بادشاہوں کی نخوت وغیرہ کا ان میں نام ونشان بھی نہیں ہے۔

حضور ﷺ عدی کو لے کر اپنے گھر تشریف لے آئے اور خود زمین پر تشریف فرما ہوئے اور ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری تھی اس کو عدی کی طرف کھسکا دیا اور فرمایا: اِجْلِسْ عَلٰی هٰذَا۔ اس پر بیٹھ جاؤ۔ اِس نے عرض کی کہ آپ ﷺ اس پر تشریف فرما ہوں آ قا ﷺ نے فرمایا کہ بَلْ اَنْتَ نہیں تم ہی بیٹھو گے۔

عدی نے اپنے دل میں کہا کہ بادشاہ ایسا نہیں کیا کرتے۔

حضور ﷺ نے عدی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ شاید تم عیسائیوں کے فرقہ ''رکوسی'' سے تعلق رکھتے ہو۔ اِس نے عرض کی کہ ہاں۔

آ قا ﷺ نے اِسے فرمایا کہ تم اپنی قوم سے چوتھا حصہ آمدن کا وصول کرتے ہو۔ حالانکہ تمہارے مذہب میں یہ حلال نہیں اِس نے عرض کی کہ بخدا ایسا ہی ہے۔ عدی نے دل میں سمجھ لیا کہ یہ واقعی اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام ہیں جو ہر چیز جانتے ہیں۔

حضور ﷺ نے عدی سے فرمایا کہ تمہارے دین اسلام قبول کرنے میں شاید یہ چیز حائل ہے کہ مسلمان غریب لوگ ہیں اور محتاج ہیں بخدا وہ وقت آنے والا ہے کہ ان میں مال و دولت کی اتنی فراوانی ہو گی کہ کوئی لینے والا نہیں ملے گا۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ شاید تو اس لیے دین اسلام قبول نہیں کر رہا کہ مسلمانوں کی تعداد کم ہے اے عدی تو عنقریب سنے گا کہ ایک عورت تن تنہا قادسیہ سے نکلے گی اور بیت اللہ کا آ کر طواف کرے گی اور خدا کے سوا اِسے کسی کا ڈر نہیں ہو گا۔

حضور ﷺ نے مزید فرمایا کہ اے عدی، شاید تو اس لئے دین اسلام قبول نہیں کر رہا کہ حکومت و سلطنت غیروں کے قبضے میں ہے۔

بخدا عنقریب تو سنے گا کہ بابل کے قصر ابیض کو یہ (مسلمان) فتح کریں گے اور اس میں داخل ہوں گے اور کسریٰ کی وسیع عریض سلطنت پر بھی ان کا قبضہ ہو گا۔

حضور ﷺ کے ارشادات نے اس کے دل پر اتنا اثر کیا کہ بے اختیار اس نے کلمہ طیبہ صدق دل سے پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ (امتاع الاسماع جلد ۱، صفحہ ۳۲۵)

حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے آقا ﷺ کی دو پیش گوئیاں اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھی ہیں اور تیسری پیش گوئی کہ مسلمانوں میں بہت سامال ہوگا اور کوئی لینے والا بھی نہیں ہوگا۔ بھی ضرور پوری ہوگی۔

یہ حضور ﷺ کا اخلاق کریمانہ تھا کہ آپ ﷺ کی باتیں دلوں میں گھر کر جاتی تھیں اور اسلام کی مٹھاس دلوں میں بھر جاتی تھی بلکہ آقا ﷺ کی باتوں کی شرینی اَب بھی دلوں میں رچ بس جاتی ہے اور بے شمار دل آقا ﷺ کی راہوں میں اپنے دلوں کو نچھاور کرنے کے لئے تیار ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر تو زندان مصر نے اپنی انگلیاں کٹوا لیں تھیں یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ علیہ السلام کی آمد کا پتہ چل جائے تو لوگ اپنے سر کاٹ کر اور اپنے ہاتھوں میں لے کر آپ علیہ السلام کا استقبال کریں۔

نو ہجری کے دیگر واقعات

حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں سنہ نو ہجری کو مختلف قبیلوں کی طرف سے بہت سے وفود آئے سنہ نو ہجری اور سنہ دس ہجری کو ''عام الوفود'' یعنی وفود آنے کا سال کہا جاتا ہے۔ عربی مین عام کے معنی سال کے ہیں ان کی تعداد ارباب سیر نے ایک سو پانچ تک بتائی ہے ان قبائل میں جنہوں نے اپنے وفود بھیجے بنوسلیم' بنو دوس' بنو ازدشنوا بنو غفار' بنو اوس بنوخزرج' بنو اشعر' بنو ارحب' بنو مزنیہ' بنوعطفان' بنو اشجع' بنو باہلہ' بنوخشین' بنو جذام' بنو بجیم' بنوجہنیہ' بنوخزاعہ' بنو ہوازن' بنو ثمالہ' بنو حدان' بنوثعلبہ' بنو مہرہ' بنو صداء' بنو ربیعہ' بنو اسلم' بنو ہلال' بنو بکر بن وائل' بنو عبد بن عدی' بنو جرم' بنو سعد العشیرہ' بنو بنو ازد' بنو عقیل' بنو رؤاس' بنو جیشان' بنو تغلب' بنو قشیر بن کعب' بنو کلاب' بنو فزارہ' بنو طے' بنوحمیر' بنو کنانہ' بنو سعد ہذیم' بنو عریض' بنو صدف' بنو جعدہ' بنو مرہ' بنوشیبان' بنو بکا' بنو بارق' بنو اسد' بنو تجیب' بنو تمیم' بنو بلی' بنو عذرہ' بنوثقیف' بنوسعد بن بکر' بنو کلب' بنو بہراء' بنو عبدالقیس' بنو لیث' بنو کندہ' بنو عامر بن صعصہ بنو رباب' بنو زبید' بنو مراد' بنو رہاء' بنو محارب' بنو خثعم' بنو حنیفہ' بنو عبس' بنو حارث بن کعب' بنو غسان' بنو غامد' بنو سلامان' بنو حولان' بنو بجیلہ' بنو نخع اور ان کے علاوہ بعض کتابوں میں اور قبائل اور حبشہ میں سے آنے والے دو وفود کا ذکر ملتا ہے۔ (رحمت دارین ۷۱۲)

حضور علیہ السلام کی پیروی میں نجات

یہی لوگ تھے جو حضور ﷺ کی قدمت اقدس میں حاضری کے بعد کندن بن گئے اور پھر انہوں نے اور دوسرے اپنے قبیلہ والوں کو بھی کندن بنا دیا اور انہوں نے آقا ﷺ کے فرمانوں کی تابعداری کی اور کفار کے خلاف جہاد کیا اور حضور ﷺ کے اخلاق حسنہ اور آقا ﷺ کے اطوار و زندگی کے مطابق اپنی زندگیاں گزاریں۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

ترجمہ: تمہارے لئے میرے رسول (ﷺ) کی زندگی قابل تقلید ہے۔ 35

اور جو یہ لوگ حضور ﷺ کی تقلید کرتے ہوئے دنیا پر چھا گئے قیصر وکسریٰ کے تخت ان کے پاؤں تلے روندے گئے اورعرب وعجم پر اسلام چھا گیا۔

آج ہم لوگ حضور ﷺ کے فرمانوں پر عمل نہ کر کے دنیا میں ذلیل ہو گئے ہیں۔ ذاتی طور پر تقریباً ہر آدمی کے دل میں روپیہ و پیسہ جمع کرنے کی حرص بھری ہوئی ہے اور یہ دنیا کا مال حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ایسی سرسبز چراہ گاہ ہے جسے کوئی جانور اتنا کھائے کہ اِس کا پیٹ اُبھار ہو جائے اور وہ ہلاک ہو جائے۔

آج ہم لوگ اپنی قوم کے اجتماعی مفادات کو بھول گئے ہیں حالانکہ قومیں وہی سربلند ہوتی ہیں جو ذاتی مفادات پر اجتماعی مفادات کو ترجیح دیتی ہیں۔ہمارے معاشرے میں رشوت اور اقربا پروری عام ہوگئی ہے۔حالانکہ یہی ناسور ہمیں تباہ کر رہا ہے اور ہم غیروں کی جھولی میں گرتے جا رہے ہیں۔

پاکستان اسلام کا قلعہ اور سب سے پہلی ایٹمی طاقت ہے اور اس نے عالم اسلام کو ساتھ لے کر چلنا ہے اور دنیا عالم پر چھانا ہے اور یہ خود ہی اپنے اندر کو ٹھیک نہیں کر سکتا تو یہ دوسرے اسلامی مما لک کو کیسے اپنی تقلید پر مجبور کرے گا۔میں بمطابق سن عیسوی دو ہزار ایک میں شارجہ کپ دیکھنے کے لیے دوبئی گیا۔ بی بی سی کے ایک کیمرہ مین نے کیمرے کو ہماری طرف گھمایا تو میں نے ہاتھ میں لکھا کتبہ کہ مسلمز ٹو لیڈ دی ورلڈ یعنی مسلمانوں دنیا پر چھا جاؤ کو کیمرہ کے سامنے کیا۔اسی بات کو شاید مسلم دنیا نے نہیں پڑھا۔ لیکن عیسائیوں کے امریکہ کے صدر بش نے پڑھ لیا۔اور اُسی نے عیسائی دنیا کی حکمرانی کے لیے مسلمانوں پر حملے شروع کر دیے۔

اور بعض لوگوں نے الگ الگ اپنی جماعتیں بنا کر اقوام عالم کو سدھارنے کا فریضہ اپنے اپنے طریقہ کار کے مطابق بنا لیا ہوا ہے حالانکہ اجتماعیت ہی میں اسلام کی شان ہے اور حکومت اگر منہ زور گھوڑوں کے زور سے فائدہ اٹھا کر ان کے منہ میں لگام ڈال کر خود اسلام کی خدمت میں کمر بستہ ہو جائے تو یہ لوگ خود بھی خوشی خوشی حکومت کے ساتھ مل کر کفار و یہود ونصاریٰ کو مطیع کرنے کے لئے ان کے پہلو بہ پہلو چلیں۔ یہ صرف افہام وتفہیم کی غلطیاں ہیں ایک دوسرے کو محبت کے ساتھ سننا اور سمجھنا چاہئے ورنہ یہود ونصاریٰ ہم میں تفرقہ پیدا کر کے ہمیں کمزور کرتے رہیں گے اور انگریز اپنے محاورے کے مطابق ’’تقسیم کرو اور ان پر حکمرانی کرو‘‘ کے اصول کے مطابق مسلمانوں پر چھاتے رہیں گے خدارا یہ سوچنے کا مقام ہے۔

سنہ نو ہجری میں ہی غزوہ تبوک وقوع پذیر ہوا۔اس نو ہجری میں ہی سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تبوک سے اکیدر کی طرف اور حضور ﷺ کا گرامی نامہ تبوک میں ہرقل کی طرف۔حضرت عبداللہ ذوالنجارین رضی اللہ عنہ کی وفات،مسجد ضرار کا انہدام۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے دو ساتھیوں کا قصہ۔قصتہ اللعان۔قبیلہ ثقیف کا مسلمان ہونا۔شاہان حمیر کی طرف سے آقا ﷺ کی خدمت اقدس میں خطوط سزائے رجم کا نفاذ نجاشی شاہ حبشہ کی وفات۔حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات۔رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی ہلاکت۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں حجاج کی مکہ مکرمہ کی طرف روانگی۔شہریار

بادشاہ ایران کاقتل اور کسریٰ کی بیٹی بوران کا بادشاہ مقرر ہونا ہے۔ 

اللہ صل علی محمد نبی امی عالی القدر العظیم و علی آلہٖ و بارك وسلم۔ اللهم الصلح۔ اللهم النصر۔ اللهم فرج عن۔ اللهم الرحم۔ اللهم اغفر جمیع اُمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

احقر العباد

نثارالنبی بن محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ

۲۳ رمضان المکرم ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲ فروری ۲۱۰۳۔ جمعہ المبارک صبح ۴:۱۴ لاہور



بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحیم۔ نحمدہٗ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہٖ طیبین الطاھرین و بارك وسلم و صل مو تسلیماً کثیراً کثیراً برحمتك یا ارحم الرَّحمین۔

غزوہ تبوک



غزوہ تبوک

رسول الکریم رؤف و رحیم ﷺ کا یہ آخری غزوہ مبارک ہے، یہ رومیوں کی سلطنت کے خلاف لڑا گیا۔ تبوک مدینہ منورہ سے تقریباً سات یا نو سوکلومیٹر دور دمشق اور مدینہ طیبہ کے درمیان ہے۔

قیصر روم اس وقت دنیا کی ایک بہت بڑی سلطنت تھی۔ اس نے ایرانیوں کو بھی شکست فاش دے دی تھی۔ اور یہ مسلمانوں کی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی ہوئی طاقت سے بھی خائف ہو رہا تھا۔ پہلے تو اس نے اس طاقت کو درخور اعتناء نہ سمجھا لیکن جب مسلمانوں نے پے در پے فتوحات کر کے پورے عرب میں اپنی قوت کے پنجے گاڑ لئے تو اس کو چوکنا ہونا پڑا۔

غزوہ موتہ میں جب مسلمانوں کے تین ہزار کے لشکر نے رومیوں کے دو لاکھ کے لشکر کو شکست دی تو اس نے مسلمانوں کی طاقت کو مدینہ طیبہ میں ہی کچل دینے کا ارادہ کر لیا اور اس مقصد کے لئے اس نے ایک عظیم فوج تیار کر لی۔ اور اس کو ایک سال کی پیشگی تنخواہیں پہلے ہی دے دیں اور علاوہ سرحدی عرب قبائل جو عیسائیت قبول کر چکے تھے۔ ان کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ قبیلے لخم۔ جذام اور عاملہ وغیرہ تھے۔

ذاتی طور پر قیصر جانتا تھا کہ اس علاقہ عرب میں اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ﷺ تشریف لائیں گے اور اس نے کتابوں میں بھی پڑھا ہوا تھا۔ اور اس کو ستاروں کے علم سے بھی آگاہی حاصل ہوگئی تھی کہ آخری نبی ﷺ تشریف لے آئیں ہیں۔ اور حضور علیہ السلام ﷺ کا قاصد بھی اس کے پاس حضور ﷺ کا خط مبارک لے کر آ چکا تھا۔ اور یہ ذہنی طور پر آگاہ ہو چکا تھا۔ کہ ایک دن اس کی یہ عظیم سلطنت ان کے قبضے میں ہو گی۔ لیکن پھر بھی اپنے درباریوں وغیرہ کے اکسانے پر اس نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کو پورے جزیرہ عرب میں ہر جگہ فتوحات عطا فرمائی تھیں اور آقا علیہ السلام نے پورے خطہ عرب کو نہ صرف ظاہری طور پر فتح کیا تھا۔ بلکہ ان کے دلوں کو بھی مسخر فرما لیا تھا۔ اور ہر کوئی تن من دھن سے حضور ﷺ پر فدا ہو رہا تھا۔ ہر طرف نور کی روشنی چمکنے لگی تھی اور ظلمت کدے نور میں تبدیل ہو گئے تھے۔ وہ قوم جو اجڈ اور گنوار اور جاہل تھی ایک زبردست فاتح کے طور پر ابھر کر سامنے آئی تھی اور ہر طرف اللہ تعالیٰ کی توحید کا نور برسنے لگا تھا۔

مکہ مکرمہ کی فتح اور ہوازن کی شرمناک شکست کے بعد پورے جزیرہ عرب میں کوئی طاقت ایسی نہیں رہی تھی جو اسلام سے ٹکر لے سکے۔

قیصر روم نے مسلمانوں کو اپنے لئے بہت بڑا خطرہ سمجھا۔ اور اس کے سد باب کے لئے اس نے بلقاء شہر میں ایک

بہت بڑی فوج اکٹھی کر لی۔

اس کے درباریوں نے اس کو بتایا تھا کہ آج کل عرب میں شدید قحط پڑا ہوا ہے۔ان کے مویشی وغیرہ مر رہے ہیں۔کھانے کی کوئی چیز ان کے پاس نہیں ہے۔اس سے اچھا موقع مسلمانوں کی سرکوبی کیلئے اسے پھر نہیں ملے گا۔

مسلمانوں کی فتح کی صورت میں اس کو اپنے قافلوں کے متعلق بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔جو کہ شمال سے جنوب کی طرف جاتے تھے اور ان کے راستے جزیرہ عرب سے ہو کر گزرتے تھے۔

ادھر ایک ایسا واقعہ رونما ہوا کہ آقا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کے ساتھ قیصر روم پر دھاک بٹھانے کے لئے غزوہ تبوک پر جانے کے لئے اس اقدام کو ضروری سمجھا۔

واقعہ یہ ہوا کہ خروہ قبیلہ جذام کی ایک شاخ بنو نفاثہ کا سردار تھا۔اس کو قیصر نے اس کی قوم بنو فاضرہ پر سردار مقرر کیا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو نور ہدایت کی روشنی عطا فرمائی اور مکہ مکرمہ فتح ہو جانے کے بعد اس نے اسلام قبول کر لیا۔اور حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں اور تحائف کے علاوہ سفید رنگ کا خچر بھی بھیجا۔

قیصر روم کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ابو شمر غسانی کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا۔تا کہ اس کو سزا دی جا سکے۔اس نے اس کو پہلے عیسائیت پر اکسایا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو اسلام پر ثابت قدم رکھا۔

ابو شمر غسانی نے اس کو پکڑ کر پہلے اس کا سر تن سے جدا کیا اور پھر اس کو سولی چڑھا دیا۔

حضور ﷺ کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو آقا ﷺ کو بہت تشویش ہوئی۔

اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ کی یہ آیات نازل فرما کر حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو اس غزوہ پر جانے کا حکم فرما دیا۔

القرآن: اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ (سورۃ توبہ ۴۱)

ترجمہ: جہاد کے لئے نکلو (ہر حال میں) ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اپنے اموال اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں۔یہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم (اپنا نفع و نقصان) جانتے ہو۔

کسی بھی غزوہ وغیرہ کے لئے جانے سے پہلے حضور ﷺ اس اقدام کو خفیہ رکھتے تھے۔لیکن اس غزوہ پر جانے کے لئے آقا ﷺ نے سب مسلمانوں کو پہلے ہی بتا دیا۔تا کہ لوگ اچھی طرح تیاری کر لیں اور ذہنی طور پر بھی اس بڑے سفر کے لئے تیار ہو جائیں۔اور دوسرا جب قیصر روم کو اس کے جاسوس مسلمانوں کے خود چل کر اتنی دور آنے کی خبر دیں۔تو اس کے دل پر بھی مسلمانوں کی دھاک بیٹھ جائے۔(سبل الہدیٰ جلد ۵ صفحہ ۶۲۶)

علاوہ یہ کہ ان دنوں سخت گرمی اور لو کا موسم تھا۔اور کھجور کے پھل پکے ہوتے تھے۔اور مسلمان ان کو سمیٹ رہے تھے اور علاوہ بہت سخت قحط پڑا ہوا تھا۔جانوروں کے کھانے کی کوئی چیز میسر نہیں آتی تھی۔اور مسلمان شدید مشکل کا شکار تھے۔ایسے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد پر جانے کا حکم ہوا تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اس غزوہ میں جانے کا حکم دیا اور اس کے لئے مال

اکٹھا کرنے کی ترغیب دلائی اور تمام ارد گرد کے مسلمان قبیلوں کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اس غزوہ میں شرکت کے لئے اکٹھے ہو جائیں اور دیکھتے ہی دیکھتے اس غزوہ کے لئے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا لشکر جس کی تعداد تقریباً تیس ہزار تھی۔ اکٹھا ہوگیا۔

جہاد کیلئے مسلمانوں کا بے پناہ ایثار

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے محبوب حضور پرنور سرورِ دو جہاں سرور کائنات ﷺ کو اپنے کمال کرم و مہربانی سے پورے عرب میں سرفرازی عطا فرما دی تھی۔ اور پوری دنیا میں آپ ﷺ کے پیغام کو عام کرنے کا کام جاری و ساری تھا۔ اور غزوہ تبوک اسی کی ایک کڑی تھی۔

وہ اللہ تعالیٰ کے رسول الکریم ﷺ تو اپنے پاس ایک پیسہ بھی نہیں رکھتے تھے۔ غزوہ حسنین میں آقا ﷺ اربوں روپے مالیت کا مال اگر اپنے خزانے میں چاہتے تو جمع فرما سکتے تھے۔لیکن آقا علیہ السلام کا خزانہ تو ایثار تھا۔ ادھر سے مال آتا تو ادھر فوراً اسے راہ خدا میں لٹا دیتے۔

غزوہ تبوک میں تیس ہزار کے لشکر کے لئے اسلحہ اس کی آمدورفت کے لئے سواریوں اور راستے کے زادِ راہ کی ضرورت تھی۔ اور اس وقت مسلمان بھی زیادہ تر نہایت عسرت و تنگی میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس لئے آقا ﷺ نے مسلمانوں کو ایثار کرنے کی ترغیب دلائی۔

اور حضور ﷺ کے جاں نثاروں نے سخاوت کی ایسی لازوال داستانیں رقم فرمائیں کہ تاریخ عالم آج تک اس قسم کی مثال پیش نہیں کرسکی۔

اور نہ ہی اس طرح کے جذبہ جہاد کی مثال پیش کی جاسکی ہے۔تقریباً آٹھ نو سو میل کا پیدل سفر سخت ترین گرمی میں ریگستان اور سنگلاخ چٹانوں میں سامنے ہے۔ اور سواری کے لئے جو اونٹ ہیں۔ ان پر باری باری تین تین آدمی مقرر ہیں۔ اب اگر ایک آدمی پانچ میل سفر اپنے اونٹ پر کرتا ہے تو پھر اسے دس میل پیدل چلنا پڑتا ہے۔ اور پھر جا کر اس کی باری دوبارہ آتی ہے۔

اور اسی طرح سارا سفر طے ہوتا ہے۔ یہ سب جذبہ جہاد اور ایثار و محبت حضور ﷺ کے صدقے میں ہی ہے اگر ہم آج بھی سچے دل سے حضور ﷺ کے ارشادات پر عمل پیرا ہوں اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے اسی طرح اس پر عمل کریں تو جذبہ محبت و ایثار ایک دفعہ پھر ہم لوگوں میں موجزن ہوسکتا ہے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کی ذات پاک پر فدا اور آقا ﷺ کے نقش نعلین پر قربان ہونے کے لئے صحابہ کرام نے ایک دوسرے

سے بڑھ چڑھ کر مثالیں قائم کیں۔لیکن سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو سب سے بازی لے گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی ذات پاک میں اس طرح گم تھے کہ اپنی جان، اپنا مال، اپنا اہل و عیال اپنی ہر چیز حضور ﷺ پر قربان کی ہوئی تھی۔

آپ کی رفاقت و محبت و جاں نثاری مکہ مکرمہ میں اعلان نبوت کے پہلے سے لے کر مدینہ منورہ میں آقا ﷺ کے وصال مبارک تک ہر گھڑی آپ علیہ السلام کے ساتھ رہی۔

جب حضور ﷺ نے مکہ مکرمہ میں کعبۃ اللہ کے اندر پہلے پہل اللہ تعالیٰ کی توحید کو سرعام بلند فرمایا اور اللہ کے دشمن کافر ہر طرف سے حضور ﷺ پر پل پڑے اور لوگوں نے حضور ﷺ کے گلے میں پھندا ڈال کر اتنا کسا کہ آقا علیہ السلام کا دم گھٹنے لگا اور چاروں طرف سے کفار نے حضور ﷺ کو پکڑ لیا۔ ایسے میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خبر پا کر دوڑتے ہوئے بیت اللہ میں آئے اور دیوانہ وار کفار کے مجمع میں گھس گئے اور کسی کو مکا مارا اور کسی کو دھکا دے کر پیچھے کیا اور حضور علیہ السلام کو ان سے چھڑایا اور کافروں کو کہا "کہ تم ایک شخص کو صرف اس لئے ہلاک کر دینا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب ایک اللہ تعالیٰ ہے۔"

کافروں نے حضور ﷺ کو چھوڑ کر ان کو مارنا شروع کر دیا اور نیچے گرا کر ان کے چہرے پر اتنے ٹھڈے مارے کہ آپ بے ہوش ہو گئے اور چہرہ مبارک اتنا سوج گیا کہ آنکھیں بمشکل نظر آتی تھیں۔لوگ اٹھا کر ان کے گھر ان کو چھوڑ آئے۔شام کو جب ان کو ہوش آیا تو سب سے پہلا سوال انہوں نے کہا کہ میرے محبوب حضور ﷺ کا کیا حال ہے۔

اور جب سفر ہجرت پر روانہ ہوئے تو آقا ﷺ کے آگے پیچھے چل رہے تھے اور کبھی دائیں بائیں چل رہے تھے کہ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ "یہ کیا کر رہے ہو"۔عرض کی کہ جس طرف سے دشمن کے آنے کا ڈر ہوتا ہے۔میں اس طرف ہو جاتا ہوں۔

اور غار ثور کے اوپر آقا علیہ ﷺ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے گئے۔

۱۹۸۱ء میں جرمنی سے واپس پاکستان آتے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے حج نصیب کیا تو غار حرا پر زیارت کے بعد واپس لوٹتے ہوئے ایک نہایت ہی بوڑھی عورت کو جو زیارت کے شوق میں اکیلی ہی اوپر چڑھ گئی تھی خون میں لت پت پایا ایک پتھر سے سر کے بل گرتے ہوئے اسے بہت گہرا سر میں زخم آیا تھا۔اور اس کا خون رک نہیں رہا تھا اور وہ نیم بے ہوشی میں تھی کوئی اس کو پوچھ نہیں رہا تھا میں نے اس کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا۔لیکن میرے گلے میں اس نے اپنے ہاتھوں کا سخت پھندا ڈال لیا۔جب اس کو غشی آتی تو وہ پھندا سخت کر دیتی جس سے میرا دم گھٹنے لگتا۔

اوپر سے سر منڈوایا ہوا تھا اور ننگے سر بہت سخت دھوپ پڑ رہی تھی اور پاؤں میں سپنج کے جوتے تھے جن سے پاؤں پھسل کر باہر نکل نکل جاتا تھا ایک جگہ تو خدا کی ذات پاک نے ہم دونوں کو عمیق گہرائی میں گرنے سے بچایا کہ اُس وقت میرے پاؤں کی انگلی ٹل گئی جو کبھی کبھار آج تک کسی وقت درد کرنے لگتی ہے۔لیکن مجھ کو وہ درد بڑی پیاری لگتی ہے کہ اس سے

پرانی یادیں روشن ہو جاتی ہیں۔

اصل بات یہ کہ جب میری ہمت نیچے اترتے ہوئے جواب دے گئی تو سامنے غار ثور کو دیکھتے ہوئے میں نے آسمان کی طرف دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے التجا کی۔کہ اے بارخدایا حضور ﷺ کے صدقے میں کرم فرما اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس غار ثور پر آقا ﷺ کو اٹھا کر غار ثور میں لے گئے تھے۔ان کے صدقے میں مجھے بھی اس امانت کو اٹھا کر نیچے لے جانے کی توفیق عطا فرما۔

اس کے بعد پھر مجھے پتہ بھی نہیں چلا کہ واپسی کا سفر کس تیزی سے طے ہو گیا۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر وقت آخر دم تک آقا علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہے اس غزوہ تبوک کے موقع پر حضور ﷺ کے ارشاد فرمانے کے بعد آپ نے اپنے گھر کا سارا مال و اسباب سمیٹا۔اپنی ہر ہر چیز کو لیا۔حتیٰ کہ اپنے کپڑے تک اتارے اور خود ٹاٹ کا معمولی لباس زیب تن فرمایا اور اپنی ہر چیز لے کر گھر میں جھاڑو پھیر دیا اور تمام مال و اسباب لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، ساتھ کل پونجی چار ہزار دینار بھی حاضر خدمت کئے۔آقا ﷺ نے بڑی محبت سے آپ کے مال کو قبول فرماتے ہوئے فرمایا۔

هل ابقيت لاهلك شيأء؟

کیا اپنے گھر والوں کے لئے کچھ چھوڑ کر آئے ہو؟

آپ نے وارفتگی سے جواب دیا:

ابقيت لهم الله ورسوله۔

ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول ﷺ چھوڑ آیا ہوں۔

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حضور ﷺ کی خدمت میں اس طرح ٹاٹ کا لباس پہن کر حاضر ہوئے۔تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ نے ٹاٹ کا لباس پہنا ہوا ہے۔حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو ٹاٹ کا لباس آپ کے جان نثار صحابی کی تقلید میں پہننے کا حکم فرمایا ہے اور سب فرشتوں نے آج ٹاٹ کا لباس پہنا ہوا ہے۔

(سبل الہدیٰ جلد ۵ صفحہ ۶۲۸)

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

اتنے میں سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اپنے گھر کا سامان سمیٹے حاضر خدمت ہوئے۔آپ فرماتے ہیں کہ ان دنوں میرے پاس کافی دینار وغیرہ تھے۔میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اس دفعہ تو میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی سبقت لے جاؤں گا اور میں نے اپنے گھر کا سارا سامان نکالا اور اس کے دو حصے کئے۔ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے رکھا



اور دوسرا حصہ لے کر حضور ﷺ کے پاس حاضر خدمت ہو گیا۔

آ قا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو۔

آپ نے جواب عرض کیا کہ آدھا مال آقا ﷺ کے لئے اور آدھا مال اپنے گھر والوں کے لئے چھوڑ کر آ گیا ہوں۔

لیکن جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جذبہ ایثار کو دیکھا کہ اپنے گھر کی ہر ہر چیز کو اٹھا لا کر حاضر خدمت کر دیا ہے تو فرمانے لگے۔

ما استقبنا الی الخیر قط اسبقی الیہ۔ (سیرت رسول ﷺ ڈاکٹر طاہر القادری ۸۔۷۳۰)

ہم نے بھلائی کے جس کام میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کی (ابوبکر) مجھ پر سبقت لے گئے۔

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نقد دس ہزار درہم کا نذرانہ پیش کیا۔ اور ان کو آقا ﷺ کی جھولی مبارک میں ڈال دیا۔ آقا ﷺ ان کو الٹتے پلٹتے ہوئے فرمایا ''اے اللہ عثمان سے راضی ہو جا۔ میں اس سے راضی ہوں۔

''اے عثمان اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے۔ اس دولت پر جو تم نے مخفی رکھی۔ اور جس کا تم نے اعلان کیا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے، عثمان کو کوئی پروا نہیں کہ آج کے بعد وہ کوئی عمل کرے''۔

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورے لشکر کے تیسرے حصے کے تمام اخراجات خود برداشت کئے۔ یعنی دس ہزار مجاہدین کے لئے سواری کے جانور، اسلحہ، زر ہیں اور ان کی دوسری ضروریات پوری فرمائیں۔ (تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۲۳)

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ

حضور ﷺ کے ہر کام میں حکمت ہوتی تھی جسے بعض لوگ سمجھ سکتے تھے اور بعض سمجھ نہیں سکتے تھے۔ آقا ﷺ نے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ کو مدینہ منورہ میں حفاظت کے لئے چھوڑ دیا۔ تو منافقین طرح طرح کی چہ مگوئیاں کرنے لگے۔ جب یہ باتیں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنیں تو ہتھیار لئے۔ ابھی لشکر مدینہ سے تین میل دور جرف کے مقام پر ہی تھا۔ آپ یہاں لشکر میں جا شامل ہوئے۔ اور آقا ﷺ کی خدمت میں منافقوں کی طرح طرح طرح کی چہ مگوئیاں پیش کیں اور عرض کی کہ کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کی دلجوئی فرمائی اور فرمایا:

''اے علی! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا''۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوہ تبوک، ابدایہ انہایہ ج ۷ ص ۲۲۵۔ رحمت دارین ۲۴۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو بہت سے مال و دولت سے نوازا ہوا تھا۔ آپ ہر وقت فقراء و غرباء کی خدمت فرماتے رہتے تھے اور ہر مرتبہ آقا علیہ السلام کے ارشاد پر بھی لبیک فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے چالیس ہزار دینار اللہ کی راہ میں خرچ کیئے۔ ایک مرتبہ چار ہزار درہم پیش کیئے۔ ایک موقع پر پانچ سو گھوڑے پیش کیئے۔ انہوں نے ۴۱ھ میں ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی تو آپ کی وصیت کے مطابق ایک سو بدری صحابی جو اس وقت زندہ تھے سب کو چار سو دینار دیے گئے، اور مجاہدین میں ایک ہزار گھوڑے تقسیم کیئے گئے۔ اور آپ کی چار بیواؤں میں باقی بچا سونا کلہاڑوں سے کاٹا گیا اور ایک بیوی کو علاوہ حصے میں ۸۰ ہزار دینار آئے۔

غزوہ تبوک کے موقع پر انہوں نے دو سو اوقیہ چاندی حضور علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں پیش کی اور اپنا سارا مال دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک آپ کو حصہ جہاد کی ضروریات کے لئے پیش کر دیا حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور ان کو دعا دی۔

"بارك الله لك في ما انفقت وفي ما ابقيت"

"اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے اس مال میں جو تو نے خرچ کیا اور اس میں جو تو نے باقی رکھا"

حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ اپنے ہر ہر صحابی کی دلجوئی فرمایا کرتے تھے۔ یہ صحابی بہت مخلص تھے۔ اس وقت کے دور میں تصنع و بناوٹ و تکلف نہیں ہوا کرتا تھا۔ جیسا کہ رکھ رکھاؤ آج کل لوگ کرتے ہیں اور نہ ہی کہیں کوئی نمود و نمائش کا خیال ہوا کرتا تھا ان کا ہر ہر کام خدا اور اس کے رسول ﷺ کو راضی کرنے کے لئے ہوا کرتا تھا۔

انہوں نے اپنے پاس دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے لئے کچھ نہ پایا۔ ایک یہودی کے پاس گئے اور ساری رات اس کا باغ کنویں سے ڈول نکال نکال کر سیراب کرتے رہے۔ صبح یہودی نے آپ کو مزدوری میں دو فسق کھجوریں دیں۔ آپ ایک فسق اپنے اہل خانہ کو دے آئے اور دوسرا فسق کھجوریں لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آ حاضر ہوئے۔

آقا ﷺ نے ان کی اتنی دلجوئی فرمائی کہ مال کے ڈھیر پر سب سے اوپر ان کی کھجوریں رکھنے کا حکم فرمایا۔

اس کے علاوہ اور صحابہ کرام نے بھی اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان میں سے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے کھجوروں کے عشر وسق پیش کیئے۔ وسق ایک وہ وزن ہوتا ہے جو ایک اونٹ پر لادا جاتا ہے۔ (رحمت اللعالمین جلد ۱، صفحہ ۱۳۶)

بعض صحابہ کا رنج و غم

حضور ﷺ کے پاس ایک روایت کے مطابق سات ایسے نادار صحابہ کرام حاضر ہوئے کہ جن کے پاس کچھ بھی نہیں

تھا لیکن ان کے دل میں جذبہ جہاد سمندر کی طرح موجزن تھا۔ اور اپنی بے سروسامانی کا ذکر کیا اور ساتھ جانے کے لئے سواریاں مانگی۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس سواری کے جانور نہیں ہیں کہ جن پر میں تمہیں سوار کروں"۔

یہ حضور ﷺ کے پاس سے زاروقطار روتے ہوئے باہر نکلے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ قرآن پاک میں ہمیشہ کے لئے ان کا ذکر فرما دیا۔

تولوا واعینھم تفیض من الدمع حزنا ان لا یجدوا ما ینفقون○ (سورۃ توبہ ۸۱)

ترجمہ: وہ اس حال میں واپس ہوئے کہ شدید غم و اندوہ کے باعث ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے اور وہ اس بات پر رنجیدہ تھے کہ راہ حق میں خرچ کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی چیز نہیں۔

یہ کل سات صحابہ تھے۔

ان میں (۱) سالم بن عمیر اور (۲) علبہ بن زید (قبیلہ حارث) (۳) ابو یعلی عبدالرحمٰن بن کعب۔ (۴) عمرو بن حمام بن الجموع (بنو سلیم) تھا۔ عبداللہ بن مغفل المزنی۔ (۶) ہری بن عبداللہ (بنی واقف) (۷) عرباض بن ساریہ فزاری۔

(تاریخ الخمیس ۲۔ ۱۲۴۔ ضیاء النبی ۴۔ ۵۹۸)

ان میں سے عبداللہ بن مغفل الغزنی اور ابو یعلی عبدالرحمن بن کعب کو راستے میں حضرت یامین بن عمیر نفری رضی اللہ عنہ مل گئے۔ انہوں نے ان کے حال سے آگاہی پا کر ان کو دو سواریاں اور زادِ راہ دیا۔ ابن ہشام کے مطابق حضرت یامین رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک اونٹنی اور کچھ کھجوریں دیں۔ اسی زاد راہ سے دونوں تبوک پہنچ گئے۔ ایک روایت کے مطابق باقی پانچ جو رہ گئے تھے ان کو بھی حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ اور حضرت عثمان غنی ؓ نے سواریوں کا انتظام کر دیا۔ اور ان کیلئے زادراہ کا بھی بندوبست کر دیا گیا اور وہ بھی لشکر اسلام کے ساتھ تبوک روانہ ہو گئے۔

(سیرت ابن ہشام اردو ۲۔ ۶۲۳۔ البدایہ والنہایہ ۵۔ ۲۳۔ رحمت دارین ۷۳۸)

حضرت علیہ بن زید رضی اللہ عنہ

حافظ ابن قیم کے مطابق ان کا نام علیہ بن یزید رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ بہت نادار صحابی تھے۔ انہوں نے بھی آقا ﷺ سے سواری کی خواہش کی۔ آقا ﷺ نے معذرت فرمائی تو یہ گھر آ کر بہت روئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ میرے پاس صدقہ کرنے کے لئے کوئی چیز نہیں۔ میں اپنی زمین، اپنی جان اور اپنی عزت تیری راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔

جب یہ رحمت دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تو آقا ﷺ نے دریافت فرمایا کہ آج کسی نے صدقہ کیا ہے یہ خاموش رہے۔ آقا ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا تو انہوں نے عرض کی کہ میں نے صدقہ کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرمالیا ہے۔

خواتین کا ایثار

حضور سرور کائنات رحمت دو عالم ﷺ کے حکم کے مطابق خواتین بھی پیچھے نہ رہیں۔اور انہوں نے بھی اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔اور جس کے پاس نقد رقم نہ تھی۔اس نے اپنا زیور دے دیا۔اور خواتین اپنی بالیاں، اپنے ہار اور اپنی انگوٹھیاں دینے لگیں، خواتین کی چیزیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے حجرہ مبارک میں رکھی گئیں۔

منافقین مدینہ

اس موقع پر بھی انہوں نے اپنا کام دکھایا اور طرح طرح کی چہ مگوئیاں کرتے رہے۔جن صحابہ نے تھوڑی چیز پیش کی۔اس کا استہزاء کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں تھی اور جنہوں نے زیادہ مال پیش کیا۔تو کہا کہ یہ انہوں نے نمود و نمائش کے لئے پیش کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی آیت شریف اتار کر ان کے منہ بند فرما دیئے۔

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾ (سورۃ توبہ ۷۹)

ترجمہ: ”جو لوگ ریا کاری کا الزام خوشی خوشی خیرات کرنے والوں پر لگاتے ہیں۔مومنوں سے اور جو نادار نہیں پاتے بجز اپنی محنت و مشقت کی مزدوری کے۔تو یہ ان کا بھی مذاق اڑاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ سزا دے گا۔انہیں اس مذاق کی۔اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے“۔(ضیاء النبی جلد ۴ صفحہ ۵۹۸)

معذرت کرنے والے

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جنگ سے پھر جانے سے معذرت کرنے والوں کے لئے قرآن پاک کی آیت اتاری:

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾ (سورۃ توبہ ۴۴۔۴۵)

ترجمہ: نہ اجازت مانگیں گے آپ سے جو ایمان لائے ہیں۔اللہ پر اور روز قیامت پر کہ نہ جہاد کریں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔پرہیزگاروں کو صرف وہی اجازت مانگتے ہیں آپ سے جو نہیں ایمان رکھتے۔اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور شک میں مبتلا ہیں ان کے دل۔تو وہ شک میں ڈانواں ڈول ہیں۔



روانگی

حضور نبی کریم ﷺ نے محمد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اہل بیت کرام امہات المومنین اور مومنات طاہرات کی حفاظت کے لئے خصوصی طور پر مقرر فرمایا۔ کیونکہ سفر بہت طویل تھا اور اس میں کافی دن لگ سکتے تھے اور مقابلہ ایک بہت بڑی قوت کی لاکھوں کی فوج سے تھا۔

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق منافقین نے باتیں بنانی شروع کر دیئے تو آپ نے مقام جرف میں لشکر اسلام میں آقا ﷺ کو آگاہ فرمایا اور عرض کی کہ کیا آپ ﷺ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ لیکن حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''اے علی رضی اللہ عنہ کیا تم اس بات سے راضی نہیں تو کہ تم میرے لئے اس طرح ہو جاؤ جس طرح ہارون (علیہ السلام) (حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے تھے۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو واپس مدینہ منورہ بھیج دیا۔ لشکر کا بڑا جھنڈا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا گیا اور ایک حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا گیا۔ قبیلہ اوس کا علمبردار حضرت امیہ بن حضیر رضی اللہ عنہ کو اور قبیلہ خزرج کا حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

(ضیاء النبی جلد ۴ صفحہ ۶۰۱)

پیچھے رہ جانے والے

چار قسم کے لوگ غزوہ تبوک میں شرکت نہ کر سکے۔

۱۔ یہ چار آدمی تھے۔ ۱۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بنی سلمہ سے۔ ۲۔ بلال بن امیہ رضی اللہ عنہ بنو واقف سے۔ ۳۔ مراد بن ربیع رضی اللہ عنہ خاندان عمرو بن عوف سے اور ۴۔ ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ یہ لوگ باوجود چاہنے کے پیچھے رہ گئے۔

۲۔ بعض لوگ اپنی بیماری وضعف کی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔ اور ان میں سے کچھ اتنے نادار تھے۔ جن کے پاس اتنے دور دراز سفر کے لئے سواری بھی نہ تھی۔ وہ بھی پیچھے رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا۔

۳۔ مدینہ کے منافقین نے جھوٹے بہانے تراش حضور ﷺ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت چاہی۔ یہ لوگ خود بھی محروم ہوئے اور دوسروں کو بھی جہاد میں جانے سے روکا یہ اور لوگوں سے کہنے لگے۔

''ترجمہ القرآن'' اس سخت گرمی میں نہ نکلو۔ ان سے کہو دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش ان کو اس کا شعور ہوتا۔ (التوبہ: ۸۱)

۴۔ مدینہ کے اطراف کے وہ بدوی لوگ دیہاتی ارصحرائی باشندوں میں سے بعض لوگ بھی بہانے تراش کر پیچھے رہ گئے۔
(ضیاء النبی جلد ۴ صفحہ ۶۰۱)

حضرت ابو خثیمہ رضی اللہ عنہ

پہلی قسم کے چار لوگوں میں سے حضرت ابو خثیمہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے لشکر سے جا ملے۔ یہ خود بیان کرتے ہیں کہ یہ جانے کے لیے آج کل کرتے رہے کہ لشکر اسلام چلا گیا۔ ایک دن سخت گرمی میں جب یہ اپنے باغ میں پہنچے تو ان کی دونوں بیویوں نے باغ میں اپنے اپنے چھپر لگا رکھے تھے اور ان کے آگے پانی کا چھڑکاؤ کر رکھا تھا اور ہر ایک مزیدار کھانا پکا کر ان کا انتظار کر رہی تھی۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ

''اللہ کے پیارے رسول ﷺ دھوپ اور لو میں ہوں اور ابو خثیمہ ٹھنڈے سائے میں ہو۔ جہاں ٹھنڈا پانی تیار ہے۔ لذیذ کھانا تیار ہے۔ اور خوبرو بیویاں موجود ہیں۔ یہ تو انصاف کا تقاضا نہیں''۔

پھر انہوں نے اپنی بیویوں کو کہا کہ میں تم میں سے کسی کے چھپیر میں قدم تک نہیں رکھوں گا بلکہ اپنے ہادی و مرشد ﷺ کے پاس جاملوں گا تم میرے لئے زادراہ تیار کرو۔

ان نیک بخت بیویوں نے ان کے لئے فوراً زادراہ تیار کرنا شروع کر دیا اور یہ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور بہت تیزی سے سفر کرتے ہوئے جس دن آقا ﷺ تبوک میں پہنچے اسی دن یہ بھی جا پہنچے۔ راستے میں ان کو حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے۔ انہوں نے ان سے کہا کہ مجھ سے ایک ایسا گناہ سرزد ہو گیا ہے کہ مجھے پہلے اپنے سے آگے چلے جانے دیں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ صحابہ کرام نے دور سے ایک سوار کو دیکھا تو آقا ﷺ سے عرض کی۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ کن اباخثیمہ ''خدا کرے یہ اباخثیمہؓ ہو''۔

کچھ دیر بعد صحابہ کرام نے آقا ﷺ سے عرض کی کہ یہ ابو خثیمہؓ ہی ہیں! حضور ﷺ نے کمال مہربانی سے ان پر توجہ فرمائی۔ اور فرمایا اے ابو خثیمہ تمہیں مبارک ہو پھر حضور ﷺ نے ابو خثیمہؓ پر جو بیتی تھی ابو خثیمہؓ کے بتانے سے پہلے ہی اُنہیں اس سے آگاہ فرما دیا اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ (الاکتفاء ۲۔ ۳۷۹۔ ضیاء النبی ۴۔ ۶۰۳)

سازش گاہ جلا دی

حضور سرور کائنات ﷺ کو غزوہ تبوک جانے سے پہلے خبر ملی۔ کہ منافقین کا ایک گروہ سویلم کے ایک مکان پر اکٹھا ہوتا ہے اور یہ لوگ اہل مدینہ کو غزوہ تبوک پر جانے سے روکنے کے لئے منصوبے بناتے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ اس مکان کو آگ لگا دیں۔

انہوں نے ایسا ہی کیا۔ منافقین جو مکان کے اندر تھے۔انہوں نے دیواریں پھاند کر اور چھت سے کود کر جانیں بچائیں ایک منافق ضحاک بن خلیفہ کی چھلانگ لگانے کے نتیجے میں ٹانگ ٹوٹ گئی۔

(سیرت النبی کامل ابن ہشام ۴۶۲۔اصح السیر ۳۲۲۔رحمت دارین ۱۴۷)

مسجد ضرار کی تعمیر

حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں غزوہ تبوک پر جانے سے پہلے منافقین حاضر ہوئے تھے اور بوڑھوں اور معذوروں کے متعلق عرض کیا تھا کہ سردی کی سخت راتوں میں مسجد قبا میں نہیں جاسکتے چنانچہ ان کے نزدیک ہی ایک اور مسجد ہم تعمیر کر دیتے ہیں۔

مسجد تعمیر کرنے کے بعد غزوہ تبوک پر جانے سے پہلے یہ پھر آقا ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس مسجد میں برکت کے لئے نماز ادا کرنے کے متعلق عرض کیا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وقت نہیں جاسکتا کیونکہ میں اس وقت رومیوں کے خلاف جنگ کی تیاری میں مصروف ہوں۔

دراصل منافقوں نے اپنی سرگرمیوں کے لئے یہاں جمع ہونے کے لئے یہ مسجد بنائی تھی۔اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو اس سے آگاہ فرمادیا اور غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ مسجد جلا دی گئی۔

پُر صعوبت سفر

حضور ﷺ نہایت بہادری اور جوانمردی سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تیس ہزار کا لشکر لے کر نہایت ہی تنگی کی حالت میں رومیوں کی لاکھوں کی فوج سے جنگ کرنے کے لئے نہایت ہی گرمی میں نکلے۔مسلمانوں کے پاس زادراہ کی بھی نہایت کمی تھی۔ پانی کی بھی شدید قلت تھی۔حتیٰ کہ راستے میں بعض جگہ اونٹوں کو ذبح کر کے ان کی آنتوں اور ان کے معدے سے پانی نکال کر پیا گیا اور بعض جگہ صحابہ کرام نے درختوں کے پتے تک کھائے۔اس لئے اس لشکر کو ''جیش عسرت'' کا نام دیا گیا یعنی ''تنگی کا لشکر'' کا نام دیا گیا۔(صحیح البخاری غزوہ تبوک ۱۲۶ اص غزوہ تبوک باشمیل صفحہ ۱۳۲)

عذاب کی بستی

دوران سفر وادی القریٰ کے قریب حجر نامی گاؤں کے پاس سے لشکر اسلام کا گزر ہوا۔یہاں قوم ثمود کے مکانات تھے۔ لوگوں نے یہاں سے پانی اپنے برتنوں اور مشکیزوں میں بھر لیا۔حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اس پانی کو نہ پیا جائے اور نہ اس سے وضو کیا جائے اور اس پانی سے گوندھے آٹے کو اونٹوں کو کھلا دیا جائے اور اس سے اپنی روٹی نہ پکائی جائے۔

آقا ﷺ نے مزید حکم فرمایا کہ اس علاقے میں رات کے وقت کوئی آدمی اکیلا باہر نہ نکلے۔

سوائے دو آدمیوں کے سب نے اس حکم کی تعمیل کی ان میں سے ایک آدمی رفع حاجت کے لئے اکیلا ہی باہر نکلا۔تو

اس کا کسی نے گلہ دبا دیا۔ آقا ﷺ کی بارگاہ میں اس کے متعلق عرض کیا گیا۔ آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی تو یہ ٹھیک ہو گیا۔ دوسرا آدمی اپنے اونٹ کی تلاش میں اکیلا ہی باہر نکلا تیز ہوا نے اسے اڑا کر بنی طے کے پہاڑوں میں پھینک دیا۔ وہاں کے لوگ آقا ﷺ کے پاس آئے تو اس آدمی کو ساتھ لیتے آئے۔

حجر کے گاؤں سے گزرتے وقت آقا ﷺ نے اپنے چہرے مبارک پر کپڑا گرا لیا۔ اور تیز تیز یہاں سے گزرنے کے لئے حکم فرمایا اور اپنے اونٹ کو بھی تیز کر دیا۔ اور فرمایا کہ ظالموں کے گھروں میں مت داخل ہو۔ مبادا یہ کہ اللہ سے ڈرتے اور روتے ہوئے کہ کہیں تم پر عذاب الٰہی نہ آ جائے۔

یہاں سے آگے گزرے تو ایک ایسے چشمہ پر سے گزر ہوا۔ جہاں سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ معجزات کا مطالبہ نہ کیا کرو۔ تمہیں پتا ہے کہ صالح علیہ السلام کی قوم نے معجزہ کا مطالبہ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو پھاڑ کر اس میں سے اونٹنی نکال دی۔ لیکن ان کی قوم نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر تیز آندھی کا عذاب بھیجا۔ اور یہ لوگ اس طرح ہو گئے جیسے یہ تھے ہی نہیں۔

ویستسق الغمام بوجہ الکریم

یہ حضرت ابوطالب کے اشعار میں سے ایک شعر ہے کہ بادل حضور علیہ السلام کے چہرے کی خیرات پا کر برستا ہے غزوہ تبوک میں بہت بڑے صحرا کو عبور کرتے ہوئے جب پانی ختم ہو گیا۔ اور لوگ اپنی سواری کے جانور ذبح کرنے پر مجبور ہو گئے۔ تا کہ ان کے معدوں اور ان کی آنتوں سے پانی نکال کر اپنے جگروں کو تر کر سکیں تو سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آقا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور صورتحال عرض کی۔ اور مزید عرض کی کہ اللہ تعالیٰ آقا ﷺ کی دعاؤں کو قبولیت عطا فرماتا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں دعا کروں۔ انہوں نے عرض کی کہ ہاں یا رسول اللہ ﷺ آقا علیہ السلام نے اپنے ید بیضا والے دونوں ہاتھ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بلند فرمائے اور بارش کے لئے دعا فرمائی۔ ابھی ہاتھ واپس نہیں آئے تھے کہ کالی گھٹائیں امڈ امڈ کر آ گئیں اور فوراً برسنا شروع کر دیا اور اس تیز کی بارش ہوئی کہ مسلمانوں نے اپنے سارے برتن وغیرہ بھر لئے اور مویشیوں کو بھی پانی پلا لیا اور سوائے مسلمانوں کے خیموں کے یہ بارش ادھر ادھر نہ برسی۔ باقی جگہ خشک رہی۔

چند منافق جو ساتھ تھے یہاں بھی اپنی کج روی سے باز نہ آئے ایک نے کہا کہ آسمان پر فلاں ستارہ طلوع ہوا اس لئے بارش ہوئی ایک اور کہنے لگا یہ تو بادل کا ایک ٹکڑا تھا جو گزرتے ہوئے یہاں برس گیا۔ آج بھی جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہوتی ہے۔ وہ بھی مختلف قسم کی تاویلیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راست باز لوگوں میں سے کرے اور حق کو حق کر کے دکھائے اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور باطل کو باطل کر کے دکھائے اور اس سے باز رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبی الکریم

صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہٖ طاہرین اجمعین ۔(سبل الہدیٰ جلد ۵ صفحہ ۶۴۵)

اونٹنی کی گمشدگی

حضور ﷺ کی اونٹنی قصوا ایک جگہ گم ہوگئی۔ساری رات صحابہ کرام اس کو تلاش کرتے رہے لیکن نہ ملی۔منافقین اس وقت بھی باز نہ آئے۔ایک منافق زید بن لعیت یہودی قبیلہ بنو قینقاع سے تھا۔وہ کہنے لگا کہ یوں تو محمد (ﷺ) (فداامی وابی یارسول اللہ ﷺ) آسمان کی خبریں دیتے ہیں اور اپنی اونٹنی رات سے گم ہے اور صحابہ کرام ساری رات سے تلاش کر رہے ہیں اس کے متعلق نہیں بتا سکے۔

ادھر یہ بکواس کر رہا تھا اور ادھر حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام میں بیٹھے یہ فرما رہے تھے کہ ایک منافق میرے متعلق یہ یہ باتیں کر رہا ہے''بخدا میں صرف وہ جانتا ہوں جو میرا رب مجھے سکھاتا ہے۔میرے رب نے مجھے بتا دیا ہے کہ گمشدہ اونٹنی فلاں وادی کے فلاں گوشہ میں ہے۔اور اس کی نکیل ایک درخت میں الجھی ہوئی ہے۔جاؤ تم اونٹنی پکڑ کر میرے پاس لے آؤ۔

صحابہ کرام گئے اور اونٹی کو اسی گھاٹی میں اسی طرح درخت کے ساتھ نکیل کو الجھے ہوئے پایا اور یہ اس کو لے کر آ گئے؟

اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے نہ کرے جو حضور ﷺ کے علم غیب پر اعتراض کرتے ہیں۔یہ قرآن پاک بھی تو علم غیب ہی ہے اور ازل سے لے کر ابد تک کی تمام خبریں اس میں موجود ہیں۔اور اس سے بھی حضور علیہ السلام ہی نے ہمیں آگاہ فرمایا ہے۔

ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ‌ۚ (سورۃ یوسف:۱۰۲)

ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں۔جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

جب حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام کو اس منافق کے متعلق بتا رہے تھے تو حضرت عمارہ بھی آقا ﷺ کی گفتگو سماعت فرما رہے تھے۔انہوں نے واپس آکر اپنے خیمے میں اپنے بھائی کو بتایا کہ آج آقا ﷺ نے ایک منافق کے متعلق یہ یہ باتیں بتائی ہیں۔ان کے بھائی بولے کہ یہ یہ باتیں تو فلاں شخص زید بن لصیت نے ان کے خیمے میں کہی ہیں۔آپ نے فوراً اس منافق

کے متعلق آ گاہی پا کر اس کو دبوچ لیا اور فرمایا کہ ''اے اللہ کے دشمن فوراً میری قیام گاہ سے نکل جا۔ میں تجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دوں گا۔'' (سبل الہدیٰ جلد ۵ صفحہ ۶۴۶،۶۴۵)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی امامت

حضور ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ قضائے حاجت کے لئے دور نکل جاتے تھے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بسند صحیح روایت فرماتے ہیں کہ حجر اور تبوک کے درمیان ایک دن آ قا علیہ السلام قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو میں بھی پانی کا لوٹا اٹھائے آ قا علیہ السلام کے پیچھے پیچھے چلا۔ آ قا ﷺ فارغ ہو کر تشریف لائے تو میں آپ کو وضو کروانے لگا۔ ہاتھ اور چہرہ مبارک دھونے کے بعد جب آ قا ﷺ بازو دھونے لگے تو آستین تنگ ہونے کی وجہ سے بازو اوپر نہ چڑھ سکے۔ اس دن حضور ﷺ نے رومی جبہ زیب تن فرمایا ہوا تھا۔

حضور ﷺ نے قمیض مبارک کے نیچے سے بازو باہر نکال کر دھوئے۔ اس کے بعد میں نے پاؤں مبارک دھونے کے لئے جوتے اتارنے چاہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ رہنے دو میں نے پاؤں دھو کر کفین پہنی ہیں۔ حضور ﷺ نے کفین کے اوپر سے پاؤں کا مسح فرمایا۔ جب آ قا علیہ السلام فارغ ہو کر واپس پہنچے تو صحابہ اکرام نے حضور ﷺ کا انتظار کر کے چونکہ کافی روشنی پھیل گئی ہوئی تھی۔ اور نماز قضا ہونے کے خوف سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے کھڑا کر دیا ہوا تھا۔ اور آپ نے ایک رکعت ادا بھی فرمالی ہوئی تھی۔ حضور علیہ السلام کی آمد کی خبر پا کر صحابہ اکرام نے تسبیح کہہ کر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا۔

آپ نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا لیکن حضور ﷺ نے آپ کے پیچھے ہی نماز کی نیت باندھ لی اور آپ کے سلام پھیرنے کے بعد باقی ایک رکعت حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر ادا فرمائی اور سلام پھیرنے کے بعد فرمایا کہ **احسنتھم**۔ تم نے بہت اچھا کیا۔

پھر فرمایا کہ ''کوئی بھی نبی (علیہ السلام) اس وقت تک فوت نہیں ہوتا کہ جب تک کہ اپنی امت کے کسی صالح شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھ لے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۶۴۵ تا ۶۴۸۔ ضیاء النبی ۶۰۸)

انصاف کا فیصلہ

حضرت یحییٰ بن امیہ کے ملازم اجیر اور ایک مجاہد کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ مجاہد نے اجیر کے ہاتھ کو اپنے جبڑے میں کس لیا۔ اجیر نے بہت ہی زور لگا کر اس کے منہ سے اپنے ہاتھ کو نکالا تو مجاہد کے دو دانت بھی اکھڑ گئے۔

مجاہد نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اجیر نے میرے دو دانت اکھیڑ دیئے ہیں۔ مجھے معاوضہ دلایا جائے۔ حضور

ﷺ نے اسے فرمایا کہ یہ اپنے ہاتھ کو تمہارے منہ میں رہنے دیتا تا کہ تم اس کے ہاتھ کو چبا ڈالتے ۔حضور ﷺ نے ﷺ کو معاوضہ نہ دلوایا۔

حضور ﷺ اور حضور ﷺ کے خدائے پاک نے جس جس کسی کو جو جو کچھ عطا فرمایا ہے۔وہ عین انصاف ہے۔کائنات کی ہر ہر چیز کے ساتھ انصاف ہوا ہے۔لیکن ہماری کمزور نظریں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اور ہماری ناقص عقلیں اس چیز کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتیں۔کسی کو بھی خدا تعالیٰ کے فیصلوں پر چون و چرا کرنے کی طاقت نہیں۔خدا تعالیٰ کے نبی علیہ السلام بھی اس کے آگے لرزہ براندام ہیں۔وہ مالک ہے ہر ہر چیز کا مالک ہے۔ہر ہر چیز کو پیدا فرمانے والا ہے۔اس کی بارگاہ عالیہ میں سب سے فقیر ہیں اور اس کی ذات پاک غنی ہے۔

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ غنی ہیں اور تم سب فقیر ہو۔

یہ اس کی مہربانی ہے کہ اس نے اپنے فقیروں میں ہی ہمیں پسند کر لیا ہے۔ہم کیا ہیں۔اور ہماری اوقات ہی کیا ہے۔ یہ ازل کے فیصلے ہیں۔وہ ذات پاک بے نیاز ہے۔

ازل کے فیصلے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رو رو کر دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ ایک تو نے دائیں ہاتھ والے لوگ پیدا کئے اور ایک تو نے بائیں ہاتھ والے لوگ پیدا کئے۔تو ہم دائیں ہاتھ والوں میں سے کرنا اور بائیں ہاتھ والوں میں سے نہ کرنا۔یا اللہ تو نے کچھ لوگ جنت والوں میں سے پیدا فرمائے اور کچھ کو تو نے دوزخ کے لئے پیدا فرمایا۔یا اللہ تو ہمیں جنت والوں میں سے کرنا اور دوزخ والوں میں سے نہ کرنا۔

جو اللہ تعالیٰ کرتے ہیں تو انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اور جو مخلوق کرتی ہے اس کی پوچھ ہو گی۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ اپنے مریدین کے ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک گلی مڑتے ہی آپ ٹھہر گئے۔سامنے ایک کتا کھڑا تھا۔کچھ دیر آپ اس کو دیکھتے رہے اور کچھ دیر وہ آپ کو دیکھتا رہا۔حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ یہیں سے واپس تشریف لے آئے۔کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ واپس کیوں تشریف لے آئیں ہیں۔آپ نے فرمایا کہ کتے نے مجھ سے ایک سوال پوچھا تھا لیکن میں اس کا جواب نہیں دے سکا۔وہ آدمی بہت حیران ہوا کہ ایک کتے کے سوال کا جواب ولیوں کا بادشاہ نہیں دے سکا۔اس نے استفسار کیا۔تو اپ نے بتایا کہ کتے نے مجھ سے پوچھا تھا کہ اے بایزید ازل میں تجھ سے کیا نیکی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا نام ولیوں کے بادشاہ کے طور پر لکھ دیا۔اور ازل میں مجھ سے کیا برائی ہوئی تھی کہ میرا نام اللہ تعالیٰ جل شانہ نے کتوں میں لکھ دیا۔تو کتے کے اس سوال کا میں جواب نہیں دے سکا۔

ہم لوگ گنہگار ہونے کے باوجود خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام حضور علیہ السلام کی امت میں لکھ دیا ہے۔ یا الٰہی حضور ﷺ کی حسین زلفوں کے طفیل اور آقا ﷺ کے حسین والضحیٰ کے چہرے کے طفیل اور اس محبت کے طفیل جو تجھ کو اپنے پیارے محبوب علیہ السلام سے ہے اور حضور ﷺ کی رحمت اللعالمین کے طفیل اور آقا ﷺ کے اہل بیت اطہار اور صالحین امت کے طفیل ہم سب کو حضور ﷺ کی محبت میں ہی رکھنا اور اسی پر موت دینا اور محبت میں ہی اٹھانا۔

القرآن: فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: اے زمینوں و آسمانوں کے پیدا فرمانے والے۔ دنیا اور آخرت میں تو ہی ہمارا وسیلہ ہے ہمیں اسلام پر موت عطا فرما اور قیامت کو ہمیں صالحین میں سے اٹھانا۔

(العبد المسکین احقر العباد نثارالنبی بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ، لاہور، پاکستان)

35

تبوک میں تشریف آوری

حضرت حذیفہؓ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ کل انشاء اللہ ہم تبوک کے چشمہ پر ہوں گے۔لیکن پورے لشکر میں منادی کروا دی جائے کہ مجھ سے پہلے چشمہ کے پانی کو کوئی ہاتھ نہ لگائے۔کیونکہ آقا علیہ السلام کو بتایا گیا تھا کہ یہاں پانی کی شدید قلت ہے۔دوسرے دن جب چشمہ پر پہنچے تو دو آدمی ایسے تھے۔ جنہوں نے چشمہ کے پانی کو استعمال کر لیا۔حضور ﷺ کو جب ان کے متعلق بتایا گیا تو آقا ﷺ نے ان کو جھڑکا اور چشمہ سے جو پانی رس رہا تھا اس کو مشک میں جمع کرنے کا حکم دیا چلو میں تھوڑا تھوڑا سا پانی جمع کر کے مشک میں ڈالا گیا اور اسے آقا ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا گیا۔حضور ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک دھویا۔دونوں ہاتھ مبارک دھوئے اور کلی فرمائی پھر کلی کا پانی چشمہ میں ڈال دیا گیا۔دیکھتے ہی دیکھتے زمین سے پانی بہت جوش سے باہر نکلنے لگا۔

آقا ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر تیری زندگی لمبی ہوئی تو تو دیکھے گا کہ یہاں ہر طرف باغات ہی باغات ہوں گے۔

اور واقعی آپ کی زندگی بہت لمبی ہوئی اور آپ نے اپنی زندگی میں ہی یہاں باغات ہی باغات دیکھے۔

حضور ﷺ جس کے متعلق جو فرما دیتے تھے وہ لوح محفوظ میں دیکھ کر ہی فرماتے تھے اور جس کی چاہتے خدا تعالیٰ کی ذات پاک اُس کی تقدیر بدل دیتے تھے۔

خطبہ تبوک

حضور سرور کائنات ﷺ آقا دو جہاں ﷺ جب تبوک میں پہنچے۔تو ظہر کی نماز ادا کرنے کے لئے قبلہ کی سمت ایک پتھر رکھ دیا گیا۔اور تمام لوگوں نے حضور ﷺ کے پیچھے ظہر کی نماز ادا فرمائی اس کے بعد آقا ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''سب سے زیادہ سچی بات کتاب خدا قرآن کریم ہے۔اور سب سے مضبوط سہارا التقویٰ کا کلمہ ہے۔سب سے بہتر ملت ملت ابراہیمی ہے۔اور طریقوں سے بہترین طریقہ (خدا کے رسول) حضرت محمد (ﷺ) کا ہے۔ تمام باتوں میں بہتر بات اللہ کا ذکر ہے۔سب قصوں میں بہتر یہ قرآن ہے۔بہترین کام وہ ہیں جو انسان پوری تندہی سے اور عزم راسخ سے انجام دے۔اور بدترین کام وہ ہیں جو (دین خدا میں) از خود وضع کر لئے جائیں۔تمام راہوں میں سب سے عمدہ پیغمبروں کی راہ ہے۔سب سے بہتر موت جام شہادت پینا ہے۔سب سے بڑا نابینا پن ہدایت کے بعد گمراہی ہے۔بہتر عمل وہ ہے جو نفع دے اور بہتر ہدایت وہ ہے جس پر عمل کیا جائے۔بدترین اندھا پن دل کا اندھا پن ہے اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

جو چیز کم ہو وہ بہتر ہے اس چیز سے کہ وہ زیادہ ہو۔مگر غافل کر دینے والی ہو۔

بدترین معذرت موت کے وقت کی معذرت ہے۔بدترین ندامت قیامت کے دن ہو گی۔سنو بعض ایسے لوگ ہیں۔جو بہت دیر کر کے جمعہ میں آتے ہیں۔ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں۔جو خدا کا ذکر لا تعلقی



میں کرتے ہیں۔

بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک جھوٹی زبان ہے۔ بہترین تونگری دل کی تونگری ہے۔اصلی کارآمد توشہ تقویٰ ہے۔دانائیوں کا سرتاج اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔دلوں کی سب سے پسندیدہ چیز یقین ہے۔شک کفر کا ایک جزو ہے۔میت پر چیخنا چلانا جاہلیت کا عمل ہے۔خیانت دوزخ کی آگ ہے۔شراب کا پینا دوزخ کی آگ سے داغے جانے کے مترادف ہے۔ بُرے شعر ابلیس کی طرف سے ہیں۔شراب تمام گناہوں کا منبع ہے۔سب سے بُری خوراک یتیم کا مال ہے۔

سعادت مند انسان وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔اور بدنصیب انسان وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہی بُرا لکھ دیا گیا ہوتم میں سے ہر ایک کو چار ہاتھ کے ایک گڑھے میں جانا ہے اور معاملہ آخرت پر منحصر ہوگا عمل کا مدار انجام کار پر ہوگا۔سب سے بُرا خواب جھوٹا خواب ہے ہر آنے والی چیز قریب ہے مومن کو گالی دینا فسق ہے اوراس سے لڑنا کفر ہے۔

اس کا گوشت کھانا(اس کی غیبت کرنا) خدا کی نافرمانی ہے۔اس کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے۔جو اللہ کے مقابلے میں قسم کھائے گا۔اللہ اس کو جھٹلا دے گا۔جو دوسروں کی خطائیں بخش دے گا۔اسے بخش دیا جائے گا۔اور جو دوسروں کو معاف کردے گا اللہ اس کو معاف کردے گا جو غصہ پی جائے گا اللہ اسے اس کا اجر دے گا اور جو مصیبت پر صبر کرے گا۔اللہ اسے اس کا بدلہ دے گا جو سنی سنائی باتیں پھیلائے گا اللہ اسے رسوا کرے گا اور جو شخص مصنوعی صبر کا اظہار کرے گا اللہ اس کی تکلیف بڑھا دے گا۔

اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا اللہ اس کو عذاب دے گا۔

میں اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔میں اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔میں اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔

(سبل الہدیٰ جلد ۵،صفحہ ۶۵۲۔۶۵۱ ضیاء النبی ۴۔ ۶۱۳ تا ۶۱۰)

سبحان اللہ شان نبوت ﷺ اور شان رسالت ﷺ کو کون جان سکتا ہے۔اور لق و دق صحراؤں میں بے آب وگیاہ ریگستانوں میں وطن سے۔ہزاروں میل دور لاکھوں کے مقابلے میں چند ہزار فوج اور وہ بھی نہایت قلیل اسلحے اور نہایت ہی قلیل سواریوں کے ساتھ۔لیکن اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کو کسی چیز کا ڈر نہیں کسی قسم کا خوف نہیں۔سوائے خدا کی ذات کے کسی کا بھی ڈر نہیں۔اور آقا ﷺ وہ تاریخی خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں اور وہ پندونصائح فرما رہے ہیں جن کو سن کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔قابلیتیں جواب دے جاتی ہیں۔اور حواس گم ہو جاتے ہیں۔ایسی مثال نہ پہلے کبھی دیکھی گئی اور نہ ہی قیامت تک کہیں دیکھی جائے گی۔اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ اتنی دور کی نظر رکھتے ہیں کہ آدمی کا خیال بھی وہاں تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔یہ سوائے نبی

ﷺ کے کسی کی شان ہی نہیں ہوسکتی کہ ایسے ناگفتہ بے حالات میں اتنی بڑی فوج سے مقابلے سے پہلے ایسے الفاظ میں اپنی فوج کو نصیحت فرمائے ۔ اور اس کو وہ اخلاق کریمانہ سکھائے کہ آئندہ نسلوں تک ان کی چاشنی کی آب وتاب قائم رہے ۔

(سبل الہدیٰ جلد ۵ صفحہ ۶۵۱،۶۵۲) (ضیاء النبی جلد ۴ صفحہ ۶۱۰ تا ۶۱۳)

سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ـ ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم ـ اللهم صلى وسلم على سيدنا محمد و على آله وصحابه و بارك وسلم و سلمو تسليما كثيرا كثيرا برحمتك ياارحم الراحمين ـ

ہرقل کی فوجوں کا فرار

حضور ﷺ کی خود بنفس نفیس آمد کی اطلاع پاک ہرقل نے اپنی فوجیں سرحد سے واپس بلالیں ۔ اس سے پہلے غزوہ موتہ میں وہ جانتا تھا کہ صرف تین ہزار کے مسلمانوں کے لشکر نے اس کی دولاکھ کی فوج کو بھاگنے پر مجبور کردیا تھا ۔ آپ ﷺ کی تیس ہزار کی فوج کے ساتھ خود تشریف لانے سے اس پر خوف طاری ہوگیا ۔ دراصل وہ خود پڑھا لکھا سمجھدار تھا اور اس کو پتہ تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے ٹکر نہیں لے سکتا ۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ مسلمان ایک وقت میں اس کے نیچے کی سرزمین اور شاہ ایران کی سرزمین وغیرہ سب جگہوں پر قبضہ کرلیں گے اس نے اسی میں عافیت سمجھی کہ اپنی فوجوں کو سرحدوں سے ہٹالے ۔

رسول خدا ﷺ بیس دن تک تبوک کے مقام پر تشریف فرما رہے اور ساتھ ساتھ ادھر ادر کے تمام علاقوں کو باجگزار اور مطیع فرمایا ۔ ان علاقوں میں ایلہ مقنا جربا ازرح اور زمۃ الجندل شامل ہیں ۔

حضور پُرنور علیہ السلام کا گرامی نامہ بنام ہرقل

رسول خدا ﷺ نے اپنے صحابہ اکرام سے دریافت فرمایا کہ جو شخص میرا خط لے کر قیصر روم کے پاس جائے گا ۔ اسے جنت ملے گی ۔ ایک شخص نے عرض کی کہ چاہے وہ اسے قبول کرے یا نہ کرے ۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ بیشک ۔ چنانچہ حضرت وحیہ کلبی حضور علیہ السلام کا مکتوب مبارک لے کر ہرقل کے پاس پہنچے ۔ اس وقت ہرقل حمص میں تھا ۔ ہرقل نے آقا علیہ السلام کے مکتوب مبارک کی بہت تعظیم کی ۔ یہ تمام واقعہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے ۔ برکت کی غرض سے مختصراً دوبارہ تحریر کرتے ہیں ۔

ہرقل نے اپنے تمام بطریقوں اور قسیسوں کو ایک ہال میں جمع کرکے اس کے دروازے بند کر دینے کا حکم دیا اور ان سے کہا ۔ کہ تم نے دیکھ لیا ہے کہ محمد (ﷺ) یہاں تک پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے مجھے خط لکھا ہے اور تین باتوں میں سے ایک بات قبول کرنے کی دعوت دی ہے ۔

۱ ۔ میں ان کا دین قبول کرلوں ۔

۲۔ ہماری زمینوں پر جو باغات یا مکانات ہیں وہ ہم ان کے حوالے کر دیں اور زمینیں ہمارے قبضے میں رہیں۔
۳۔ جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔

ہرقل نے سامعین سے کہا کہ تم جانتے ہو اور تم نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ ہماری نیچے کی زمینوں پر وہ نبی (ﷺ) ضرور قابض ہوں گے۔ تو بہتر یہی ہے کہ ہم اس نبی (علیہ السلام) پر ایمان لے آئیں۔ پھر ہرقل نے ایک منادی والے کو کہا کہ تم اعلان کر دو کہ ہرقل محمد رسول اللہ (ﷺ) پر ایمان لے آیا ہے۔ یہ سنتے ہی اس کے لوگ بپھر گئے اور باہر کو دوڑے اور کچھ لوگوں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ جب ہرقل نے حالات کو بگڑتے ہوئے دیکھا تو لوگوں کو پھر اپنے پاس بلایا۔ کیوں کہ باہر کے دروازے بند تھے۔ لوگ دوبارہ اس کے پاس اکٹھے ہوئے تو یہ کہنے لگا کہ میں تو تمہاری اپنے دین پر ثابت قدمی آزما رہا تھا میں بھی تمہارے دین پر ہی ہوں پھر اس نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور کہا کہ میرا یہ زبانی پیغام اپنے آقا ﷺ کو دینا کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوں لیکن از بس مجبور ہوں کچھ نہیں کر سکتا۔

ہرقل کا جوابی خط

پھر اس نے ایک ایسے آدمی کو بلانے کے لئے حکم کیا۔ جو نصرانی ہو۔ لیکن بہت اچھی عربی بول سکتا ہو۔ اور وہ زبردست قوت حافظہ بھی رکھتا ہو۔ انہوں نے تنوخی نام کے آدمی کو ہرقل کے سامنے پیش کیا۔

حضرت امام احمد سعید بن راشد سے روایت کرتے ہیں کہ یہ حمص کے مقام پر تنوخی کے ہمسائے تھے۔ اس وقت تنوخی کی عمر ایک سو دس سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ اب آگے کے واقعات تنوخی کی زبانی سنیئے۔

تنوخی کہتا ہے کہ ہرقل نے مجھے کہا کہ میرا یہ خط لے جاؤ اور اسے حضور (علیہ السلام) کے پاس پہنچاؤ' اور جو باتیں آپ فرمائیں اسے غور سے ذہن نشین کرنا۔ خصوصاً کیا جو خط پہلے لکھا گیا تھا۔ اس کا تذکرہ ان کی گفتگو میں ہے اور کیا میرے مکتوب کو پڑھنے کے بعد رات کا کہیں ذکر آتا ہے۔ اور تیسری بات یہ کہ ان کی پشت (مبارک) کو غور سے دیکھنا کہ کیا کوئی خاص چیز اپنی طرف نگاہ کو کھینچتی ہے۔

تنوخی کہتا ہے کہ میں ہرقل کا پیغام و خط لے کر جب تبوک کے مقام پر حضور علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آقا علیہ السلام صحابہ کرام کی محفل میں تشریف فرما تھے میں ان کی خدمت اقدس میں پہنچا اور ہرقل کا خط پیش کیا حضور علیہ السلام نے اسے لے لیا اور مجھے پوچھا کہ تم کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو۔

میں نے کہا کہ میں تنوخ کا بھائی ہوں پھر حضور ﷺ نے پوچھا کہ دین اسلام جو ملت حنفیہ کی طرف دعوت دینے کے لئے آیا ہے۔ کیا تم اس کو قبول کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں اپنی قوم کا قاصد ہوں اور میں ابھی تک اپنی قوم کے دین پر قائم ہوں اور جب تک کہ واپس نہ لوٹ جاؤں اس وقت تک اپنی قوم کے دین پر قائم رہوں گا۔

حضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ انك لا تهدی من احببت۔ پھر فرمایا: اے تنوخی بھائی! میں نے ایک خط کسریٰ کولکھا تھا اس نے اسے پرزے پرزے کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حکومت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پھر میں نے نجاشی کی طرف خط لکھا۔ پھر میں نے تیرے صاحب ہرقل کی طرف خط لکھا۔ اس نے اس کو پکڑ لیا۔ اس کی برکت سے لوگ اس کا احترام کرتے رہیں گے اور اس کی ہیبت ان پر چھائی رہے گی۔

تنوخی کہتا ہے۔ کہ ہرقل کی نصیحت کے مطابق میں نے زبانی سابقہ خط کے ذکر کو یاد کر لیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ تیرے صاحب نے خط میں لکھا ہے کہ جب آسمانوں اور زمینوں کے عرض میں جنت ہے تو دوزخ کہاں ہوگی۔ اس کے لئے جگہ تک نہ ہوگی۔

سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سبحان اللہ! ذرا یہ تو بتاؤ کہ جب رات آتی ہے تو دن کہاں جاتا ہے۔ ''لیل'' رات کا لفظ سن کر میں نے اسے بھی یاد کر لیا''۔

پھر آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تیرا حق ہے۔ تو قاصد ہے اور اس وقت ہم سفر میں ہے ہماری مالی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ورنہ میں تمہیں اعزازات اور انعامات کے ساتھ روانہ کرتا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وہ جانے لگا تو ایک آدمی نے اسے بلایا اور کہا کہ میں اسے انعام دیتا ہوں۔ اس نے اپنا کجاوہ کھولا اور صفوریا کی بنی پوشاک میری گود میں رکھ دی۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ (حضرت) عثمان (غنی رضی اللہ عنہ) ہیں۔

جب میں جانے لگا کہ تو رسول خدا ﷺ نے مجھے دوبارہ بلایا اور فرمایا کہ اے تنوخ کے بھائی ادھر آؤ۔ میں آقا علیہ السلام کے پاس دوبارہ آیا تو حضور علیہ السلام نے اپنی چادر کو ڈھیلا کیا اور مجھے فرمایا کہ ادھر پیچھے سے گزرو۔ جو تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ میں آقا علیہ السلام کی پشت کی طرف پلٹا اور ''مہر نبوت'' کو آقا علیہ السلام کی پشت پر دیکھا اور مجھے ہرقل کی تیسری بات بھی یاد آ گئی۔

سبحان اللہ حضور ﷺ نے وہ باتیں بھی تنوخی کو بتا دیں جو ہرقل نے صرف تنوخی سے ہی کی تھیں۔

جب حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو ہرقل کا زبانی پیغام یہ کہ ''میں آپ کے ساتھ ہوں لیکن از حد مجبور ہوں'' دیا تھا تو آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ

''اللہ کے دشمن'' نے جھوٹ بولا۔ وہ مسلمان نہیں ہوا بلکہ اپنی نصرانیت پر قائم ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے علم کے مطابق حضور ﷺ کائنات کے ذرے ذرے کا علم جانتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ کو تمام کائنات کے ذرے ذرے کے لئے رحمت العالمین بنا کر بھیجا گیا ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝۱ فرمایا۔



اسی طرح حضور علیہ السلام کے لئے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا ہے۔

جو تحائف ہرقل شاہ روم نے حضور علیہ السلام کے لئے بھیجے۔آ قا علیہ السلام نے انہیں صحابہ کرام میں تقسیم فرما دیا۔

(سبل الہدیٰ جلد ۵ صفحہ ۶۵۸،۶۶۰)

شاہ ایلہ

حجاز کی آخری اور شام کی ابتدائی سرحد پر واقع اس چھوٹے شہر کا نام ایلہ ہے۔ یہ شہر بحر قلزم کے ساحل پر واقعہ ہے۔ یہ لوگ زیادہ تر کھیتی باڑی کرتے تھے۔اور یہاں وہ یہودی آباد تھے۔جن پر ہفتہ کے روز شکار منع کر دیا گیا تھا۔لیکن انہوں نے اس حکم کی مخالفت کی۔اللہ تعالیٰ نے انہیں مسخ کر دیا۔اور بندر اور خنزیر بنا دیا۔

(سبل الہدیٰ جلد ۵ صفحہ ۶۶۱،معجم البلدان ۲۹۲،ضیاء النبی جلد ۴ صفحہ ۶۲۲)

اس کے بادشاہ کا نام یحنہ بن روبا تھا۔ یہ خود ہی ڈرتا ہوا حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش ہوگیا۔اس کے ساتھ جرباء٬ازرح٬اور مقنا کے باشندے تھے۔اور یہ اپنے ساتھ آقا ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لئے سفید خچر بھی لایا۔حضور ﷺ نے اسے اپنی چادر مبارک اڑھائی اور اس کے لئے ایک امان نامہ بھی لکھ دیا اس صلح نامہ میں لکھا تھا کہ ان کا ہر بالغ ایک دینار سالانہ ادا کرے گا۔اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔اور جس نے کوئی قانون شکنی کی تو اس کو اس کا مال سزا سے نہیں بچا سکے گا۔انہیں چشموں اور بحری و بری راستوں کے استعمال سے نہیں روکا جائے گا اس طرح اہل جرباء اور اہل ازرح کے لئے بھی صلح نامہ لکھا گیا"۔

ایلہ کا بادشاہ یحنہ بن روبا جب آقا علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں پیش ہوا تو اس نے گلے میں صلیب جو کہ سونے سے بنائی گئی تھی۔ڈالی ہوئی تھی۔

نبوت کی ہیبت کی وجہ سے اس نے اپنا سر جھکا لیا۔آقا ﷺ نے اسے دست مبارک سے سر اٹھانے کا اشارہ فرمایا تو اس نے اپنا سر اٹھایا۔

اس طرح اہل ازرح پر ماہ رجب میں ایک سو دینار جزیہ کی ادائیگی لازم قرار دی گئی۔اور اسی طرح اہل مقنا کے ساتھ مصالحت کی گئی۔اور انہیں اپنے پھلوں کا چوتھا حصہ ہر سال بھیجنے کا حکم دیا گیا۔

ازرح شام کی سرحد کے نزدیک ایک شہر ہے۔جو کہ بلقاء کے نزدیک بھی ہے۔

حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت ہی معمولی سا سالانہ جزیہ لے کر ان بے دین لوگوں کی جان و مال

عزت و آبرو کا ذمہ اٹھالیا۔

آج ہماری حکومتیں اتنا اتنا زیادہ سالانہ و ماہانہ ٹیکس لے کر بھی اپنے مسلمان لوگوں کی عزت و آبرو مال و جان کی حفاظت نہیں کر سکتیں ۔ یہ سب بے برکتیاں انگریزوں کے بنائے ہوئے کالے قانون کی ہیں ۔اور سبحان اللہ۔ان لوگوں نے جو جو ہمیں لباس پہننے کی نصیحت کی۔کہ انصاف کرنے والوں کی یہ وردی ہو اس لباس کے پہننے کو بھی ہم اپنا فخر سمجھتے ہیں ہم آزاد ہونے کے باوجود بھی ذہنی طور پر غلام ہی ہیں ۔حضور ﷺ نے ایک دفعہ اپنی ایک بالشت پھر بالکل برابر دوسری بالشت رکھ کر فرمایا کہ تم لوگ آخر زمانے میں اس طرح برابر برابر یہود ونصاریٰ کے ہر کام کی پیروی کرو گے ۔اللہ تعالیٰ ہمیں حضور ﷺ کے صدقے میں معاف فرمائے اور ہمیں ان لوگوں میں سے نہ کرے ۔

دومۃ الجندل

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چارسو سواروں کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف بھیجا۔یہ شام کی سرحد کے پاس ایک طاقتور ریاست تھی ۔اس کے لوگ رومیوں کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے عیسائی تھے ۔اس کا حکمران اکیدر بن عبدالملک عرب قبیلے بنوکندہ سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ اوراس کی ریاست میں بنوکلب کے جنگجو قبیلے کی کثرت تھی ۔

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس قبیلے کے نزدیک پہنچے تو اکیدر اپنے بھائی حسان اور دوسرے بہت سے لوگوں کے ساتھ شکار پر نکلا ہوا تھا۔جنگل ہی میں ان کا سامنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوگیا۔حسان لڑائی میں مارا گیا۔اکیدر کو گرفتار کرلیا گیااور باقی لوگوں نے قلعہ میں جا پناہ لی۔

اکیدر کو گرفتار کر کے حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا۔اس نے حضور ﷺ کی اطاعت قبول کر لی۔اور آقا ﷺ کو دو ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑے چارسو زرہیں اور چارسو نیزے پیش کئے۔آقا علیہ السلام نے ان کو قبول فرمایا۔اورسالانہ جزیہ دینے کا وعدہ فرمایا: حضور علیہ السلام نے اس کو امان نامہ لکھ کر دیا۔

(اصح السیر ۲۳۰ تا ۳۲۹،غزوہ تبوک محمد احمد باشمیل ۱۸۳ تا ۱۷۴،رحمت دارین ۲۴۶)

دم آخر نمائی جلوہ دیدار

وہ رب کائنات جو اتنا جمیل ہے کہ جو مصور ہے جو چیزوں کو حسن دینے والا ہے ۔کائنات میں حسن کے جلوے بکھیرنے والا ہے ۔پھولوں میں کلیوں میں بہاروں میں پہاڑوں کی بلندیوں میں، سمندر کی گہرائیوں میں، آسمان کی وسعتوں میں اور زمین کی گہرائیوں میں ہر ہر جگہ اسی کے جلوے ہیں ۔اس نے کائنات کی ہر ہر چیز میں رنگ بھر دیا ہوا ہے ۔ ہر ہر چیز اس نے



نہایت ہی خوبصورت انداز ے سے بنائی ہوئی ہے۔

اور یہ انسان کی خوش قسمتی کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت آ دم علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے پیدا فرمایا۔ حالانکہ اس کی ذات پاک ہر چیز سے پاک ہے۔ اور حضرت آ دم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صورت پر پیدا فرمایا' حالانکہ اس کی ذات پاک ہرصورت سے پاک ہے۔ اور جنت میں اللہ تعالیٰ جل شانہ اسی صورت میں مومنوں کو اپنا جلوہ دکھائیں گے۔ اور حضور ﷺ کی حدیث پاک ہے کہ مفہوم کے مطابق اور جس طرح چودھویں کے چاند کو تم کو دیکھنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔ اسی طرح آسمان پر اللہ تعالیٰ ہنستے ہنستے اپنا جلوہ اپنا رخ زیبا دکھائیں گے اور اس کو تم دیکھو گے''۔

؎ کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں

(اقبال)

اور اصل حقیقت میں جو مخلوق ایک دوسرے کو پسند کرتی ہے۔ ایک دوسرے سے محبت کرتی ہے تو وہ اسی خوبصورتی کی وجہ سے کرتی ہے۔ جو خدائے تعالیٰ کی ذات پاک نے اپنی مخلوق کو اپنے اور اپنے محبوب پاک کے حسن سے عطا فرمائی ہے۔

اور وہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات پاک جس نے ہر ہر چیز کو نہایت ہی زیادہ خوبصورتی عطا فرمائی۔ اس نے اپنا محبوب کتنا خوبصورت بنایا ہوگا۔ کتنا دلرُبا بنایا ہوگا۔ کتنا ملیح بنایا ہوگا۔

وہ محبوب کہ جن کی آنکھیں ''مازاغ'' کی ہوں۔ جن کی زلفیں ''والیل'' کی ہوں جن کے ہاتھ ''ید بیضا'' ہوں۔ وہ جس طرف سے چل کر آئیں ادھر خوشبو ہی خوشبو پھیل جائے جو زمین پر قدم رکھیں تو اس سے پھول اگنے لگیں۔ جو کلام فرمائیں تو منہ سے موتیوں کی لڑیاں گرنے لگ جائیں جس طرف دیکھیں تو کونین ادھر ہو جائے۔

جن کا دل اتنا پیارا ہو کہ اس میں درد ہی درد بھرا ہوا ہو۔ تمام مخلوق اور تمام عالموں کے لئے وہ رحمت ہو۔ رحمت اللعالمین کا خطاب اُن کو اللہ رب العزت کی طرف سے ملا ہوا ہو اور خاص کر مومنوں کے لئے وہ۔

القرآن: عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾

ترجمہ: تمہارا تکلیف میں پڑنا اُن کے لیے بہت گراں ہے اور تمہاری بھلائی کے لیے بہت حرص کرنے والے ہیں۔ اور مومن مسلمانوں کے ساتھ شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔

یعنی کہ جب بھی کسی مومن کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس سے زیادہ اس کی تکلیف کو حضور علیہ السلام محسوس فرماتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی حدیث پاک کے مطابق ''کسی مومن کو کوئی کانٹا بھی نہیں چھبتا کہ اللہ جل شانہ اس کو اس کا ثواب عطا فرماتے ہیں''۔

اور جب اس طرف سے اتنا کرم ہے! مہربانی ہے عطا ہے۔ تو حضور علیہ السلام کی حدیث پاک کے مطابق ''کوئی بندہ بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں (یعنی حضور علیہ السلام) اس کو اس کی ذات اس کی جان اس کے بیوی بچے اس کے ماں باپ وغیرہ اور اس کے مال اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ جاؤں''۔

وہ رب کائنات جس نے اتنا پیارا محبوب بنایا کہ بنا کر خود ہی اس پر فریفتہ ہوگیا۔ اور اگر کسی کی جان اس کے قدموں ﷺ پر نکلے اور اس کو قبر میں اتارنے والی ہستی بھی وہی محبوب ہو۔ تو اس کی خوش قسمتی کی کیا ہی بات ہے۔ ہر کوئی اس چیز کی حسرت ہی کر سکتا ہے۔

ایں چیز بزور باز و نیست

القرآن: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

ترجمہ: یہ اس کا فضل ہے جس کو وہ چاہے عطا فرماتا ہے اور وہ فضل عظیم کا مالک ہے۔

یہ سعادت حضرت ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں بھی آئی۔

یہ اہل صفہ میں سے تھے۔ امام ابن اسحاق اور ابن مندہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ مزینہ قبلہ کے فرد تھے بچپن میں یہ یتیم ہو گئے تھے۔ اور کوئی میراث بھی نہیں تھی۔

ان کے چچا نے ان کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے چچا کا کاروبار اتنا چمکا کہ وہ بہت سے اونٹوں، بکریوں اور غلاموں کا مالک بن گیا۔ انہوں نے کئی بار حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے کا سوچا۔ لیکن اپنے چچا کی وجہ سے وہ حاضر نہ ہو سکے۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور حضور ﷺ واپس مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

ایک دن یہ اپنے چچا کے پاس گئے اور کہا کہ چچا میں نے آپ کا بہت انتظار کیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا اسلام قبول کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ آپ مجھے اسلام قبول کرنے کی اجازت دے دیں۔ چچا غصہ سے لال پیلا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اگر تم نے اسلام قبول کیا تو میں نے آج تک جو چیزیں تمہیں دی ہیں وہ سب چھین لوں گا۔ حتیٰ کہ جو کپڑے وغیرہ تو نے پہنے ہیں وہ بھی اتار لوں گا۔

انہوں نے کہا کہ تمہاری کوئی دھمکی مجھے اسلام قبول کرنے سے نہیں روک سکتی میں تمہیں تمہاری تمام چیزیں واپس کرتا ہوں۔ میں اب ان پتھر اور لکڑی کے بتوں کی مزید عبادت نہیں کر سکتا۔

جب اس کے چچا نے ان سے تمام چیزیں واپس لے لیں اور انہوں نے اپنے تن کے کپڑے بھی اُتار دیے اور انہوں نے اپنی ماں سے چادر لے کر اسے دو ٹکڑے کر کے ایک تہبند اور قمیض کے طور پر پہن کر اس کے کپڑے وغیرہ سب کچھ اس کو واپس دیئے۔ اور خالی ہاتھ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گئے؟

انہوں نے رات مسجد میں گزاری اور صبح کی نماز حضور علیہ السلام کے پیچھے ادا کی۔

آقا ﷺ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو لوگوں کو غور سے دیکھتے۔ اس کو اجنبی دیکھا تو اس کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ میرا نام "عبدالعزیٰ" ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا: نہیں بلکہ تمہارا نام عبداللہ اور لقب ذوالبجادین ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ تم میرے نزدیک قیام کرو اور یہ اصحاب صفہ میں شامل ہو گئے۔

ان کی آواز قدرتی طور پر بہت بلند تھی اور یہ بلند آواز سے ہی تلاوت فرماتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام سے شکایت فرمائی کہ ان کی بلند آواز سے قرآن پڑھنے سے دوسرے لوگ اپنی تلاوت آسانی سے نہیں کر سکتے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

دَعَهُ یَا عُمَرُ فَاِنَّهُ قَدْ خَرَجَ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَاِلٰی رَسُوْلِ۔

''اے عمر اس کو کچھ نہ کہو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہجرت کر کے آیا ہے''۔

حضور ﷺ کے غزوہ تبوک پر جانے سے پہلے یہ آقا ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ

''یارسول اللہ ﷺ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کرے''۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیری کے درخت کا یا ایک روایت کے مطابق کیکر کے درخت کا چھلکا لے کر آؤ۔جب یہ چھلکا لائے تو حضور علیہ السلام نے اِسے ان کے بازو پر اپنے دست مبارک سے باندھا۔اور فرمایا کہ میں تمہارے خون کو کفار پر حرام کرتا ہوں''

یہ سن کر ذوالبجارین تڑپ اٹھے۔اور عرض کی کہ میں نے اس مقصد کے لئے تو دعا نہیں کروائی تھی۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ذوالبجارین جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کی نیت سے نکلو اور دوران سفر اگر تمہیں بخار آجائے اور تم فوت ہو جاؤ تو تم شہید ہو گے''۔

سبحان اللہ حضور ﷺ کی نظر کہاں تک دیکھ رہی ہوتی ہے۔

اس اللہ کے بندے کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا جب یہ غزوہ تبوک پر گئے ہوتے تھے اور تبوک کے مقام پر ٹھہرے کچھ دن ہو گئے تو ان کو بخار آنے لگا اور یہ شدید سے شدید تر ہوتا گیا اور یہ اس سے جانبر نہ ہو سکے۔

حضرت بلال بن الحارث المزنی فرماتے ہیں کہ میں ذوالبجارین کی تدفین کے وقت حاضر تھا۔میں نے دیکھا کہ حضرت بلال موذن) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روشنی کے لئے مشعل پکڑی ہوئی ہے اور حضور علیہ السلام ان کی قبر میں خود اترے اور میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کو ان کی میت پکڑا رہے ہیں اور حضور علیہ السلام ان سے فرما رہے ہیں کہ اپنے بھائی کو میرے قریب کرو اور فرما رہے ہیں۔

ادبا الیٰ آخا کُمَا۔ یعنی اپنے بھائی کا ادب ملحوظ رکھو۔

اور آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام نے بذات خود ان کو لحد میں دائیں پہلو پر لٹایا اور پھر اللہ تعالیٰ جل شانہ سے التجا فرمائی۔

''اے اللہ میں آج کی شام تک اس تیرے بندے سے راضی تھا۔تو بھی اس سے راضی ہو جا''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو پکار اٹھے۔''اے کاش میں اس لحد میں دفن ہوتا۔''

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی خوشنودی میں دراصل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ جو آدمی اپنے خدا تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے صرف ایک ہی راستہ حضور ﷺ کو خوش کرنے کا ہے۔

القرآن: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:۳۱)

ترجمہ: آپ فرما دیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو۔ تو میری تابعداری کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگ جائے گا۔

القرآن: مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:۸۰)

ترجمہ: جس نے (میرے) رسول کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور ﷺ کی اطاعت میں ہی زندہ رکھے اور اس پر موت دے اور اسی پر اٹھا کھڑا کرے۔

آمین ثم آمین بجاہ نبی کریم رؤوف الرحیم ﷺ۔

دمشق کی طرف پیش قدمی کے بارے میں مشورہ

حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے لشکر کے مقابلے میں رومی افواج کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ حضور ﷺ بیس دن تک تبوک کے مقام پر تشریف فرما رہے۔ ہرقل ذاتی طور پر نبی (علیہ السلام) کے مقابلے سے ڈرتا تھا اور اس کو یہ یقین تھا کہ اگر اس نے مقابلہ کیا بھی تو شکست ہی کھائے گا اس لئے اس نے اسی میں عزت سمجھی کہ مقابلے پر آیا ہی نہ جائے اس نے ایران جیسی سپر پاور کو بھی حال ہی میں شکست دی تھی۔ اب اگر وہ مسلمانوں سے مقابلے میں ہار جاتا تو اس کی عزت خاک میں مل جاتی تھی۔ اس نے حضور ﷺ کے پاس اپنا قاصد بھی تبوک کے مقام پر بھیجا اور تحائف بھی بھیجے۔ جنہیں حضور ﷺ نے قبول فرمایا۔ اور صحابہ اکرام میں تقسیم فرما دیا۔ اَب تبوک کے اردگرد کی ریاستیں بھی فتح ہو گئیں تو یہاں قیام کرنے کا جواز ختم ہو گیا۔

حضور سرور کائنات ﷺ نے صحابہ کرام کو مشورہ کے لئے بلایا اور دمشق کی طرف پیش قدمی کے بارے میں مشورہ مانگا۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے تو ضرور چلے چلیں حضور علیہ السلام نے جواب فرمایا کہ اگر مجھے پیش قدمی کا حکم ملتا تو میں مشورہ نہ کرتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ رومی ہم سے خوفزدہ ہو گئے ہیں۔ ہمارا مقصد پورا ہو گیا ہے اگر اس سال واپس چلے جائیں تو پھر تمام حالات کا جائزہ لے کر دوبارہ کوئی فیصلہ کریں گے کیوں کہ رومیوں کے پاس بے شمار فوج ہے۔ اور ملک شام میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہم پیش قدمی کرتے ہوئے قیصر روم کی قیام گاہ کے بالکل قریب پہنچ گئے ہوتے ہیں۔

اسی دوران اللہ تعالیٰ جل شانہ نے قرآن پاک کی آیت نازل فرما کر حضور علیہ السلام کو واپس لوٹنے کا حکم فرما دیا۔



فیہا محیاك و مماتك و منہا تبعث۔

یعنی ! اس شہر میں آپ کی زندگی بسر ہوگی اسی میں حضور علیہ السلام وفات پائیں گے اور اسی شہر کی خاک سے حضور علیہ السلام کو اٹھایا جائے گا۔ اس ارشاد الٰہی کے بعد حضور علیہ السلام نے مدینہ طیبہ لوٹنے کا ارادہ فرمایا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ اپنے خداوند قدوس سے اس دعا کا سوال فرمائیں۔

القرآن: وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ (سورۃ بنی اسرائیل ۸۰)

ترجمہ: اے میرے رب جہاں کہیں تو مجھے لے جائے۔ سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے تو مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ اور عطا فرما اپنی جناب سے مجھے وہ قوت جو مدد کرنے والی ہو۔

(سبل الہدیٰ جلد ۵ صفحہ ۶۶۱، ضیاء النبی جلد ۴ صفحہ ۶۱۹)

ناپاک سازش

حضور ﷺ کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اٹھایا ہو تو کب کوئی دشمن کامیاب ہو سکتا ہے۔

القرآن: وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔

منافقین مسلمانوں کی فتح در فتح سے بہت سیخ پا ہو رہے تھے۔ اب انہوں نے دل میں یہ خیال کر رکھا تھا کہ مٹھی بھر مسلمانوں کی فوج اور کہاں لاکھوں کی تعداد کا رومیوں کا لشکر۔ اب کے یہ بچ کر نہیں آ سکیں گے لیکن مسلمانوں کی فتح عظیم کی وجہ سے ان کے سب ارادے خاک میں مل گئے۔ اب انہوں نے نیا منصوبہ بنایا کہ واپسی کے سفر کے دوران گھاٹیوں میں سے گزرتے ہوئے وہ حضور ﷺ کی اونٹنی کو بدکا دیں گے۔ اس طرح انہوں نے حضور ﷺ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضور علیہ السلام کو کفار کے ناپاک عزائم سے آگاہ فرما دیا۔

حضور علیہ السلام نے تمام لشکر کو آگے نکل جانے کا حکم فرمایا اور تنگ گھاٹی سے اکیلے اپنے ساتھ صرف تین ساتھیوں کے جن میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے کے ساتھ گزرے۔ اس دوران منافقین کے چودہ ساتھیوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپے ہوئے اونٹوں پر سوار حضور علیہ السلام کی اونٹنی کو بدکارنے کی کوشش کی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے اونٹوں کے مونہوں پر اپنی ڈھال سے ضربیں لگا کر ان کو بھگا دیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضور علیہ السلام کو ان کے ناپاک عزائم سے بچا لیا۔ (سبل الہدی والرشاد۔ ۴۹۹)

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت میں بارہ منافق ایسے ہیں جو نہ تو جنت میں داخل ہوں گے۔ اور نہ اس کی

خوشبو سونگھیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ سے نہ گزر جائے۔(دلائل النبوۃ ۵۔ ۲۶۲۔ سیرت الرسول ۸۔ ۷۵۲)

حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام نے عرض کی کہ ان کے ناموں کو ظاہر کر کے ان کو قتل کر دیا جائے تو آقا علیہ السلام نے فرمایا۔

''میں نہیں چاہتا کہ عرب پروپیگنڈہ کریں کہ محمد ﷺ نے کفار و مشرکین پر قابو پانے کے بعد آپ اپنے آدمیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔

اس سازش کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

وَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ (التوبہ: ۷۴)

ترجمہ: ''وہ اسلام لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے اور انہوں نے وہ کچھ کرنے کا ارادہ کیا جسے کر نہ سکے''۔

اسی سفر میں حضور ﷺ نے صحابہ اکرام کو نصیحت فرمائی کہ اگر کسی علاقہ میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑے اور تم اس علاقہ میں رہائش پذیر ہو۔ تو وہاں سے نکل کر باہر نہ جاؤ اور اگر تم اس علاقہ سے باہر ہو تو پھر اس علاقہ میں مت داخل ہو۔

برکت کی دعا

حضور ﷺ کی غزوہ تبوک سے واپسی کے دوران صحابہ اکرام حضور ﷺ کے پاس حاضر خدمت ہوئے اور اپنی بھوک کی شکایت کی۔ اور عرض کیا کہ سواری کے چند جانور ذبح کریں۔ تا کہ ان کا گوشت کھانے سے کچھ طاقت آ جائے اور ان کی چربیوں سے اپنے بالوں کو تر کر لیں۔ حضور ﷺ نے ان کو اجازت مرحمت فرمادی۔

جب یہ واپس آ رہے تھے تو ان کی ملاقات حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوگئی۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ کدھر سے آ رہے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ آقا علیہ السلام کے پاس اپنی بھوک کی عرض لے کر گئے تھے اور سواریوں کے جانوروں کے ذبح کرنے کے متعلق عرض کیا۔ تو آپ ﷺ نے اس کی اجازت فرمادی ہے۔

آپ نے ان کو روکا اور ان کو واپس آقا ﷺ کے پاس لے کر آئے۔ حضور ﷺ اس وقت تک خیمہ میں تشریف لے جا چکے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ کیا آپ ﷺ نے ان صحابہ اکرام کی اپنی سواریوں کے جانور ذبح کرنے کی اجازت فرمائی ہے۔ آقا ﷺ نے فرمایا۔ ''انہوں نے میرے سامنے فاقہ کشی کی شکایت کی تو میں نے انہیں اونٹ ذبح کرنے کی اجازت دے دی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ انہیں سواری کے جانور ذبح کرنے کی اجازت مرحمت نہ فرمائیں۔ کیوں کہ اگر ہمارے پاس سواری کے زائد جانور رہوں گے تو اس میں ہم سب کی بہتری ہے ہمارے اونٹ بھوک کی وجہ سے بہت کمزور

ہو چکے ہیں۔اگر راستے میں چند اونٹوں کو کوئی حادثہ پیش آ گیا تو ان زائد سواریوں پر سوار ہو کر مجاہدین آرام سے مدینہ طیبہ پہنچ جائیں گے''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ﷺ تمام مجاہدین کو اپنا بچا کچھا جو کچھ کسی کے پاس ہو لانے کا حکم فرمائیں اور جس طرح حدیبیہ سے واپسی پر آپ ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی تھی۔اسی طرح یہاں بھی دعا فرمائیں۔اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی دعا ضرور قبول فرمائیں گے''۔

حضور ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بات کو پسند فرمایا۔اور اعلان کر دیا گیا کہ ہر کوئی اپنا بچا کچھا کھانا لے آئے۔ایک دسترخوان بچھا دیا گیا اور جس کسی کے پاس کوئی روٹی کا ٹکڑا یا ایک مٹھی کھجوریں بھی تھیں۔وہ لے آیا۔کوئی ستو لے آیا۔یہ سارا سامان جمع کر کے ستائیس صاع بنا۔

حضور سرور کائنات ﷺ نے وضو فرمایا۔اور دو رکعت نفل ادا فرمائے۔اس کے بعد دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ سے طعام میں برکت کی دعا فرمائی۔

حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اس کے ساتھ تشریف فرما ہو گئے اور سب کو فرمایا کہ جس کا جتنا جی چاہے لے جائے لیکن لوٹ کھسوٹ سے پرہیز کرے۔

ہر کوئی اپنے پاس بوریاں کپڑے و برتن وغیرہ بھر بھر کر لے جانے لگے۔لشکر میں لوگوں نے ہر ہر برتن اور اپنے کپڑوں کو اجناس سے بھر لیا گیا۔سب نے خوب پیٹ بھر کر بھی کھایا۔لیکن ڈھیر پھر بھی جوں کا توں ہی رہا۔یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ و انی رسول اللہ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں''۔

تمام لشکر واپسی تک یہ چیزیں کھاتا رہا۔لیکن یہ پھر بھی بچ گئیں۔

لشکر سیراب ہو گیا

حضور علیہ السلام نے ایک دفعہ دوران سفر جب لشکر کی ناگفتہ بہ حالت پانی کے نہ ملنے کی وجہ سے دیکھی۔تو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو پانی کا برتن لانے کو فرمایا۔پانی کے اس برتن کو یہاں لانے سے پہلے ہی حضور ﷺ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو پانی سنبھال کر رکھنے کا فرمایا ہوا تھا۔آقا ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے ابوقتادہ اس برتن اور اس کے اندر جو پانی ہے کو سنبھال کر رکھنا اِس کی بڑی شان ہے''۔

بہر حال آگے جا کر نماز ادا فرمانے کے بعد جب حضور علیہ السلام نے سواری کے جانوروں کو دیکھا کہ ان کی گردنیں

پیاس سے لٹک گئی تھی اور لشکر کا پیاس کے مارے برا حال ہے تو اس پانی کے برتن اور پانی پینے کے پیالے کو لانے کا حکم فرمایا۔ اس برتن کا پانی پیالے میں انڈیل دیا گیا حضور ﷺ نے اپنی پیاری انگلیاں اس پیالے میں جونہی ڈالیں تو پانی زور مار کر انگلیوں سے فوارے کی طرح ابلنے لگا اور تمام لشکر نے اس سے پانی پیا اور اپنے جانوروں کو بھی اس پانی سے سیراب کیا۔

اس وقت لشکر میں تقریباً بارہ ہزار اونٹ اور بارہ ہزار گھوڑے تھے مجاہدین کی تعداد بھی تیس ہزار تھی لیکن اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضور ﷺ کی برکت سے سب کو سیراب کر دیا۔ (ضیاء النبی جلد ۴ صفحہ ۶۲۶)

یا اللہ جل شانہ تیری ذات پاک کی شان وہی ہے جو غزوہ تبوک کے موقع پر تھی اور تیرے رسول پاک ﷺ کی ہم امت ہیں یا اللہ تجھ کو تیرے محبوب کی امت بہت پیاری ہے اور حبیب پاک ﷺ کو بھی بہت پیاری ہے اے میرے خدایا تیرے محبوب پاک ﷺ بھی اپنی امت کا مشاہدہ اب اسی طرح فرما رہے ہیں کہ یہ امت گناہوں میں گری ہوئی ہے اغیار اس پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں اور ہم لوگوں کو شیطان اپنے دام فریب میں پھنسائے ہوئے ہے کوئی ہمارا پرسان حال نہیں۔ کوئی ہمیں پوچھنے والا نہیں ہے۔ ہم تیرے آگے تیرے محبوب پاک ﷺ کو ہی وسیلہ بناتے ہیں۔ ہماری خطاؤں کو بخش دے اور اپنے پاس سے ہمیں امن و عافیت عطا فرما اور ہم سب پر اپنی بے پایاں رحمت کی برسات عطا فرما۔ ہم سب کی خطاؤں کو دھو کر برف کے اولوں کی طرح صاف و شفاف کر دے۔ ہمارے دلوں پر سے خطاؤں کی سیاہی کو اتار لے۔ ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے امتوں پر ڈالے گئے۔ ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں، ہمیں معاف فرما دے ہمیں بخش دے۔ ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مولا ہے۔ اور ہمیں کافروں کے خلاف مدد عطا فرما۔

آمین بجاہ نبی کریم ﷺ۔

(احقر العباد نثار النبی بن محمد ریاض بن محمد چراغ)

مدینہ طیبہ میں واپسی

حضور علیہ السلام نے مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ کر فرمایا کہ یہ شہر طابہ ہے۔ یعنی یہ پاکیزہ شہر ہے۔ میرے رب نے مجھے

یہاں بسایا ہے۔ یہ شہر اپنے باشندوں سے خبث کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح تار کول لوہے کے زنگار کو دور کر دیتی ہے۔

اور کوہ احد پر نظر پڑتے ہی حضور ﷺ نے فرمایا کہ "یہ ایک ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے" اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ بعض لوگ مدینہ میں ایسے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں گئے لیکن ثواب میں وہ ہمارے ساتھ شریک ہیں انہوں نے جہاد میں جانے کی بڑی کوشش کی لیکن غربت اور ناداری کی وجہ سے ساتھ شرکت نہ کر سکے۔ سفر پر روانہ نہ ہو سکے۔

جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو مدینہ کی بچیاں ہاتھوں میں دف لئے یہ گاتی ہوتی باہر نکل آئیں اور پردہ دار بیبیاں اپنی چھتوں پر چڑھ گئیں۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما داع للہ داع
آیُّھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

(احمد ذینی دحلان "السیرۃ النبویہ" ۲۔ ۳۵۵۔ ضیاء النبی ۴۔ ۶۲۸)

اس کے بعد حضور ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوئے اور دو نفل ادا فرمائے۔

سرور دو جہاں ﷺ نفل ادا فرمانے کے بعد صحابہ اکرام کے ساتھ مسجد نبوی شریف میں رونق افروز ہوئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں حضور علیہ السلام کی شان میں قصیدا پیش کرنا چاہتا ہوں آقا علیہ السلام نے اجازت فرمادی کہ آپ نے حضور ﷺ کی خوبیاں اور آپ کی ولادت سعادت کا بڑی خوبصورتی سے ذکر فرمایا۔

یہ عید میلاد النبی ﷺ کا پہلا جلسہ تھا۔ اور اس میں خود حضور ﷺ بنفس نفیس موجود تھے۔

اور دوسرے صحابہ اکرام کے ساتھ مل کر اپنی شان پاک میں قصیدہ سن رہے تھے۔

وانت لما ولدت اشرقت الارض فضاء ت بنورك الافق
فنحن فی ذلك الضیاء و فی النور و سبل الرشاد نخترق
وردت نارالخلیل مکتتما فی صلبه انت کیف یحترق

(ابن کثیر، السیرۃ النبویہ ۴۔ ۵۱، شرح المواہب اللدنیہ ۳۔ ۸۴ ضیاء النبی ۴۔ ۶۲۹)

ترجمہ: اے اللہ کے محبوب جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو زمین کا چپہ چپہ روشن ہو گیا اور آسمان کے کنارے بھی آپ کے نور سے جگمگانے لگے اور ہم آپ کے اس ضیاء و نور میں ہدایت لے کر راستوں کو طے کر رہے ہیں۔

آپ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے بھڑکائی ہوئی آگ میں تشریف لے گئے ان کی صلب میں آپ کا نور تھا۔ آگ کی کیا مجال کہ وہ ان کو جلاسکتی"۔

مسجد ضرار کا انہدام

حضور اکرم ﷺ جب غزوہ تبوک پر جانے کے لئے تیاری فرمارہے تھے۔ تو منافقین جنہوں نے یہ مسجد اپنی سازش گاہ کے طور پر بناتی تھی۔ حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اس مسجد میں نماز ادا فرما کر اس مسجد کا افتتاح فرمائیں حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اس وقت تو مجھے مصروفیت ہے میں غزوہ تبوک پر جارہا ہوں واپسی پر انشاء اللہ آؤں گا۔

یہ منافقین وہ تھے جو اپنے چہروں پر اسلام کا لباس پہنے ہوتے تھے۔ ہاتھوں میں لوگوں کو دکھانے کے لئے تسبیاں بھی رکھتے تھے۔ بظاہر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا ورد بھی کرتے تھے۔ یہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ نماز میں پڑھتے تھے بظاہر نیکی کے کام بھی کرتے تھے۔ لیکن ان ے دل اندر سے مُردہ ہو چکے تھے۔ ہر وقت حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام اور اسلام کے خلاف سازشیں بننے میں مصروف رہتے تھے۔ ان کا اولین مقصد اسلام کی جڑیں کاٹنا تھا۔ یہ من گھڑت افواہیں پھیلاتے رہتے تھے۔ بہتان باندھتے رہتے تھے اور اہل حق کی غیرت ایمانی پر ڈاکہ ڈالتے رہتے تھے۔ دشمنان اسلام کے ساتھ ساز باز کرتے رہتے تھے۔

ابوعامر فاسق بھی انہی لوگوں میں سے تھا۔ اس کا تعلق بنوغنم بن عوف سے تھا۔ ان منافقوں کی پوری تنظیم تھی۔

حضور نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ سے تشریف لائے تھے تو بنوغنم بن عوف کے چچا کے لڑکے حضرت بنوعرو بن عون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محلہ عمرو بن عوف میں حضور علیہ السلام کو ایک قطعہ زمین مسجد کی تعمیر کے لئے دی تھی۔ حضور علیہ السلام نے یہاں مسجد قبا تعمیر فرمائی تھی۔

ابوعامر فاسق نے ہوازن کی شکست کے بعد روم کا رخ کرلیا تھا۔ اس نے اپنے حواریوں کو پیغام بھیجا کہ میں روم جارہا ہوں اور عنقریب ایک لشکر لے کر آؤں گا اور یہ نعوذ باللہ مسلمانوں کا تہس نہس کر دے گا اس نے بنوغنم بن عوف کو کہا کہ تم بھی مسجد قبا کے نزدیک ہی ایک مسجد بناؤ۔ تا کہ تم لوگ یہاں اکٹھے ہو کر مسلمانوں کے خلاف ساز باز کرسکو۔

اور مسجد میں حضور علیہ السلام کو بلانے کا مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ کی تقلید میں اور سادہ لوح لوگ بھی یہاں آیا کریں گے اور ان کو ورغلانہ کوئی مشکل کام نہ ہوگا۔

حضور علیہ السلام غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد مدینہ طیبہ سے تھوڑی دور "زی اوان" کے گاؤں میں پہنچے تو یہ منافقین دوبارہ حاضر ہوئے اور مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے حضور ﷺ سے عرض کی۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فوراً یہ آیت شریف نازل فرمادی۔

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ

(سورۃ توبہ،۱۰۸)

ترجمہ: آپ نہ کھڑے ہوں اس میں کبھی البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے وہ زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں"۔

اور منافقین کی کے کر بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

(سورۃ توبہ، آیت: ۱۰۷)

ترجمہ: اور (منافقین میں سے وہ بھی ہیں) جنہوں نے ایک مسجد تیار کی ہے۔ (مسلمانوں کو) نقصان پہنچانے کو اور کفر (کو تقویت دینے) اور اہل ایمان کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے کے لئے اور اس شخص کے لئے گھات کی جگہ بنانے کی غرض سے جو اللہ اور اس کے رسول سے (کے خلاف) پہلے ہی جنگ کر رہا ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے (اس مسجد کے بنانے سے) سوائے بھلائی کے اور کوئی ارادہ نہیں کیا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ یقینا جھوٹے ہیں۔

حضور ﷺ نے چار آدمیوں مالک بن دخشم، معن بن عدی، عامر بن السکن اور وحشی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھیجا کہ وہ فوراً جائیں اور اس مسجد کو آگ لگا دیں اور گرا دیں۔

یہ لوگ فوراً سالم بن عوف کے محلہ میں پہنچے اور پہلے اس مسجد کو آگ لگا کر خاکستر کیا اور اس کے بعد اس کو زمین پر گرا دیا۔ سب منافقین بھاگ گئے۔

حضورؐ نے یہاں کوڑا کرکٹ اور مردار جانور پھینکنے کا حکم دے دیا۔

(سیرت الرسول ۸۔ ۷۳۔ ۷۵۱) (تاریخ الخمیس، ۲، ۱۳۰، ضیاء النبی ۴۔ ۶۳۱)

مخلص مومنین جو بغیر عذر کے غزوہ تبوک میں نہ شریک ہوئے

حضور علیہ السلام جب مدینہ طیبہ کے نزدیک ہوئے تو لوگ آقا علیہ السلام اور لشکر اسلام کا استقبال کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ ان میں وہ بعض مخلصین مومنین بھی تھے جو بغیر کسی عذر کے غزوہ تبوک میں حاضر نہیں ہو سکے تھے۔

حضور ﷺ نے ان لوگوں سے بات نہ کرنے کا اعلان فرما دیا۔ ارباب سیر نے ان کی تعداد دس بتائی ہے ان میں

سے سات لوگوں نے جن میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔اپنے آپ کو مسجد نبوی ﷺ کے ستونوں سے باندھ لیا۔اور نہ کھانے کا اور نہ سونے کا عہد کر لیا۔جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی خطا معاف فرما دیں۔

حضور ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔آقا ﷺ سے ان کے متعلق عرض کی گئی۔تو آپ ﷺ نے اللہ کی قسم کھائی کہ میں ہرگز ان کو نہیں کھولوں گا۔نہ میں ان کا عذر قبول کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود ان کو آزاد کرنے کا حکم دے چنانچہ یہ لوگ یونہی بندھے رہے۔یہاں تک کہ کئی دن گزر گئے۔حوائج ضروریہ کے لئے ان کو کھول دیا جاتا تھا اور یہ پھر اپنے آپ کو باندھ لیتے تھے۔ان میں سے بعض بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ جل شانہ نے قرآن پاک کی آیات نازل فرمائیں۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ (سورۃ توبہ ۱۰۲)

ترجمہ: وہ کچھ لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کر لیا ہے کہ اپنے گناہوں کا انہوں نے ملا دیئے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل امید ہے۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ان کی توبہ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

حضور ﷺ تشریف لائے اور اپنے پیارے ہاتھوں سے اِن صحابہ حضرت اکرام کو کھولا۔

جب ان لوگوں کی توبہ قبول ہوگئی تو یہ اپنے اموال اٹھا لائے تا کہ حضور ﷺ ان کو ان کی طرف سے صدقہ کر دیں۔
حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تمہارے مال قبول کرنے کا حکم نہیں ہوا۔چنانچہ پھر یہ آیت شریف نازل ہوئی۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾ (سورۃ توبہ)

ترجمہ: ''اے حبیب (ﷺ) وصول کیجئے ان کے مالوں سے صدقہ تا کہ آپ پاک کریں انہیں اور بابرکت فرمائیں انہیں اس ذریعہ سے۔نیز دعا مانگئے۔ان کے لئے بیشک آپ کی دعا ان کے لئے تسکین کا باعث ہے اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے''۔(سیرۃ النبویہ، زینی دحلان جلد ۲، صفحہ ۳۵۵)

تین مخلص صحابہ کرام حضرت کعب بن مالک حضرت بلال بن امیہ انصاری ؓ اور حضرت مرادہ بن ربیع انصاری رضوان اللہ علیہم اجمعین

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ان کے بارے میں قرآن پاک میں مختصر ترین اور نہایت ہی جامع الفاظ میں پورا احوال بیان فرمادیا۔

القرآن: وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

ترجمہ: ”اور ان تینوں پر بھی (نظر رحمت) فرمائی۔ جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب تنگ ہوگئی ان پر زمین باوجود کشادگی کے اور بوجھ بن گئی ان پر ان کی جانیں اور جان لیا انہوں نے کہ نہیں کوئی جائے پناہ اللہ تعالیٰ سے مگر اس کی ذات۔ تب اللہ تعالیٰ ان پر مائل بہ کرم ہوا۔ تاکہ وہ بھی رجوع کریں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے“۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی آپ بیتی کو خود بیان فرماتے ہیں۔

”میں سوائے غزوہ بدر و تبوک کے باقی تمام غزوات میں شریک ہوا تھا لیکن غزوہ بدر میں عدم شمولیت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے کسی کو عتاب نہیں فرمایا تھا۔ کیونکہ بدر کی طرف روانگی کے وقت جنگ کا ارادہ نہیں تھا۔

غزوہ تبوک میں شمولیت کے وقت میں جسمانی طور پر بھی تندرست و توانا تھا اور مالی لحاظ سے بھی ٹھیک تھا اور میرے پاس ایک کی بجائے دو اونٹنیاں بھی تھیں۔ جس روز غزوہ تبوک میں جانے کا اعلان ہوا ان دنوں سخت گرمی پڑ رہی تھی اور پھل پکے ہوئے تھے۔ اور نخلستانوں میں بیٹھنے کا موسم تھا۔

اس روز میں غزوہ میں جانے کی تیاری کے لئے باہر نکلا تو دوسرے کاموں میں پھنسا رہا۔ اور وہ دن گزر گیا۔ دوسرے دن بھی غزوہ میں جانے کے لئے باہر نکلا۔ اور یہ دن بھی یونہی دوسرے کاموں میں ضائع کر دیا۔ یہاں تک کہ جمعرات کا دن آ گیا۔ اور حضور علیہ السلام اپنے تیس ہزار صحابہ کے ساتھ غزوہ تبوک پر روانہ ہو گئے۔

آقا ﷺ کے جانے کے بعد بھی میں نے سوچا کہ میرے پاس تیز رفتار اونٹنیاں ہیں اور میں لشکر سے جا ملوں گا اور اسی آج کل میں جب کچھ دن گزر گئے تو میں نے سوچا کہ اب لشکر سے ملنا مشکل ہو گیا ہے اور میں نے جانے کا ارادہ ترک کر دیا میں

جب بھی باہر نکلتا تو سوائے معذوروں اور منافقوں کے مجھے اور کوئی نظر نہ آتا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ غزوہ تبوک سے خیر و عافیت واپس تشریف لے آئے۔

جو لوگ حضور کے پاس اپنی معذرت بیان کرنے کے لئے گئے ان میں زیادہ تر منافقین تھے جو قسمیں کھا کھا کر اپنی بریت بیان کر رہے تھے۔

مجھے پتہ چلا تھا کہ حضور ﷺ نے تبوک میں میرے بارے میں بھی پوچھا تھا تو ایک آدمی نے میرے متعلق کہا تھا کہ اسے اس کی دو چادروں نے جو وہ اپنے کندھوں پر ڈال لیتا ہے نے جہاد میں شرکت سے محروم رکھا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے متعلق کہا تھا کہ میں سوائے خیر کے اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہوں۔

جب لوگ قسمیں کھا کھا کر حضور ﷺ سے اپنی بریت بیان کرنے لگے تو میں نے دل میں سوچا کہ میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا کہ دو گناہ اکٹھے کروں۔ ایک جھوٹ کا اور دوسرا غزوہ میں شرکت نہ کرنے کا۔ حالانکہ میں اپنی چرب زبانی سے دوسرے کو قائل کر سکتا تھا۔ لیکن میں جانتا تھا کہ میں کسی بادشاہ سے تو جھوٹ بول کر بری ہو سکتا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے سامنے اگر جھوٹ بولوں گا تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مطلع فرما دے گا۔

میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ ان دنوں رمضان شریف شروع ہو گیا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا کہ اس میں ناراضگی کی جھلک تھی مجھے حضور ﷺ نے آگے بلوایا۔ میں آقا ﷺ کے قدموں میں بیٹھا تو حضور ﷺ نے اپنا رخ انور پھیر لیا۔ میں نے عرض کی۔ حضور میرے آقا و مولیٰ ﷺ میری طرف سے اپنا رخ انور کیوں پھیرا ہے۔ بخدا میں منافق نہیں ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ پھر تم جہاد سے کیوں پیچھے رہ گئے؟ کیا تمہارے پاس سواری کے لئے جانور نہیں تھا میں نے عرض کی کہ میرے پاس سواری کے لئے جانور بھی تھا اور میں جسمانی طور پر بھی صحت مند تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ میرے پاس جہاد میں عدم شرکت کے لئے کوئی عذر نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص نے سچی بات کہی ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تم گھر چلے جاؤ یہاں تک کہ تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ حکم نازل فرمائے۔ میں اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھر کی طرف چل دیا۔

بنی سلمہ کے کچھ اور لوگ بھی میرے پیچھے اٹھ کر چلے اور انہوں نے آگے آ کر مجھے بہت سرزنش کی کہ تم دوسرے لوگوں کی طرح کوئی بہانہ تراش کر کے معذرت کر لیتے۔ تجھ نے بہت غلطی کی ہے۔ انہوں نے مجھے اتنا کہا۔ کہ میرے دل میں خیال پیدا ہو گیا کہ میں واپس جا کر حضور ﷺ سے کوئی بہانہ تراش لوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے باز رکھا۔

حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دوسرے مخلص صحابی حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک باغ تھا جس کے پھل پکے ہوئے

تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں دوسرے تمام غزوات میں شریک ہوا اس میں اگرشریک نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ میں اس میں شریک نہ ہوا۔

جب کچھ دنوں بعد مجھے اپنی غلطی کا شدید احساس ہوا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ''جس باغ'' نے مجھے جہاد سے باز رکھا ہے۔میں اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں''۔

ہلال بن اُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تیسرے صحابہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں جانے کے وقت میرے اہل و عیال میرے پاس نہیں تھے۔ ادھر ادھر گئے ہوئے تھے۔ جب یہ جمع ہو گئے تو میں نے کہا کہ اس دفعہ میں ان کے پاس ہی قیام کرتا ہوں۔اور جب مجھے شدید ندامت کا احساس ہوا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ جن اہل وعیال کی وجہ سے میں جہاد میں شرکت سے محروم رہا۔ان کے پاس نہیں جاؤں گا۔

حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ جب مجھے پتہ چلا کہ میرے علاوہ دو اورلوگ بھی غزوہ میں نہیں جا سکے تو میں ان کی ملاقات کے لئے گیا۔

اسی دوران حضور ﷺ نے تمام صحابہ اکرام کو ہمارے ساتھ میل ملاقات سے منع فرما دیا۔تو کوئی آدمی بھی ہم سے ملاقات نہیں کرتا تھا۔ دوسرے دو آدمی تو اپنے گھر میں بیٹھے روتے رہتے تھے اور میں چونکہ کم عمر اور توانا تھا۔میں مسجد میں جا کر نماز بھی پڑھتا بازار بھی جاتا لیکن میری طرف کوئی بندہ بھی التفات نہیں کرتا تھا۔ جب میں نماز کے دوران ہوتا حضور ﷺ مجھے دیکھتے اور جب میں آقا ﷺ کی طرف دیکھتا تو رخ انور پھیر لیتے تھے جس سے میرے دل کو بہت کرب محسوس ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ چالیس راتیں گزر گئیں تو حضور ﷺ نے مجھے اور میرے دوسرے ساتھیوں کو خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ اپنی بیویوں سے الگ ہو جاؤ۔ میں نے عرض کی کہ کیا طلاق دے دیں تو مجھے بتایا گیا کہ نہیں صرف الگ ہو جاؤ۔

ہلال بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ حولہ بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کی کہ میرا خاوند بہت بوڑھا ہوگیا ہے اوراس کی بینائی بھی کمزور ہے۔ اس کی خدمت کے لئے مجھے اس کے پاس رہنے کی اجازت عطا فرمائی جائے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''دیکھنا اس کے پاس نہ جانا'' میں نے عرض کی کہ اسے ان باتوں کی ہوش نہیں سوائے رونے کے۔ رات نوافل ادا کرنے اور دن روزہ رکھنے کے اس کا کوئی کام نہیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے اہل خانہ میں سے کسی نے مشورہ دیا کہ میں بھی حضور ﷺ سے اپنی بیوی کو اپنے پاس خدمت کے لئے رکھنے کے بارے میں اذن طلب کرلوں۔لیکن میں نے کہا کہ میں جوان ہوں اورخود کام کرسکتا ہوں لہٰذا میں نے اپنی بیوی کو میکے بھیج دیا۔

جب پچاس راتیں گزر گئیں اس وقت حضور ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف فرما تھے۔کہ اس وقت کے وقت حضور ﷺ پر ان لوگوں کے متعلق توبہ کی آیات جو اولین بیان کر چکے ہیں۔نازل ہوئیں۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی کہ کیا میں ان کو خوشخبری نہ سناؤں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ صبح ان کو خوشخبری سنائیں گے۔اس وقت لوگ مبارکباد کے لئے اکٹھے ہو جائیں گے اور تمہیں سونے نہیں دیں گے۔حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

صبح سب سے پہلے میں نے جبل صلح کی چوٹی سے اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشخبری سنی تو میں سجدہ شکر میں گر پڑا۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میں نے حمزہ اسلمی کی آواز میں توبہ کی قبولیت کی بشارت سنی تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر ان کو ہدیہ کر دیئے اور خود کپڑے عاریتاً لے کر پہن لئے۔

میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لئے دوڑا۔راستے میں لوگ جوق در جوق مجھے مبارکباد دے رہے تھے۔
جب میں آقا ﷺ کے پاس پہنچا تو حضور ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حلقے میں تشریف فرما تھے۔مجھے دیکھتے ہی آقا ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔

"بخیر یوما حر علیك منذ ولدتك امك"

''جب سے تیری ماں نے تجھے جنا ہے تیری زندگی میں اس سے بہتر دن کوئی نہیں گزرا تمہیں اس کی مبارک ہو''۔

میں نے عرض کی کہ یہ ارشاد حضور ﷺ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے آگے سچ سچ کہہ دیا۔اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق فرمادی''۔

میں نے عرض کی کہ میں اپنا سارا مال حضور ﷺ کی خدمت میں صدقہ کے لئے پیش کرتا ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ ایک تہائی میں نے عرض کی کہ خیبر کے مال کا حصہ میں اپنے لئے رکھ لیتا ہوں اور باقی سارا اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کر دیتا ہوں۔

حضرت براء بن ربیع اور حضرت ہلال بن امیہ کو بھی اس طرح معافی مل گئی۔

(سبل الھدیٰ جلد ۵ صفحہ ۶۷۹، سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۵۲۱، سیرت الرسول علیہ السلام ڈاکٹر طاہر القادری جلد ۸ صفحہ ۷۵۳)

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی موت

حضور ﷺ کے غزوہ تبوک سے واپس آنے کے کچھ دیر بعد شوال ۹ ہجری کے آخری دنوں میں ہی عبداللہ بن ابی جو منافقوں کا سردار تھا۔مرض الموت میں مبتلا ہو گیا۔بیس دن بیمار رہنے کے بعد ذیعقد کے مہینے میں جہنم واصل ہوا۔اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت سچے اور پکے مسلمان تھے۔انہوں نے اپنے باپ کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے حضور ﷺ سے درخواست کی۔یہ اتنے مخلص مسلمان تھے کہ ایک غزوہ سے واپسی کے وقت یہ مدینہ کے داخلی راستہ پر ننگی تلوار لے کر

کھڑے ہو گئے اور جب باپ عبداللہ بن ابی مدینہ میں داخل ہونے لگا تو انہوں نے کہا کہ میں تم کو اس وقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا۔ جب تک تو یہ نہیں کہے گا کہ میں ذلیل ہوں اور حضور ﷺ عزت والے ہیں۔ (یاد رہے کہ اس غزوہ میں واپسی کے دوران عبداللہ بن ابی نے کہا تھا کہ مدینہ واپس جا کر عزت والا ذلیل کو نکال دے گا) اور اگر تم نے یہ الفاظ نہ کہے تو میں ابھی تمہیں موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔

عبداللہ بن ابی نے جب اپنے بیٹے کے تیور دیکھے تو فوراً کہا کہ ''میں ذلیل ہوں' اور رسول اللہ ﷺ عزت والے ہیں''۔ تب انہوں نے اپنے باپ کو مدینہ میں اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔

جب اس کی موت ہوگئی تو عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ کی نماز جنازہ کے لئے درخواست کی تو حضور ﷺ اس کی نماز جنازہ کے لئے تشریف لے گئے۔

اس سے پہلے حضور ﷺ نے ان کی درخواست پر عبداللہ بن ابی کو اپنی قمیض بھی دی۔ ایک روایت کے مطابق اس نے غزوہ بدر کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عم رسول اللہ ﷺ جو قمیض پہنائی تھی۔ حضور ﷺ نے اس کے احسان کا بدلہ چکایا۔

جب حضور ﷺ نماز جنازہ پڑھانے لگے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کو اس کی باتیں یاد کرائیں کہ اس نے فلاں موقع پر یہ بات کی اور فلاں موقع پر یہ بات کی۔ کیا آپ ﷺ پھر بھی اس کا جنازہ پڑھائیں گے۔

حضور ﷺ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتیں سن کر مسکراتے رہے اور فرمایا۔ عمرؓ ان باتوں کو رہنے دو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے مغفرت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا ہے۔ اگر میں جانتا کہ ستر سے زیادہ اس کے لئے مغفرت کرنے سے اس کی بخشش ہو جائے گی تو میں اس کے لئے ستر سے زیادہ مرتبہ مغفرت کی دعا کرتا۔ حضور ﷺ نے اس کے لئے نماز جنازہ پڑھا دی اور دیر تک اس کی قبر پر کھڑے رہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ (سورۃ توبہ ۸۴)

ترجمہ: (اور آئندہ ان میں سے) جو کوئی مرے اس کی نماز جنازہ ہرگز نہ پڑھئے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں کیوں کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کیا ہے۔ اور وہ اس حال میں مَرے ہیں کہ وہ کافر تھے۔

اولیاء کرام

حضور ﷺ نے اس کے بعد کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ منافقوں یا کافروں کی قبروں پر نہیں جانا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں اور مسلمانوں کی قبروں پر ضرور جانا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ولی اللہ تعالیٰ کے دروازے ہوتے ہیں۔ ان کے صدقے میں اللہ تعالیٰ اپنی برکتیں عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اس چیز پر قادر ہے کہ وہ بغیر ان کے پاس گئے برکتیں عطا فرما دے۔اس کی ذات اس چیز پر بھی قادر ہے کہ بغیر اپنے رسولوں کے بھیجنے کے لوگوں کو ہدایت عطا فرما دیتی اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ بغیر باپ اور ماں کے تمام مخلوقات پیدا فرما دیتی لیکن اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ اور طریقہ کار ہے۔کہ اس نے لوگوں کی ہدایت کے لئے رسول بھیجے اور جب نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے طریقہ کار کو جاری و ساری قیامت تک رکھنے کے لئے اپنے اولیاء اکرام کی ڈیوٹی لگا دی کہ وہ لوگوں کو ہدایت عطا فرماتے رہیں ان کو اچھی نصیحتیں کرتے رہیں۔اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

ترجمہ: اور تم میں ضرور ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے۔جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے۔نیکی کے کام کرنے کا حکم کرے اور برائی کے کاموں سے منع کرتی رہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ نے برصغیر پاک و ہند میں 99 لاکھ لوگوں کو مسلمان کیا' اور ان کی ور دوسرے اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی کاوشوں کی بدولت ہی برصغیر پاک و ہند میں اسلام پھیلا۔اور اسی طرح حضور ﷺ کے بعد اولیاء اللہ حضور ﷺ کے پیغام کو آگے بڑھاتے رہے۔ان لوگوں نے خود کو حضور ﷺ کی عین سنت کے مطابق ڈھالا اور خود ساری زندگی آقا ﷺ کی سنتوں کے مطابق زندگی بسر فرمائی۔اور ہر ہر کام میں وہ حضور ﷺ کی سنتوں کی پیروی کرتے رہے اور جس طرح حضور ﷺ کی زندگی مبارک ہی میں سچے اور کھرے مسلمانوں میں منافقین بھی شامل ہو گئے۔اسی طرح ان لوگوں کے گروہ میں بھی ان کی سی شکلیں بنا کر اور لوگ بھی دنیا حاصل کرنے کے لئے شامل ہوتے رہے۔مسلمانوں میں اگر منافق شامل ہوئے تو کوئی بندہ منافقوں کو دیکھ کر مسلمانوں پر الزام نہیں لگا سکتا ان کا عمل ان کے لئے اور ان کا عمل ان کے لئے۔

اور اسی طرح سچے اولیاء اللہ میں سچے پیروں میں اگر جھوٹے لوگ جھوٹے پیر شامل ہوں تو کوئی بندہ سب اولیاء اللہ یا سب پیروں پر الزام نہیں لگا سکتا ان کا عمل ان کے لئے اور ان کا عمل ان کے لئے۔

غزوہ تبوک پر ایک نظر

حضور ﷺ کا غزوہ تبوک آخری غزوہ تھا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو فتح مبین عطا فرما دی تھی۔اس وقت پورے عرب مین اسلام کا ڈنکا بج رہا تھا۔اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے نور کو ہر طرف پھیلا دیا تھا۔یہاں تک کہ عرب سے باہر بھی اسلام کی چاشنی لوگوں کے دلوں میں گھر کر رہی تھی حضور ﷺ نے لوگوں کے دلوں کو فتح فرمایا۔اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلتا تو وہ اتنی تیزی سے نہ پھیلتا۔اور لوگ اس میں اتنے جوق در جوق نہ شامل ہوتے۔یہ اس کی پیاری تعلیمات تھیں کہ یہ

لوگوں کے دلوں میں گھر کر گئیں اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ وہ اب تک گمراہی کے اندھیروں ہی میں بھٹک رہے تھے لوگ جب حضور ﷺ کی طرز زندگی کو دیکھتے تو بے اختیار کہہ اٹھتے کہ یہ کسی بادشاہ کا دربار نہیں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا آستانہ ہے۔ حضور ﷺ نے لوگوں کو ایثار و پاکیزگی کی تعلیم عطا فرمائی۔ اب ایک ایسے سفر کا آغاز ہو گیا جس میں جہالت کے اندھیروں کو رخت سفر باندھنا پڑا۔ اور اسلام ایک مضبوط سیاسی اور عسکری قوت بن کر ابھرا۔

جنوب مغرب کے دور دراز علاقوں میں چند ایسے سرکش قبائل بچے تھے جنہیں بعد میں حضرت خالد بن ولید اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے سر فرمایا اور زیر نگین کیا۔

اسلامی روشنی کا یہ سفر آج بھی جاری و ساری ہے۔ اور اس کی کشمکش ہر وقت انسان کے باطن پر بھی جاری و ساری رہتی ہے۔

القرآن: فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ﴿٨﴾

ترجمہ: (اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے دل پر) تقویٰ کا اور (شیطان کی طرف سے) اس کے دل پر بُرائی کا خیال آتا ہے۔

القرآن: قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا ﴿٩﴾ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا ﴿١٠﴾

اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو سنوارا (یعنی اس نیکی کے خیال پر لگا اور اس نے اپنے آپ کو خراب کیا (تباہ و برباد کیا) جو برائی کے خیال پر لگ گیا۔

اب جبکہ لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہماری فلاح اسی میں ہے کہ حضور ﷺ کے دامن رحمت میں ہم سب پناہ لے لیں۔ تو ہی ہماری زندگیاں سنور سکتی ہین اور اصل بات یہ ہے کہ مَرنے کے بعد بھی ہم فلاح پا سکتے ہیں تو عرب میں دور و نزدیک ہر طرف سے مختلف قبائل اپنے وفود اپنی اصلاح کے لئے بھیجنے لگے۔

حضور ﷺ ان کو خدا اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات سے آگاہ فرماتے۔ ان کے گندے نفوس کو پاک فرماتے ان کو علم کتاب یعنی قرآن پاک کی تعلیم دیتے۔ وہ قرآن پاک جو سراسر رحمت اور حکمت سے بھرا ہوا ہے۔ اور اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں بھٹکے ہوئے تھے۔ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ پہلے میرے رسول (علیہ السلام) نے ان کے گندے نفوس کو پاک کیا اور بعد میں ان کو قرآن پاک اور حکمت کی تعلیم عطا فرمائی۔ یعنی پہلے برتن کو پاک صاف کرو گے تو پھر اس میں علم کا دودھ ڈالا جائے گا۔ آج بھی یہ بات ہمارے پیش نظر رہنی چاہیے۔

بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر کتا کسی کنویں میں گر جائے تو پہلے کتے کو کنویں سے باہر نکالو اور پھر ایک مقرر مقدار کم سے کم شریعت کے مطابق ڈول کنویں سے باہر نکالو۔ پھر وہ کنواں پاک ہو جائے گا۔ یہ دل بھی ایک ایسا کنواں ہے جس کے اندر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی توحید کا پانی ہے۔ اور اس میں ہمارا نفس امارہ گرا ہوا ہے جو کہ ایک کتے کی مانند ہے۔ پہلے آدمی اُسی کو اُس کی عادتوں سے پاک کرے اور پھر اس کو اُس کی نمازیں، حج، روزے وغیرہ فائدہ دیں گے ورنہ آدمی لاکھ نمازیں پڑھے، لاکھ حج کرے، اُس کی عادتیں جوں کی توں رہیں گے اور وہ خدا شناس نہیں بن سکے گا۔ سلوک کی منازل طے نہیں کر سکے گا اور یہی آج کل کے لوگوں اور اولیاء اللہ میں فرق ہے وہ بھی یہی ورد، وظیفہ، نماز، روزہ، حج وغیرہ کرتے ہیں لیکن اُن کے مقام اور ہم لوگوں کے مقاموں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔



مختلف وفود کی آمد

وفدنجران

حضورسرورکائنات علیہ السلام نے ہجرت کے نویں سال میں نجران کے عیسائیوں کو گرامی نامہ ارسال فرمایا۔

نجران مکہ مکرمہ سے یمن کی طرف سات مراحل کے فاصلہ پر واقع ہے یہ روم کے زیراثر تھا اور اس کے جنگجو لوگوں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ تھی اور یہ تہتر گاؤں پر مشتمل علاقہ تھا۔ (زادالمعاد ۱۳۱ ۶ سبل الھدیٰ ۶۔ ۶۴۱۔ ۶۴، ضیاء النبی ۴۔ ۶۴۹۔ ۶۴۸)

حضور علیہ السلام کے نامہ کا متن یہ تھا:

بسم الہِ ابراھیم و اسحاق و یعقوب من محمد النبی رسول اللہ ﷺ الی السقف نجران واھل نجران ۔ان اسلمتم فانی احمد الیکم اِلٰہَ ابراھیم و اسحاق و یعقوب ۔اما بعد فانی ادعو کم الی عبادۃ اللہ من عبادۃ العباد و آدعو کم اِلیٰ ولایۃ اللہ من ولایۃ العباد فان اَبیتم فالجزیۃ فان ابیتم فقد اٰزفتکم والسلام۔

ترجمہ: ''ابراہیم اسحاق اور یعقوب (علیہ السلام) کے پروردگار کے نام سے اس خط کا آغاز کر رہا ہوں۔محمد نبی ﷺ کی طرف سے نجران کے بڑے پادری اور اہل نجران کے لئے اگر تم اسلام لے آؤ گے تو میں تم سب سے زیادہ ابراہیم اسحاق اور یعقوب (علیہ السلام) کے پروردگار کی عبادت کرنے والا ہوں۔ امابعد میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ بندوں کی پرستش چھوڑ کر اللہ کی عبادت کیا کرو۔ اور بندوں کی دوستی کو ترک کر کے اللہ کی دوستی اختیار کرو۔ اگر تم اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کرو تو پھر جزیہ ادا کیا کرو اگر تم جزیہ ادا کرنے سے بھی انکار کرو تو پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ والسلام''۔

سبحان اللہ کیا جامع مختصر ترین اور حکمت پر مبنی گرامی نامہ تھا۔ جب یہ یہاں کے بڑے پادری جو یہاں کا لارڈ تھا کو وصول ہوا تو اس نے اپنے چند نہایت چوٹی کے دانشوروں کو اکٹھا کیا اور ان کے آگے اس خط کو پیش کیا اور ان کی رائے مانگی۔ ان کے دانشوروں میں شرجیل بن وداعہ سب سے بڑا تھا اس نے خط کو پڑھا۔ اور کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زریت سے ایک نبی (علیہ السلام) بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے۔میرے خیال میں یہ وہی نبی (علیہ السلام) ہیں میں دنیاوی معاملات میں تو مشورہ دے سکتا ہوں لیکن نبوت کے معاملے میں کچھ کہنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

اس پادری نے اس کے بعد یکے بعد دیگرے دوسرے دانشوروں سے مشورہ کیا۔ان میں جبار بن فیض عبداللہ بن شرجیل شامل تھے۔ان سب نے بھی یہی جواب دیا کہ نبوت کے معاملے میں ہم بات کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے۔

اس کے بعد پادری نے ناقوس بجا کر عام لوگوں کو اکٹھا کرلیا۔سب لوگوں نے مل کر متفقہ فیصلہ کیا کہ شرجیل بن مداح ہمدانی، عبداللہ بن شرجیل اور جبار بن فیض الحارثی کو دوسرے لوگوں کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجا جائے۔

ان کے ساتھ مزید چودہ رئیس شامل تھے یہ کل ساٹھ آدمیوں کا قافلہ تھا۔جو مدینہ طیبہ پہنچا۔

ان میں تین لوگ جو بہت دانشور سمجھے جاتے تھے بھی شامل تھے جن کا فیصلہ قطعی تصور کیا جاتا تھا۔ان میں عبدالمسیح العاقب لقب رکھتا تھا۔یہ قوم کا امیر بھی تھا۔دوسرا الایہم السید تھا۔قافلہ کے انتظامات اس کے سپرد تھے۔تیسرا ابو حارثہ بن علقمہ تھا جو بنی بکر میں سے تھا۔یہی سب سے بڑا پادری لارڈ تھا۔یہ ان کا سب سے بڑا عالم تھا۔روم کے بادشاہ نے اسے بہت سا مال دے رکھا تھا۔(خاتم النبیین جلد ۲ صفحہ ۱۱۳۹)

مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ کر ان لوگوں نے اپنے کپڑے تبدیل کئے اور بہت قیمتی لباس اور انگوٹھیاں وغیرہ پہن کر یہ مدینہ میں داخل ہوئے۔

حضور علیہ السلام اس وقت عصر کی نماز پڑھا کر فارغ ہو چکے تھے۔اور صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے۔

انہوں نے آتے ہی مشرق کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا کیں۔صحابہ اکرام نے ان کو منع کرنا چاہا۔لیکن حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو فرمایا کہ ان کو پڑھنے دو۔

اس کے بعد یہ بڑے فاخرانہ طریقے سے حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے۔ان کی چال سے بھی غرور نمایاں تھا۔ نہایت قیمتی لباس اور ان انگوٹھیوں کی یہ نمائش کرتے ہوئے جب یہ غرور کے ساتھ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا تو آقا علیہ السلام نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

اس کے بعد جب ان لوگوں نے گفتگو کرنا چاہی تو حضور علیہ السلام نے اپنا چہرہ اقدس ان کی طرف سے پھیر لیا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کے تجارتی روابط تھے۔یہ ان کے پاس حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض کیا۔انہوں نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کے لئے ان کو کہا۔کیونکہ یہ رمز شناس نبوت تھے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو مشورہ دیا کہ اپنی قیمتی عبائیں اتارو۔اپنا قیمتی لباس اتار کر اور ہاتھوں کی قیمتی انگوٹھیاں وغیرہ اتار کر بڑے ادب کے ساتھ خدمت میں حاضری دو۔ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور پیش ہو کر باادب سلام عرض کیا۔حضور ﷺ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔اور ان سے گفتگو بھی فرمائی۔

حضور ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت پیش کی۔لیکن انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہم تو

پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔تین چیزیں تمہیں اسلام قبول کرنے سے روکتی ہیں۔ایک یہ عقیدہ کہ تم اللہ کا بیٹا مانتے ہو۔دوسرے صلیب کی عبادت اور تیسرا خنزیر کھانا۔

ابو حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دل سے حضور ﷺ کی نبوت پر یقین رکھتا تھا۔اس کا اظہار اس نے اپنے بھائی سے بھی کیا۔تو اس کے بھائی نے اسے اسلام قبول کرنے کا مشورہ دیا۔اس نے کہا کہ اگر میں نے اسلام قبول کر لیا۔تو شاہ روم تمام قیمتی اعزازات اور پیسہ وغیرہ ہم سے واپس لے لے گا۔لیکن اس کی بات سن کر اس کے بھائی زین علقمہ نے اسلام قبول کر لیا۔

ان کے لوگوں نے حضور ﷺ سے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔کیونکہ ان کا کوئی باپ نہیں۔دوسرے نے کہا کہ وہ خدا ہیں کیونکہ انہوں نے مردوں کو زندہ کیا غیب کی باتیں بتائیں۔تیسرے نے کہا کہ وہ لا علاج مریضوں کا علاج کرتے تھے اور مٹی سے پرندہ بنا کر زندہ کرتے تھے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ

ھو عبداللہ و کلمتہ القھا الی مریم۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور یہ اس کلمہ کن سے پیدا ہوئے جو اللہ تعالیٰ (خالق عظیم) نے (جبرئیل کے ذریعے) ان میں پھونکا تھا۔(یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بی بی مریم پاک کے سامنے آ حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو پھونک ماری تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیٹ میں پرورش پانے لگے۔

یہ لوگ بہت سٹپٹائے اور کہنے لگے کہ کوئی ایسا بندہ دکھائیں جو مردوں کو زندہ کرے مٹی سے پرندہ پیدا کرے یا لاعلاج مریضوں یا کوڑھیوں کو شفایاب کرے۔

حضور ﷺ نے ان کے جواب میں سکوت فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی آیات نازل فرمائیں:

القرآن: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝٧٢ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٧٣ (سورۃ المائدہ: ۷۲، ۷۳)

ترجمہ: بیشک کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی تو ہے۔حالانکہ کہا تھا خود مسیح (علیہ السلام) نے اے بنی اسرائیل عبادت کرو۔اللہ کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔یقینا جو بھی شریک بنائے گا اللہ کے ساتھ تو حرام کر دی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے اور نہیں ظالموں کا کوئی مددگار۔بیشک کافر ہو گئے۔جنہوں نے کہا کہ اللہ تیسرا ہے۔تین (خداؤں) سے اور نہیں ہے۔کوئی خدا

مگر ایک اللہ اور اگر باز نہ آئے تو اس (قول باطل) سے جو وہ کہہ رہے ہیں تو ضرور پہنچے گا جنہوں نے کفر کیا ان کو دردناک عذاب۔

پھر انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پوچھا کہ آپ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کا جواب انشاء اللہ میں کل دوں گا۔اللہ تعالیٰ نے آیت شریف نازل فرمائی۔

القرآن: اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ (سورۃ عمران ۶۰-۵۹)

ترجمہ: بیشک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی مانند ہے۔اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا کہ ہو جا۔وہ ہو گیا۔یہ حقیقت تیرے رب کی طرف سے بیان کی گئی ہے (کہ عیسیٰ علیہ السلام انسان ہیں) پس (اے سننے والے) تو نہ ہو جا شک کرنے والوں میں سے"۔

جب انہوں نے اتنی واضح آیات کو بھی قبول نہ کیا۔تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مباہلہ کا چیلنج دیا گیا۔

القرآن: فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ (سورۃ آل عمران ۶۱)

ترجمہ: پس جو شخص جھگڑا کرے۔آپ سے اس بارے میں اس کے بعد کہ آ گیا آپ کے پاس (یقینی) علم تو آپ فرما دیجیے کہ آؤ ہم بلائیں۔اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی۔اپنے آپ کو اور تم کو۔پھر بڑی عاجزی سے (اللہ کے حضور) التجاء کریں۔پھر بھیجیں۔اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر۔

حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے۔اگر تم پھر بھی اتنی واضح تفصیل کے بعد اپنی باتوں پر اڑے ہوئے ہو۔تو پھر آؤ تم سب اور ہم سب بھی اور پھر ہم مباہلہ کریں۔کہ جو جھوٹا ہو۔اللہ تعالیٰ اس کو تباہ و برباد کر دے۔

انہوں نے کہا کہ ہمیں مہلت دیجئے کہ ہم آپس میں اس بات پر مشورہ کر لیں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں مہلت ہے۔

ان میں سے بعض نے مشورہ دیا کہ تم لوگ خوب جانتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) ہیں اور جب بھی کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) سے مباہلہ کرتی ہے۔تو اس کو تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے اور کوئی ایک فرد بھی باقی نہیں رہتا۔

دوسرے دن حضور ﷺ صبح سویرے اپنے ہمراہ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی کرم وجہہ کو ساتھ لے کر مسجد میں تشریف لے آئے۔

ان کا بڑا پادری کہنے لگا کہ مجھے ایسے نورانی چہرے نظر آ رہے ہیں کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں کہ اس پہاڑ کو یہاں

سے ہٹا دیں تو اللہ تعالیٰ اس پہاڑ کو یہاں سے ہٹا دے گا۔میرے خیال میں تم لوگ ان سے مباہلہ نہ کرو۔ورنہ تم سب لوگ ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔حضور ﷺ ان کا انتظار فرماتے رہے لیکن کوئی بھی حضور ﷺ سے مباہلہ کے لئے نہ آیا۔

آقا ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس روز یہ لوگ میرے ساتھ مباہلہ کرتے تو ان سب کو اسی وقت بندر اور خنزیر بنا دیا جاتا۔اور ان کی ساری بستی بھی اپنے بسنے والوں کے ساتھ صفحہ ہستی سے مٹ جاتی۔

آخرکار تھک ہار کر انہوں نے صلح کی پیشکش کی۔حضور ﷺ نے اسے قبول فرمایا۔اور یہ طے پایا کہ یہ لوگ اہل نجران ایک ہزار پوشاک یعنی جوڑے ماہ صفر میں اور ایک ہزار پوشاک جوڑے ماہ رجب میں دیا کریں گے اور ساتھ کچھ مقدار میں چاندی بھی بطور جزیہ ادا کیا کریں گے۔(الوثائق السیاسیۃ صفحہ ۱۷۵تا۱۷۹،ڈاکٹر حمید اللہ،ضیاء النبی جلد ۴ صفحہ ۶۵۴ تا ۶۴۸)

وفد ابوتمیم الداری

حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں مکہ مکرمہ میں ابوتمیم داری اور اس کا بھائی نعیم حاضر ہوئے تھے لیکن اسلام نہیں لائے تھے۔مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ نے ان کے مطالبے پر ان کو جاگیر عطا کرنے کا وعدہ عطا فرمایا تھا کہ تم جہاں سے بھی مانگو جب اللہ تعالیٰ مجھے دسترس عطا فرمائے گا تم کو عطا کروں گا اور حضور ﷺ نے ان کو ایک دستاویز تحریر کروا کر دی تھی۔

''یہ وہ تحریر ہے جس میں محمد ﷺ نے دارین کو جو جاگیر عطا فرمائی ہے وہ ذکر کی گئی ہے۔جب اللہ تعالیٰ اپنے حبیب (ﷺ) کو یہ زمین عطا فرمائے گا۔تو حضور (ﷺ) دارین کو بیت عینون (جرون۔مرطوم اور بیت ابراہیم کے علاقے عطا فرمائے گا اور یہ عطیہ تا ابد ہوگا''۔

اس پر حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔خزیمہ بن قیس شرجیل بن حسنہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بطور گواہ دستخط کئے تھے۔دوسری مرتبہ یہ لوگ اپنے ساتھ چار دوسرے قبیلہ کے لوگوں کو لے کر حاضر ہوئے تھے اور اسلام سے مشرف ہوئے تھے اور حضور ﷺ نے ان کو دی گئی دستاویز کی تجدید فرماتے ہوئے اس پر حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی حیدر کرار، حضرت عثمان غنی اور حضرت امیر معاویہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دستخط بطور گواہ ثبت فرمائے تھے۔

اس کے بعد وفد کعب بن زہیر حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تھا۔اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اس کے بعد بنو ثقیف کا وفد حاضر خدمت ہوا۔(السیرۃ النبویہ جلد ۳ صفحہ ۱۵،احمد زینی دحلان)

وفد بنو ثقیف

حضور ﷺ نے طائف میں بنو ثقیف کا محاصرہ اٹھا لیا تھا۔کیونکہ آپ ﷺ نبوت کے نور سے مشاہدہ فرما رہے تھے کہ اب یہ سب لوگ کچھ عرصہ بعد خود ہی مسلمان ہو جائیں گے۔حضور ﷺ نے ان کے اسلام لانے کے لیے دعا فرمائی تھی عروہ بن مسعود

ثقفی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے اور اپنی قوم کے پاس جا کر اسلام کی تبلیغ کے متعلق عرض کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تمہاری قوم تمہیں شہید نہ کرے۔ انہوں نے عرض کی کہ میری قوم میری بہت عزت کرتی ہے۔

یہ اپنی قوم میں گئے تو ان کی قوم نے ان کو تیروں کی بوچھاڑ سے شہید کر دیا۔ یہ لوگ کئی ماہ بعد بھی اپنے کفر پر اڑے رہے۔ کئی ایک صاحب سیر کے مطابق مکہ اور آس پاس کے مسلمانوں نے ان کا معاشی بائیکاٹ کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحر بن عیلہ رئیس احمس کو طائف کا محاصرہ کر لینے کی اجازت مرحمت فرما دی تھی اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا محاصرہ ان کے اسلام لانے تک جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا تھا۔

آخرکار اہل طائف نے اسلام قبول کرنے کے لئے اپنا ایک وفد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل احمس کے لئے دس بار دعا فرمائی۔

(دائرہ معارف اسلامیہ اردو) (علامہ شبلی نعمانی) سیرۃ النبیؐ ۲۔ ۴۵ ضیاء النبیؐ ۶۵۸۔ ۶۵۷۔ سیرت رحمت دارین ۷۵۷)

ان لوگوں نے عبد یالیل اور پانچ دوسرے لوگوں کے ہمراہ وفد تیار کیا۔ اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا بعض ارباب سیر نے وفد کی تعداد انیس بھی بتائی ہے کہ اس میں بنو ثقیف کے روساء بھی شامل ہوئے۔ ان میں شرجیل بن غیلان۔ کنانہ بن مبد یالیل اور عثمان بن ابی العاص بھی شامل تھے۔

مدینہ منورہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں خوشخبری دینے کے لئے دوڑے۔ راستے میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو ملے۔ تو آپ نے ان کو قسم دے کر فرمایا کہ یہ خوشخبری انہیں اپنے آقا علیہ السلام تک پہنچانے دو۔ انہوں نے قبول کیا۔ اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خوشخبری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وفد کے لئے مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں خیمے نصب فرما دیئے تا کہ وہ قرآن سنیں اور مسلمانوں کو نماز ادا کرتے دیکھتے رہیں۔

وفد نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ ہمیں نماز سے مستثنیٰ قرار دیا جائے اور ہمیں زنا کی اجازت بھی دی جائے اور شراب نوشی کی اجازت بھی دی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مطالبات قبول کرنے سے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ ''جس دین میں نماز نہ ہو۔ اس میں کوئی خیر نہیں ہوتی''۔

انہوں نے ایک اور مطالبہ بھی کیا کہ ''لات'' کے بت کو بھی تین سال تک یونہی رہنے دیا جائے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف انکار فرما دیا۔ آہستہ آہستہ انہوں نے اس مطالبے کو ایک مہینہ تک کر دیا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار فرما دیا۔

یہ سب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرائط اور پابندیوں کو مانتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہی ایک شخص حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اتنے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھ کر قرآن پاک یاد کر

چکے تھے کو مقرر فرمایا تا کہ وہ ان کو قرآن سکھایا کریں۔اس سے پہلے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے درخواست کی تھی کہ انہیں قرآن یاد نہیں ہوتا اور وہ بھول جاتے ہیں۔

حضور ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ ''اے شیطان عثمان کے سینہ سے باہر نکل جا''

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے کائنات کی ہر چیز کو حضور ﷺ کا حکم ماننے کا پابند فرمادیا ہوا ہے۔

شیطان فوراً ان کے سینے سے نکل گیا تھا۔اور یہ جو بھی قرآن پڑھتے وہ فوراً انہیں یاد ہو جاتا تھا۔

جب یہ لوگ حضور ﷺ کے پاس سے رخصت ہونے لگے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہماری قوم ان پابندیوں کو قبول نہیں کرے گی۔بہتر ہے کہ ان کے ساتھ حکمت سے بات چیت کی جائے۔جب یہ لوگ اپنی قوم کے پاس واپس گئے تو انہوں نے اپنے اسلام لانے کو خفیہ رکھا اور اپنی قوم کو کہا کہ حضور ﷺ نے نماز کی معافی بھی نہیں دی۔نیز زناء اور شراب خوری کی اجازت بھی نہیں دی۔اور نیز ''لات'' کے بت کو بھی پاش پاش کرنے کا حکم دیا ہے۔اس لئے ہم نے یہ پابندیاں قبول نہیں کیں اور ہم نے مسلمانوں سے لڑنے کا فیصلہ کیا ہے۔چنانچہ تم سب لوگ لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔سب لوگ مسلمانوں کے خلاف نعرے لگانے لگے اور جنگ کی تیاری شروع کر دی۔لیکن ان کا جوش آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونے لگا۔تیسرے روز انہوں نے پھر مجلس مشاورت مقرر کی اور اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ ہم مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلیں اور ان کی شرائط مان لیں۔آخرکار مسلمانوں کی اطاعت کا فیصلہ کیا گیا۔اور سب لوگ اس بات پر متفق ہو گئے کہ ہم سب بھی مسلمان ہو جاتے ہیں۔

اب اس وفد نے راز کھولا کہ ہم تو پہلے حضور ﷺ کی خدمت میں ہی مسلمان ہو چکے ہیں اور یہ تدبیر اس لئے کی تھی کہ شاید تم ان پابندیوں سے انکار نہ کردو۔سب لوگوں نے کلمہ شہادت۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد الرسول ﷺ۔

پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے طفیل اس اس طرح ملک عرب سے کفر کا یہ آخری بڑا گروہ بھی ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

مدینہ منورہ سے وفد کی روانگی کے چند دنوں کے بعد حضور ﷺ نے حضرت ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طائف بھیجا اور ایک روایت کے مطابق ساتھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی بھیجا تا کہ یہ ''لات'' کے بت کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیں۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے لات کے بت کو توڑنے کا آغاز کیا تو بنوثقیف کی عورتیں سروں پر ہاتھ رکھے باہر نکل آئیں اور واویلا شروع کر دیا ان پر ابھی تک اس بت کی ہیبت چھائی ہوئی تھی۔اور جب بت ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد بھی کچھ نہ ہوا تو ان لوگوں کی آنکھیں کھلیں کہ ہمیں واقعی ایک خدائے واحد لا شریک کی عبادت کرنی چاہئے۔جس کے بغیر کوئی معبود نہیں اور اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور حضور ﷺ واقعی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول ﷺ ہیں۔(شرح مواہب اللدنیہ جلد ۴ صفحہ ۶ تا ۹)



وفد بنی عامر بن صعصہ

حضور ﷺ کی خدمت میں بنی عامر قبیلہ کا سردار عامر بن طفیل اربد بن قیس اور جبار بن سلمی دوسرے لوگوں کے ساتھ حاضر ہوا۔

عامر بن طفیل کی طرف سے عکاظ کے تجارتی میلہ میں یہ اعلان ہوتا تھا کہ اگر کسی کو سواری یا کھانے کی ضرورت ہو تو ہمارے پاس آئے۔ اور کوئی اگر دشمن سے خائف ہے تو بھی ہمارے پاس آئے ہم اس کی مدد کریں گے، لیکن اس کے دل میں حضور ﷺ کی عداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس کے قبیلہ کے دوسرے ساتھیوں نے بھی اسے اسلام قبول کرنے کا مشورہ دیا لیکن اس نے قبول نہیں کیا۔ اس نے اپنے دوست اربد کے ساتھ مل کر حضور ﷺ کے نعوذ باللہ قتل کا پروگرام بنایا۔ اور اس مقصد کے لئے وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس آیا۔ حضور ﷺ نے اس کے بیٹھنے کے لئے تکیہ بچھایا اور اس کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں اور وہ حضور ﷺ کے پاس نزدیک ہو کر آپ پر جھک گیا۔ اور آقا ﷺ کو باتوں میں مشغول کر لیا۔ دراصل اس نے اربد کے ساتھ پروگرام بنایا تھا کہ میں آپ ﷺ کو باتوں میں مشغول کروں گا اور تم تلوار کا وار کر دینا۔

یہ دیر تک حضور ﷺ کے ساتھ باتوں میں مشغول رہا اور لایعنی باتیں کرتا رہا کہ آپ مجھے یا تو اپنا جانشین مقرر فرما دیں یا صحرائی علاقہ میں مجھے اپنا جانشین مقرر کر دیں ورنہ میں عطفان سے ہزار سرخ گھوڑے لا کر آپؐ سے جنگ کروں گا اور اتنے پیدل اور لڑاکے لاؤں گا کہ وادیاں بھر جائیں گی۔ حضور ﷺ نے اس کی تمام باتوں کو رد فرما دیا تھا۔

جب یہ حضور ﷺ سے مل کر واپس چلا تو راستے میں اس نے اربد سے پوچھا کہ میں نے کتنی دیر تک حضور ﷺ کو باتوں میں الجھائے رکھا تم تو پرلے درجے کے بزدل ہو کہ موقع سے فائدہ نہ اٹھایا اور (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کا کام تمام نہ کیا۔

اربد بولا میں نے جتنی بار جسارت کی کوشش کی تو ہر دفعہ کوئی نہ کوئی بات آڑے آ گئی۔ ایک دفعہ تو ایک مست اونٹ مجھے مارنے کے لئے دوڑا۔ دوسری دفعہ جسارت کی کوشش کی تو میرا ہاتھ شل ہو گیا۔ تیسری دفعہ کوشش کی تو میرے آگے تو آ گیا۔ کیا میں تجھے مار دیتا اور ایک دفعہ میرے اور آپ ﷺ کے درمیان لوہے کی دیوار کھڑی ہو گئی۔

جب یہ عامر نامراد ہو کر واپس پلٹا تو راستے میں اسے طاعون کی گلٹی نکل آئی اس نے بنوسلول قبیلے کی ایک خاتون کے ہاں پناہ لی۔ یہ قبیلہ بہت خسیس تھا۔ آخر اس نے اپنا گھوڑا منگوایا اور اپنا نیزہ ہوا میں لہراتے ہوئے اس پر بیٹھا لیکن گھوڑے نے اس کو پٹخ کر زمین پر مارا۔ یہ فوراً مر گیا۔

(شرح مواہب اللدینہ ۴۔ صفحہ ۹ تا ۶ صفحہ ۲۱۔ ۲۔ سبل الہدیٰ ۶۔ ۵۵۰۔ ۵۵۳ خاتم النبیین ۲۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ضیاء النبی ۴۔ ۶۶۶)

اربد اس کا ساتھی واپس ہوا تو لوگوں سے کہنے لگا کہ ہم محمد (ﷺ) کے پاس گئے تو انہوں نے ہمیں ایمان لانے کا کہا۔(جسے ہم نے قبول نہیں کیا) اگر آج بھی وہ ہمارے سامنے ہوں تو میں (نعوذ باللہ) اپنے تیر سے ان کا کام تمام کر دوں ۔خدا کا کرنا ایسا کہ کچھ دنوں کے بعد جب وہ اپنے اونٹ کو چرانے جا رہا تھا تو بالکل صاف مطلع میں بجلی کوندھی اور اس کو اور اس کے اونٹ کو جلا کر راکھ کر دیا۔البتہ ان کا تیسرا ساتھی جبار بعد میں مسلمان ہو گیا۔

(سبل الھدیٰ جلد ۶ صفحہ ۵۵۰ تا ۵۵۳، خاتم النبیین جلد ۲ صفحہ ۱۱۰۹، ۱۱۱۰)

یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر خاص ہے اس کی مشیت ہے جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے۔

القرآن: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۴

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔

وفد ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہم

حضور نبی کریم ﷺ رؤف الرحیم آقا دو جہاں رونق بزم دو جہاں ﷺ ایک روز تکیہ لگائے اپنے صحابہ کرام کی محفل میں جلوہ فرما تھے کہ اتنے میں ایک بدو ایک اونٹ پر سوار آیا۔اس نے اونٹ سے اتر کر اس کو بٹھایا اور اس کا گھٹنا عقال سے باندھنے کے بعد خود اندر آ گیا اور لوگوں نے حضور ﷺ کی طرف اشارہ کیا وہ سیدھا آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا کہ میں چند سوالات آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔میرے سوالات سخت ہوں گے۔آپ محسوس نہ فرمائیے گا۔کیا مجھے اجازت ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ اجازت ہے۔

وہ کہنے لگا کہ ایک قاصد ہمارے پاس آیا اور اس نے کہا کہ آپ (ﷺ) کا خیال ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بھیجے گئے رسول (ﷺ) ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔پھر اس نے پوچھا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور زمین پر یہ بڑے بڑے پہاڑ نصب فرمائے۔کیا واقعی اللہ جل شانہ نے آپ نے حکم دیا ہے کہ ہم صرف اسی وحدہ لا شریک کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔اور ان بتوں کی پوجا کو ترک کر دیں۔جنہیں ہمارے باپ دادا مدتوں سے پوجتے آئے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے۔اسی طرح اس نے زکوٰۃ، رمضان کے روزوں اور حج کے متعلق سوال کیا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللھم نعم۔ ہاں۔میرے اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔

تو یہ بے اختیار کلمہ طیبہ پڑھ کر پکار اٹھا۔

میں آپ ﷺ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی۔میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے۔پھر یہ اپنی قوم میں واپس چلا گیا۔اور

اس کو بتوں کی پوجا سے منع کرنا شروع کر دیا۔اس کی قوم نے اسے بہت ڈرایا اور کہا کہ لات وعزیٰ تم سے انتقام لیں گے ﷺ کو برا نہ کہو اس نے کہا کہ یہ بت نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نفع دے سکتے ہیں۔ایک روایت کے مطابق یہ وفد ۵ ہجری اور زیادہ صحیح روایات کے مطابق نو ہجری میں حاضر ہوا آخرکار اس کی قوم پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوا اور آہستہ آہستہ اس کا سمجھانا رنگ لایا اور ساری قوم ایمان لے آئی۔

(ضیاء النبی جلد ۴ صفحہ ۶۶۷ تا ۶۷۸)(نثار النبی بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ جینڈر شریف گجرات)



وفد عبد القیس

حضور ﷺ ایک دن صحابہ اکرام کے درمیان جلوہ فرما تھے۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ ابھی مشرق کی طرف سے ایک وفد آنے والا ہے۔ اس طرف سے آنے والے وفود میں یہ سب سے بہترین ہے۔

ان لوگوں نے بغیر کسی دباؤ کے اتنی دور دراز مسافت طے کی ہے اور ان کی سواریوں کے جانور سفر کی طوالت کے باعث لاغر و دبلے ہو گئے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے دعا فرمائی:

اللھم اغفر لعبد القیس۔

اے اللہ عبد قیس کو بخش دے۔

ان لوگوں کی تعداد تیرہ، بیس یا چالیس بیان کی گئی ہے اور یہ بحرین کے پاس سے حاضر ہوئے۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ انہوں نے آپ کو بتایا کہ ہم عبد القیس قوم سے ہیں۔ آپ نے ان کو حضور ﷺ کے کلمات مبارک سے بشارت دی۔ انہوں نے آتے ہی حضور ﷺ کے مبارک ہاتھوں اور مبارک پاؤں کے بوسوں سے اپنی جانوں کو راحت پہنچائی اور حضور ﷺ کے قدموں میں بیٹھ گئے۔

حضور ﷺ نے ان کو مرحبا فرمایا اور خوشخبری عطا فرمائی کہ تم نہ کبھی رسوا ہو گے اور نہ کبھی نادم ہو گے۔

ان میں دو آدمی جارود اور سلمہ بھی تھے۔ انہوں نے آپس میں طے کیا تھا کہ ہم تین تین سوالات اپنے دل میں رکھ لیتے ہیں۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے نبی (ﷺ) ہوئے تو خود بخود ان سوالات کا جواب ہمیں عطا فرما دیں گے۔ یہ وفد ۱۰ ہجری میں حاضر ہوا۔ جارود نے آقا ﷺ سے دریافت فرمایا کہ آپ کے رب نے آپ کو کیا دے کر مبعوث فرمایا ہے۔

حضور ﷺ نے جواب فرمایا۔

بشھادۃ ان لا الہ الا اللہ و انی عبداللہ و رسولہ والبرائۃ من سے لے کر وماربك بظلام اللعبید تک۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ نیز مجھے حکم دیا گیا ہے کہ معبود ان باطل سے میں اپنا تعلق منقطع کر لوں۔ اور بروقت ہر نماز کو ادا کرنے کا اس نے مجھے حکم دیا ہے اور زکوٰۃ دوں اور حج کروں۔ نیز مجھے اس حقیقت سے بھی آگاہ یا گیا ہے کہ جو نیک کام کرتا ہے اس کا فائدہ بھی اسے ملتا ہے اور جو برے کام کرتا ہے اس کا بوجھ بھی اسی پر ہو گا اور آپ کا رب بندوں

پر ظلم نہیں کیا کرتا''۔

اس کے بعد جارود نے کہا کہ ہمیں بتائیں کہ ہم نے اپنے دل میں کیا مخفی کر رکھا ہے، حضور ﷺ نے تھوڑی دیر توقف کے بعد جیسے اونگھ آتی ہے۔فرمایا جارود تم نے یہ تین باتیں اپنے دل میں مخفی کیں ہیں۔

۱۔ زمانہ جاہلیت میں مقتولوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔تو زمانہ جاہلیت کے مقتولوں کا خون ہوا ہے۔ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔

۲۔زمانہ جاہلیت میں جو معاہدے طے پائے ان کے بارے میں کیا حکم ہے۔

تو زمانہ جاہلیت کی قسمیں بھی مردود ہیں۔

۳۔زمانہ جاہلیت کے عطیات کے بارے کیا حکم ہے۔تو بہترین صدقہ یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کو اپنے اونٹ پر سوار کر لو اور اپنی بکری کا دودھ اسے پیش کرو۔اور اے سلمہ تم نے یہ تین باتیں اپنے دل میں چھپائی ہیں اور پوچھی ہیں۔

۱۔بتوں کی پرستش کا کیا حکم ہے تو بتوں کی پوجا قطعاً حرام ہے۔

القرآن: اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ۝۹۸

ترجمہ: تم اور اللہ کے سوا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو وہ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔اور تم اس میں داخل ہوں گے۔

۲۔ یوم سباب کی حقیقت کیا ہے؟

تو اللہ تعالیٰ نے یوم سباب کے بدلے تمہیں لیلۃ القدر عطا فرمائی ہے۔اس کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔

۳۔عقل بجین کی کیا حقیقت ہے؟

اللہ تعالیٰ نے تمام اہل ایمان کے خون کو برابر قرار دیا ہے۔چھوٹے بڑے امیر و غریب کی کوئی تفریق نہیں ہے۔

جب حضور ﷺ نے ان کے دلوں کے اندر مخفی سوالات اور ان کے تسلی بخش جوابات عطا فرما دیئے تو یہ بے اختیار پکار اٹھے:

نشهد لا اله الا الله وحده لا شريك له و انك عبده و رسوله۔

اس کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں انہوں نے عرض کی کہ ہمارا علاقہ دور دراز ہے۔اور راستے میں چور ڈاکو وغیرہ کا بھی ہمیں ڈر رہتا ہے۔اس سے ہم صرف حرمت والے مہینوں میں ہی سفر کر سکتے ہیں۔برائے مہربانی ہمیں نصیحتیں فرمائیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اور معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) ہیں۔نماز قائم کرو۔زکوٰۃ ادا کرو۔ماہ رمضان کے روزے رکھو۔اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرو۔

اور میں تمہیں چار چیزوں سے روکتا ہوں۔

۱۔الربا۔کدو کا گودا نکال کر اس کی جلد کو خشک کر لیا گیا ہو۔